مناقب اہلِ بیت

تالیف:
طالب حسین کرپالوی

جلد اوّل

اسلامیہ دار التبلیغ، مکہ کالونی۔ گلبرگ۔ لاہور

١
مناقب
اہلِ بیت
تالیف:
طالب حسین کرپالوی
جلد اوّل
اسلامیہ دارالتبلیغ، مکّہ کالونی ۰ گلبرگ ۰ لاہور

اسم کتاب ——— مناقب اہل بیت

جلد ——— اوّل

ناشر ——— اسلامیہ دار التبلیغ، لاہور

کتابت ——— حق برادرز کمپیوٹر سنٹر، لاہور

مطبع ——— معراج دین پرنٹرز، لاہور

بار ——— اوّل

تاریخ اشاعت ——— نومبر ۱۹۹۴ء

ہدیہ ——— ایک سو روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ علی محمد و الہ الطیبین الطاہرین الذین خصھم اللہ بالمکارم و الفضائل و نزھھم عن النقائص و الرذائل فشرفھم بقولہ عز من قائل : (انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھر کم تطھیرا) فجعلھم صفوتہ المنتجبین و خیرتہ من عبادہ الصالحین و فرض مود تھم علی جمیع المسلمین بقولہ جل اسمہ مخاطبا" نبیہ الکریم : (قل لا اسئلکم علیہ اجرا" الا المودۃ فی القربیٰ) و قد اشار الی فرض مودتھم بنص الکتاب العزیز الامام الشافعی بقولہ

یا ال بیت رسول اللہ حبکم　　　فرض من اللہ فی القران انزلہ
کفا کم من عظیم القدر انکم　　　من لم یصل علیکم لا صلاۃ لہ

ھم و اللہ الشجرۃ الطیبتہ' و الغمامتہ الصیبتہ و العلم الزاخز' و البحر الذی لیس یدرک لہ اخر' ان علت الفضائل فھم بنو بخد تھا' او ذکرت المعالی فھم بنو بحدتھا او دارت الحرب فھم الاقطاب او تحاورت المقاول فھم فصل الخطاب۔ الفضل العلوی' و الفخر الحسنی و الاباء الحسینی' و الزھد الزینی' و العلم الباقر و الحدیث الصادقی و الحلم الکاظمی و التفنن و الرضوی و المعجز الجوادی و البرھان الھادی و خذ الی الحسن و ابنہ من روح الفضل و غصنہ امام بعد امام یتم بالنبوۃ۔

اما بعد! فضل الٰہی اور عنایات چہاردہ معصومین علیہم السلام کی بدولت خاکسار نے اپنے قلمی جہاد کا آغاز "مسئلہ تحریف القرآن" سے کیا جسے قبولیت خاص و عام کا شرف نصیب ہوا۔ اس کاوش کے چند ہی روز بعد ایران کی ایک مقتدر روحانی شخصیت کا نوازش نامہ موصول ہوا جس میں فرمائش کی گئی کہ یہ کتاب دفاع قرآن صامت کے لئے عمدہ تحقیقی شاہکار ہے۔ مگر عصری تقاضے کے تحت اس طرز پر قرآن ناطق پر مفصل کام کرنا اشد ضروری ہے۔ چنانچہ بزرگوارم کی تحریک پر بندہ نے مناقب امیر المومنینؑ کے سلسلے میں شب و روز کی تحقیق کرکے اس عنوان پر تالیف و اشاعت کا آغاز کیا۔ ابھی چھ ہی جلدیں طبع کی گئی تھیں کہ ایک روز میری ایک پاکستانی سے ملاقات ہوئی جو کہ امریکہ میں رہائش پذیر تھا۔ اس نے شکوہ کیا کہ میں تین روز سے لاہور کے کئی مکتبوں پر گیا ہوں کہیں سے مجھے کسی شیعہ مصنف کی تصنیف کردہ سیرت النبیؐ (اردو) مل جائے اور اسے میں امریکہ کی ایک مشہور لائبریری میں رکھوں تاکہ عام و خاص سیرت النبیؐ کے موضوع پر شیعی نکتہ نگاہ سے آگاہ ہو سکیں۔ اس نے اظہار تعجب کرتے ہوئے مجھ سے دریافت

کیا کہ یہ قوم جو نواسہ رسول کی یاد میں سالانہ کروڑ ہا روپے صرف کر دیتی ہے آخر اتنی تہی دامن کیوں ہے کہ اس کے سرمایہ مذہبی میں سیرت النبیؐ پر اردو زبان میں ایک کتاب بھی ایسی نظر نہیں آتی جسے بطور تحفہ کسی رفیق کو پیش کیا جا سکے۔ میرے پاس اس کا کوئی معقول جواب نہ تھا۔

یہ امریکی دوست بات کیا کر گئے من کے اندر آگ کا ایک لاوا روشن کر گئے۔ بس آؤ دیکھا نہ تاؤ' انسائیکلو پیڈیا حضرت علیؑ کا سلسلہ اشاعت ادھورا چھوڑا اور سیرت النبیؐ کی تیاری کے لئے کمر ہمت باندھی۔ ہمت مرداں مدد خدا۔ الحمد للہ سیرت النبی پر تیس جلدوں پر مشتمل ایک کامل سیٹ منصہ شہود پر آچکا ہے۔ اللہ محنت کا قدردان ہے۔ محققین فرماتے ہیں کہ یہ سیرت نویسی کا عالمی ریکارڈ ہے۔ سیرت النبیؐ کے موضوع پر کسی بھی زبان میں اتنی جلدیں اب تک شائع نہیں ہوئیں۔

اب جبکہ یہ سلسلہ پایہ تکمیل کو پہنچ چکا ہے تو مناقب ؑ و اہل بیتؑ کے سلسلے کو پھر سے شروع کیا جا رہا ہے۔ سردست پہلے ہم مناقب اہل بیت کی پانچ جلدیں پیش کریں گے بعد میں مناقب حضرت علیؑ کی بقیہ ۳۹ جلدیں۔

یہ سوال ذہن میں ابھر سکتا ہے کہ اس کتاب کی ضرورت کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ موجودہ دور میں مناقب اہل بیتؑ پر کوئی ہمہ گیر کتاب منظر عام پر نہیں ہے جو نظر آتی ہیں ان میں صرف چند واقعات اور معجزات کو بیان کیا گیا ہے جبکہ قرآن و حدیث کے حوالہ سے کوئی قابل ذکر مواد جمع کر کے شائع نہیں ہوا ہے۔ فضائل خمسہ کے مضمون پر ایک عربی میں کتاب دیکھنے میں آئی ہے لیکن اس میں بھی زیادہ تر حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں روایات اکٹھی کی گئی ہیں۔ حوالہ دینے سے بھی پہلو تہی کی گئی ہے اور سوالات و جوابات کی جانب بالکل توجہ نہیں دی گئی ہے۔ چنانچہ ہم نے محسوس کیا کہ مناقب حضرات خمسہ مطہرین کے بارے میں زیادہ سے زیادہ آیات و روایات کو اکٹھا کر کے مع حوالہ جات محفوظ کیا جائے تاکہ عصری محققین کے لئے آسانی پیدا ہو سکے۔ ہم اس عمل میں کہاں تک کامیاب رہے ہیں اس فیصلے کا انحصار معزز قارئین کی قیمتی آراء اور مفید مشوروں پر ہے۔ بہرکیف ہماری رب الکریم سے استدعا ہے کہ وہ دوسرے سلسلوں کی مانند ہماری اس سعی کو بھی قبول و منظور فرمائے۔

طالب حسین کرپالوی

انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت و یطہرکم تطہیراً

اے اہل بیت اللہ نے تم سے ہر قسم کا رجس دور رکھنے اور جس طرح پاک رکھنے کا حق ہے پاک رکھنے کا ارادہ کیا ہے۔

(عبارت صفحہ نمبر ۳۲۴ کتاب ہذا)

روایت حضرت واثلہ بن اسقع

تفسیر ابن کثیر ۸ ۴۸۳ سطر ۲۸۔ ذخائر العقبیٰ ص ۲۴۔ السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۱۵۲۔ للمختصر من المختصر لابن یوسف الحنفی ج ۲ ص ۲۶۷۔ المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۱۴۷ سطر ۲۔ بدائع المنن ج ۲ ص ۴۹۵۔ مشارق الانوار ص ۱۱۳۔ ینابیع المودت ص ۱۹۰ سطر ۴ ص ۸۸ سطر ۱۱۔ السیرت زینی دحلان ج ۳ ص ۳۳۰ سطر ۶۔ سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۲۱۳۔ نفحات الاہوت ص ۵۲۔ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۶۷۔ المواہب اللدنیۃ ج ۷ ص ۳۔ القول الفصل ج ۲ ص ۲۰۳۔ آئمۃ الھدیٰ ص ۱۳۵۔ الشرف المؤید ص ۶۔ ارجح المطالب ص ۲۳۵۔ طحاوی ج ۱ ص ۳۳۲۔ المنتقیٰ للمزجی ج ۲ ص ۴۲۷ سطر ۹۔ فتح القدیر ج ۴ ص ۲۷۱۔ تفسیر الطبری ج ۲۲ ص ۵۔ الصواعق المحرقۃ ص ۱۴۴ سطر ۷ ص ۲۲۹ سطر ۱۵۔ لتذکرہ ص ۲۴۴۔ درالمنثور ص ۱۹۹ سطر ۵۔ تفسیر المظہری ج ۷ ص ۳۷۱ سطر ۱۱۔ فتح البیان ج ۷ ص ۳۶۵ سطر ۶۔ تفسیر حقانی جلد ۳ ص ۱۷ سطر ۲۔ ارجح المطالب ص ۶۱ سطر آخر۔

روایت دوم حضرت واثلہ:۔

واثلہ بن اسقع سے روایت ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ حضرات حسنین کو اپنی چادر کے نیچے جمع کیا تو یوں دعا مانگی۔

اللھم قد جعلت صلواتک ورحمتک و مغفرتک و رضوانک علی ابراھیم وآل ابراھیم اللھم انھم منی وانا منھم فاجعل صلواتک ورحمتک و مغفرتک ورضوانک علی و علیھم۔

تفسیر روح المعانی جلد ۲۲ ص ۱۴ سطر ۷۔ مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۴۷ سطر ۲۱۔ سعادت

الدارین ص ۷۵۔ صواعق محرقہ ص ۱۳۵ سطر ۲۲۔ ص ۲۳۳ سطر ۲۳۔ کنز العمال جلد ۶ ص ۲۱۷۔ حدیث ۳۸۰۷۔ رشفتہ الصادی ص ۳۰۔ منتخب کنز العمال جلد ۵ ص ۲۷۲۔ ۹۳۔ مناقب خوارزمی ص ۲۵ سطر ۶۔ مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۶۷۔ سطر ۱۰ تفسیر طبری جلد ۲۲ ص ۵ سطر ۲۹۔ جامع الاحادیث جلد ۴ ص ۴۷۰۔ حضرت فاطمہ ص ۳۶۔ الابتہاج ص ۱۹۲۔ الاحسان جلد ۹ ص ۶۱۔ تاریخ مدینہ دمشق جلد ۳ ص ۱۱

روایت حضرت عمرو بن ابی سلمہ:۔ (عبارت صفحہ نمبر ۳۲۴ کتاب ہذا)

ترمذی شریف ص ۵۴۱ سطر ۱۱۔ ص ۳۶۲ سطر ۲۔ صواعق محرقہ ص ۲۲۹۔ سطر ۱۳۔ جامع الاصول ج ۱۰۱۱۰۔ حدیث ۴۴۹۰۔ تفسیر طبری ج ۲۲ ص ۴ سطر ۲۳ تفسیر مظہری ج ۷ ص ۳۷۱ ۔ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۸۵ سطر ۱۲۔ طحاوی ص ۳۳۲۔ ذخائر العقبیٰ ص ۲۱۔ الشفاء العیاض ج ۲ ص ۱۳۔ الاستیعاب ج ۲ ص ۴۶۰۔ القول الفصل ج ۲ ص ۲۲۳۔ المعجم الکبیر جلد ۱۱۵۹۔ الابتہاج ص ۱۹۱۔ تحفتہ الاحوذی جلد ۷ ص ۲۶۔ توضیح الدلائل ص ۳۱۳۔ آل بیت الرسول ص ۱۱۔ حیات فاطمہ ص ۲۵۰۔ فضل آل البیت ص ۱۱۔ حیات فاطمہ ص ۲۵۰۔ آل محمد ص ۶۸۱۔ الامام المہاجر ص ۲۲۴۔ فتح البیان ج ۷ ص ۳۶۴ سطر آخر۔ فتح القدیر ج ۴ ص ۲۷۰ سطر آخر۔ روح المعانی ج ۲۲ ص ۱۴ سطر ۱۱۔ وسیلتہ النجاۃ ۲۰۴۔ الاتحاف شبراوی ص ۵۔ اسد الغابتہ ج ۲ ص ۱۲۔ احکام القرآن ابن عربی ج ۲ ص ۱۶۶۔ رفع اللبس والشبہات ص ۶۵۔ المنتقیٰ ج ۱ ص ۱۸۸۔ ینابیع المودت ص ۸۷ سطر ۲۲۔ ارجح المطالب ص ۶۱ سطر ۱۰۔

روایت حضرت عائشہ:۔ (عبارت صفحہ نمبر ۳۲۴ کتاب ہذا)

حسن الاسوۃ ص ۱۱۵۔ فتح البیان ج ۷ ص ۳۶۵ سطر ۲۔ تیسیر الوصول ص ۱۶۰۔ الشرف المؤبد ص ۹۔ جواہر البحار ج ۴ ص ۸۲۔ القول الفصل ج ۲ ص ۲۱۰۔ رشفتہ الصادی ص ۱۵۔ السیف الیمانی المسلول ص ۹۔ ارجح المطالب ص ۵۲۔ رفع اللبس والشبہات ص ۶۵۔ التاج الجامع الاصول ج ۳ ص ۳۰۸۔ جمع الوسائل فی شرح الشمائل ج ۱ ص ۱۴۷۔ ینابیع المودۃ ص ۸۷۔ سطر ۱۷ ص ۱۹۰

سطر ۱۱۔ ذخائر المواریث ج ۴ ص ۲۷۷۔ نفحات اللاهوت ص ۵۳۔ الصواعق المحرقتہ ص ۲۲۹ سطر ۱۳ المنتقی من منهاج الاعتدال ص ۱۴۸ و ۳۰۴۔ مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۶۸ سطر ۳ منهاج السنہ ص ۴ وج ۴ ص ۲۰۔ تفسیر الخازن ج ۵ ص ۲۱۳ سطر ۹ السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۱۴۹ سطر ۵۔ جامع البیان طبری (التفسیر) ج ۲۲ ص ۶ سطر ۳۔ معالم التنزیل ج ۵ ص ۲۱۳ سطر ذخائر العقبیٰ ۲۴۔ البدایتہ والنهایتہ ج ۸ ص ۳۴۔ مسلم الصحیح ج ۲ ص ۲۸۳ سطر ۱۔ جامع الاصول ص ۱۰۱۔ لطحاوی ج ۱ ص ۳۳۲۔ الکافی الشاف ص ۲۶۔ مصابیح السنہ ج ۲ ص ۲۰۴۔ التفسیر الکبیر ج ۸ ص ۸۰۔ کفایتہ الطالب ص ۱۳۔ تقویتہ الایمان ص ۱۶۰۔ الحسن والحسین ص ۶۔ تفسیر البیضاوی ج ۲ ص ۲۴۵ سطر ۱۔ تفسیر مظہری ج ۷ ص ۱۷۱ سطر ۳ فتح القدیر ج ۳۴ ص ۱۷۱ سطر ۳۔ الجواہر ج ۱۶ ص ۲۸ سطر آ۔ المنتقی للذهبی ج ۲ ص ۲۲۷ سطر ۱۸۔

روایت دوم حضرت عائشہ:۔

حضرت مجمع نے حضرت عائشہ سے حضرت علی علیہ السلام کے متعلق دریافت کیا تو حضرت عائشہ نے کہا کہ تم نے مجھ سے اس ہستی کے متعلق پوچھا ہے جو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہے۔ میں نے آنکھوں سے دیکھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین کو اپنی چادر کے نیچے جمع کیا اور کہا اے اللہ یہ ہیں میرے اہل بیت اور میرے خاص لوگ۔ اے اللہ تو ان سے رجس کو دور کر دے اور تو انہیں اس طرح پاک کر جس طرح کہ پاک کرنے کا حق ہے۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے درخواست کی کہ کیا میں بھی ان لوگوں میں سے ہوں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے چادر کھینچتے ہوئے فرمایا تو اچھے مقام پر ہے۔

المحاسن والمساوی ص ۲۹۷۔ الکشف والبیان ص ۴۰۔ فرائد السمطین ص ۳۰۔ نظم درر السمطین ص ۱۳۳۔ القول الفصل جلد ۲ ص ۲۱۵۔

روایت حضرت عامر بن سعد:۔ (عبارت صفحہ نمبر ۳۲۵ کتاب ہذا)

البدایتہ والنهایتہ ج ۷ ص ۳۳۸۔ الاشرف ص ۱۰۔ الشرف المؤبد ص ۱۸۔ جلاء العینین

ص ۳۹۔ ارجح المطالب ص ۵۲۔ القول الفصل ج ۲ ص ۲۹۵۔ فتح البیان ج ۲۷۶۔ حسن الاسوۃ ص ۱۱۵۔ جالیۃ الکدر ص ۱۹۶۔ ینابیع المودۃ ص ۱۰۶۔ الجواہر الحسان ص ۲۹۴۔ المقتنی منہاج الاعتدال ص ۲۶۸۔ المواہب العلیۃ۔ نفحات اللاہوت ص ۵۹۔ رشفۃ الصاوی ص ۱۴۔ البیان والتعریف ج ا ص ۱۵۰۔ تیسیر الوصول ص ۲۶۰۔ السیرۃ النبویۃ ج ۳ ص ۳۲۹۔ اخبار الدول ص ۳۰۔ مشارق الانوار ص ۱۱۳۔ تہذیب التہذیب ۲ ج ص ۲۹۷۔ سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۱۹۰ الاصابۃ ج ۴ ص ۳۶۶۔ المواہب اللدنیہ ج ۷ ص ۴۔ مفحمات الاقران فی مبہمات القرآن ص ۳۲۔ المعتصر من المختصر ج ۲ ص ۲۶۶۔ السنن الکبریٰ ج ۱ ص ۱۵۰۔ ص ۶۳ جلد ۶۷ سطر ۲۱۔ نظم درر السمطین ص ۲۳۸۔ ذخائر المواریث ج ۴ ص ۲۹۳۔ تہذیب خصائص نسائی ص ۲۳۔ الجمع بین الصحیحین جلد ۴ ص ۱۱۳۰ الابتہاج ص ۱۹۲۔ آل بیت الرسول ص ۲۲۹۔ الرصف ص ۳۸۲۔ در منثور ص ۱۹۹ سطر ۲۔ آل محمد ص ۲۶۔ مسند فاطمہ ص ۲۶۔ توضیح الدلائل ص ۳۱۳۔ تاریخ دمشق ج ۴ ص ۲۰۴۔ تاریخ الاسلام ذہبی ص ۶۔ اہل البیت ص ۲۱۔ النہایۃ ج ا ص ۲۹۶۔ الریاض النضرۃ ج ۲ ص ۱۸۸۔ جامع الاحادیث جلد ۶ ص ۴۳۴۔ ذخائر العقبیٰ ص ۲۳۔ اسد الغابۃ ج ۴ ص ۹۴۔ انوار لمعہ ص ۱۹۹۔ موضح اوہام الجمع والتفریق ج ۲ ص ۲۸۱۔ معالم التنزیل ص ۲۱۳۔ الاستجلاب ص ۲۶۔ اخبار اصبہان ج ۲۱ ص ۱۰۸۔ اسباب النزول ص ۲۶۷۔ تاریخ مدینہ دمشق ص ۱۴۴ جلد ۲ تاریخ بغداد ج ۹ ص ۱۲۶۔ التاریخ الکبیر ج القسم ۲ ص ۷۰۔ تفسیر آیۃ المودت ص ۳۱۔ فضل آل البیت ص ۲۰۔ الحدائق جلد ا ص ۲۹۶ جامع البیان ج ۲۲ ص ۳۲۔ مسند احمد بن الحنبل ج ۶ ص ۲۹۸۔ صحیح الترمذی ص ۴۲۶ سطر ۲۴۔ علماء امام الائمۃ ص ۷۹ ۳۔ سعد الشموس والاقمار ص ۲۰۹۔ منتخب کنز العمال ج ۵ ص ۵۳۔ فتح الباری ج ۷ ص ۶۰۔ مرآت الجنان ج ا ص ۱۰۹۔ تلخیص المستدرک ج ۳ ص ۱۰۸۔ المتذکرہ ص ۲۲۔ المناقب خوارزمی ص ۶۳۔ المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۱۵۰ سطر ۲۶۔ الخصائص ص ۴۔ صحیح المسلم ج ۲ ص ۲۷۸ سطر ۳۔ نزل الابرار ص ۵۔ الاستیعاب ج ۲ ص ۲۱۵۔ ابوداؤد ج ۸ ص ۴۳ ۲۔ لئل البیت ص ۱۹۵۔ محاضرۃ الادء جلد اص ۳۴۵۔ الشمس ص ۹۹۔ فقہ کبیر ص ۷ ۳۳۔ مقاصد الطالب ص ۸۴۔ علم الکتاب ص ۲۶۳۔ انتقا الاحکام ص ۱۹۷۔ رفع اللبس والشبہات ص ۴۰۔ عقیدہ طحاویۃ ص ۳۱۱۔ ادراک ص ۳۹۔ وسیلۃ النجاۃ ص ۲۰۵۔

روایت حضرت سعد بن وقاص:۔

عن سعد بن ابی وقاص قال لما نزلت هذه الا یۃ فقل تعالو اندع ابناء نا دعا رسول الله علیا وفاطمة وحسنا وحسینا فقال اللهم هؤلاء اهل بیتی۔

(عبارت صفحہ نمبر ۳۲۵ کتاب ہذا)

حضرت سعد بن وقاص سے روایت ہے کہ جب آیہ مباہلہ نازل ہوئی تو رسول اکرم نے حضرت علی و حضرت فاطمہ اور حضرت حسنین کو بلایا اور فرمایا اے اللہ یہ ہیں میرے اہل بیت۔

اهل البیت ص ۱۹۵۔ محاضرۃ الادباء ج ۱ص ۳۲۵۔ الاتحاف ص ۱۵۴۔ الرصف ص ۳۸۲۔ تیسیر الوصول ج ۲ ص ۱۴۰۔ مختصر ص ۳۰۔ ذخائر المواریث ج ۱ص ۲۶۲۔ السیف الیمانی ص ۹۔ جامع الاصول جی ۳ ص ۳۲۹۔ بیہقی ج ۷ ص ۶۳ سطر ۱۸۔ المدارج ۲ ص ۳۲۲ سطر ۹۔ فتح البیان ج ۲ ص ۵۵۔ مصابیح السنہ ج ۲ ص ۲۷۸۔ ابو داؤد ج ۸ ص ۴۷۲۔ الاستیعاب ج ۲ ص ۲۰۱۵۔ منهاج السنہ ص ۴۔ در منثور ج ۵ ص ۱۹۸۔ نزل للابرار ص ۵۔ مسند حنبل ج ۳ ص ۲۵۹، ۲۸۵۔۱۵۱۔ تاریخ ذہبی ص ۶۔ قصہ کبیرہ ص ۷۳۳ سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۸۹۔ ضوء الشمس ص ۹۹۔ القول الفصل ج ۲ ص ۲۱۷۔ سعد الشموس ص ۲۰۹۔ البدایہ ج ۷ ص ۳۹ سطر ۲۲۔ منتخب کنز العمال ج ۵ ص ۵۴۔ کشاف ج ۱ص ۳۰۷۔ حسن الاسوہ ص ۳۲۔ فتح الباری ج ۷ ص ۶۰ الاصابہ ج ۲ ص ۵۰۳۔ تذکرہ ص ۳۲۔ مراۃ الجنان ج ۱ص ۱۰۹۔ سراج المنیر ج ۱ص ۱۸۲۔ معترک الاقران ج ۲ ص ۵۴۔ اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۵۔ الصواعق المحرقہ ص ۱۲۱ سطر آخر۔ مناقب خوارزمی ص ۶۳۔ خصائص نسائی ص۔ المستدرک ج ۳ ص ۱۰۸۔ دار التقدیر ص ۲۱ نفحات الاحوت ص ۵۴۔ مشکواۃ ج ۱ص ۵۶۸۔ تفسیر مظہری ج ۷ ص ۱۷۳ سطر ارجح المطالب ص ۳۱ و ۳۲ و ۶۳۔ خصائص نسائی ص۔ المستدرک ج ۳ ص ۱۰۸۔ دار التقدیر ص ۲۱ نفحات الاحوت ص ۵۴۔ مشکواۃ ج ۱ص ۵۶۸۔ تفسیر مظہری ج ۷ ص ۱۷۳ سطر ۸۔ ارجح المطالب ص ۳۱ و ۳۲ و ۶۳۔ کوکب دری ص ۱۲۹۔ مودۃ القربیٰ ص ۷۲۔ ادراک ص ۹۴۔ عقیدہ طحاویہ ص ۳۱۱۔ زلو المسیر ص ۳۹۹۔ مناقب عینی ص ۵۴۔ شواہد التنزیل ج ۱ص ۱۲۴۔ وسیلۃ النجاۃ ص ۲۰۵۔ علم الکتاب ص ۲۴۳۔ رفع اللبس ص ۴۰۔ انتقاء الافہام ص ۱۹۷۔ شفاء عیاض ج ۲ ص ۴۱۔ مقاصد الطالب ص ۸۴۔ المنتقیٰ ص ۱۸۸۔

روایت حضرت زید بن ارقم ﷺ

سئل عن اہل بیتہ نساء قال لا ایم اللہ ان المراۃ تکون مع الرجل العصر من الاحدثم یطلقھا فترجع الی ابیھا و قومھا اھل بیتہ اصلہ و عصبتہ الذین حرموا الصدقۃ بعدہ۔(صحیح مسلم ص ۲۰۲۰، ۲۸۰)

ترجمہ۔ کہ حضرت زید بن ارقم سے کسی نے سوال کیا کہ حضورؐ کے اہل بیت کون ہیں؟ کیا حضورؐ کی بیویاں؟ فرمایا نہیں خدا کی قسم تحقیق عورت مرد کے ساتھ کچھ زمانہ گزارتی ہے پھر طلاق دیتا ہے پس وہ اپنے باپ اور قوم کی طرف رجوع کرتی ہے اہل بیت آپؐ کے اصل اور آپ کے خاندان کے لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔

حضرت ابو سعید خدری:۔

(عبارت صفحہ نمبر ۳۲۶ کتاب ہذا

تاریخ الاسلام للذھبی ج ۳ ص ۶۔ القول الفصل ج ۲ ص ۲۰۷ فضل آل البیت ص ۲۰۔ تفسیر آیتہ المودت ص ۳۱۔ الشرف الموبد ص ۲۰۶۔ مشارق الانوار ص ۹۲۔ التبرالمذاب ص ۶۱۔ مختصر تاریخ دمشق جلد ۷ ص ۵ المواہب اللدنیتہ ج ۷ ص ۴۔ ارجح المطالب ص ۴۴ و ۵۴۔ ینابیع المودۃ ص ۸۸ سطر ۲۱۔ اسباب النزول ص ۲۶۶۔ الانوار المحمدیتہ ص ۴۳۴۔ تاریخ ابن عساکرج ۵۴ ص ۲۰۴۔ الصواعق المحرقۃ ص ۱۴۳۔ سطر ۱۹۔ نظم دررالسمطین ص ۲۳۸۔ مجمع الزوائید ج ۹ ص ۱۶۷۔ تفسیر طبری ج ۲۲ ص ۵ سطر ۹۔ احکام القران ج ۳ ص ۴۴۳۔ فتح القدیر ج ۴ ص ۲۷۰ سطر ۷۔ الحسن والحسین ص [illegible]۔ روح المعانی ج ۲۲ سطر ۱۶۔ معالم التنزیل ج ۵ ص ۲۱۳ سطر ۳۱۔ تاریخ بغداد ج ۹ ص ۱۶۲ سطر آخر لطحاوی ج اص ۳۳۲۔ در منثور ص ۱۹۸۔ سطر ۳۴۔ تفسیر خازن جلد ۵ ص ۲۱۳ سطر ۷ بحرالمحیط ج ۷ ص ۲۱۳۱ سطر آخر۔ تاریخ دمشق جلد اص ۲۵۰۔ الکامل جلد ۵ ص ۱۹۲۱۔ توضیح الدلائل ص ۳۱۴۔ الابتھاج ص ۱۹۲۔ الاستجلاب ص ۲۶۔

روایت حضرت ام سلمیٰ:۔

(عبارت صفحہ نمبر ۳۲۴ کتاب ہذا)

الابتھاج ص ۱۹۱۔ غایتہ المرام ص ۷۲۔ تفسیر آیتہ المودت ص ۱۱۔ الکامل جلد ۲ ص

۱۰۷۔ کنوز الحقائق ص ۲۶۔ ذخائر العقبیٰ ص ۲۱۔ القولالفصل ج ۲ ص ۱۹۸۔ اعراب القران جلد ۳ ص ۳۱۴۔ سیر اعلام النبلاء جلد ۱ص ۳۶۴۔ ینابیع المودۃ ص ۲۲۸۔ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۶۶۔ مقتل الحسینین ص ۵۲۔ آل بیت الرسول ص ۱۱۔ الحدائق جلد ۱ص ۳۹۶۔ منتخب کنزالعمال ج ۵ ص ۹۶۔ الاصابۃ ج ۱ص ۳۲۹۔ الکنیٰ والاسماء ج ۲ ص ۱۲۱۔ الاعتقاد ص ۲۱۲۔ التبرالمذاب ص ۶۲۔ رسول اللہ فی القران ص مسند احمد بن الجبل ج ۳۰ ص ۳۰۔ المعجم الکبیر جلد ۲۳ ص ۳۲۷۔ مانزل من القران ص ۱۷۵۔ علی امام الائمۃ ص ۳۷۹۔ عیون الاخبار ص ۲۱۔ الاوائل ص ۵۴۔

راوایت دوم:۔

رشفۃ الصادی ص ۳۰۔ صواعق محرقۃ ص ۱۴۴ سطر ۲۔ کنزالعمال ج ۶ ص ۲۱۷۔ القول الفصل ص ۱۸۵۔ منتخب ابن عساکر ج ۴ ص ۲۰۴۔ مسند احمد بن حنبل ج ۶ ص ۳۲۳۔ درمنثور سطاروح المعانی ۲۲ ص ۱۴ سطر ۷۔ منتخب کنزالعمال ج ۵ ص ۹۶۔ مجمع الزوائد ج ص ۱۶۶ سطر ۱۴۔

روایت سوم:۔

صواعق محرقہ ص ۱۴۴ سطر ۴۔ جامع الاصول ج ۱۰ ص ۱۰۰۔ روح المعانی ج ۲۲ ص ۱۴ سطر ۱۰:۲ تفسیر ابن کثیرج ۳ ص ۴۸۵ سطر تفسیر خازن ج ۵ ص ۲۱۳ سطر ۱۳ تفسیر طبری ج ۲۲ ص ۶۔

روایت چہارم:۔

عن عطاء بن ابی رباح قال حدثنی من سمع ام سلمۃ تذکر ان النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کان فی بیتھا فاتت فاطمۃ ببرمتہ فیھا خزیرۃ فدخلت بھا علیہ فقال لھا ادعی زوجک و ابنیک قالت فجاء علیؑ والحسنؑ والحسینؑ فدخلوا علیہ فجلسوا یا کلون من تلک الخزیرۃ وھو علی منامۃ لہ وکان تحتہ کساء لہ خیری قالت وانا اصلی فی الحجرۃ فانزل اللہ عزوجل ھذہ الا یۃ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اهل البیت و یطھر کم تطھیرا قالت فاخذ فضل الکساء فغشاھم بہ ثم اخرج یدہ فالوی بھا الی السماء ثم قال اللھم ھؤلاء اهل بیتی و خاصتی فاذھب

عنہم الرجس و طہرھم تطہیرا۔ قالت فادخلت راسی البیت فقلت و انا معکم یا رسول اللہ قال انک الی خیر انک الی خیر۔

(مسند احمد بن حنبل ص ۲۹۲ ج ۶)

حضرت ام سلمہ ذکر فرماتی ہیں کہ تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میرے گھر میں تھے کہ حضرت فاطمہ تشریف لائیں آپ کے پاس ایک برتن تھا۔ جس میں حلوہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پیش کیا حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے شوہر اور اپنے بچوں کو بلاؤ پس حضرت علی علیہ السلام اور حسنین علیہم السلام تشریف لائے۔ اس حلوہ کو سب نے مل کر کھایا اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنی خواب گاہ میں تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نیچے ایک چادر خیبری تھی۔ جناب ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں اس حجرے میں نماز پڑھ رہی تھی پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ **اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰہُ لِیُذھِبَ عَنکُمُ الرِّجسَ اَھلَ البَیتِ وَیُطَھِّرَکُم تَطھِیرا۔** پس حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس چادر کا پلہ پکڑ کر ان کو اس میں چھپا لیا پھر اپنا ایک ہاتھ نکالا اور اس کو آسمان کی طرف بلند کیا پھر کہا اے اللہ یہ ہیں میرے اہل بیت اور یہ ہیں میرے "خاص" بس ان سے رجس کو دور لے جا اور پاک کر ان کو پاک کرنا یہ دعا حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دو دفعہ فرمائی ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنا سر اس مقام میں داخل کیا اور عرض کی کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں آپ کے ساتھ ہوں؟ فرمایا تحقیق تو نیک ہے۔

مسند احمد بن حنبل جلد ۶ ص ۲۹۸۔ ص ۳۰۴۔ البیان والتعریف ص ۲۹۔ ذخائر العقبیٰ ص ۲۳۔ رشفۃ الصلوٰی ص ۱۲۔ الفصول المھمۃ ص ۸ سطر ۷۔ صواعق محرقہ ص ۱۴۳ سطر آخر۔

روایت پنجم

شہر بن حوشب فرماتے ہیں کہ جب شہادت امام حسین علیہ السلام کی خبر مدینے میں پہنچی تو یہ خبر سن کر ام المومنین جناب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ خدا اہل عراق پر لعنت فرمائے۔ انہوں نے امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا خدا انہیں قتل فرمائے وہ امام حسین علیہ السلام کی شان سے واقف نہ تھے۔ حالانکہ میں نے ایک دن ان آنکھوں سے دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ایک دن حضرت فاطمہ علیہا السلام کے گھر آئے اور انہیں فرمایا ذرا اپنے میاں اور دونوں بیٹوں کو تو بلاؤ" جب وہ حضرت تشریف لے آئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ و

آلہ وسلم نے سب پر خیبری چادر نچھاور فرما کر فرمایا **اللھم اھلی اذھب عنھم الرجس و طھرھم تطھیرا۔**

تفسیر در منثور ص ۱۹۸ سطر ۹' تفسیر ابن کثیر جلد ۵۳ ص ۴۸۳ سطر ۷' تفسیر فتح القدیر جلد ۴ ص ۲۷۰ سطر ۲۱' اسباب النزول ص ۲۶۷' ذخائر العقبیٰ ص ۲۳' فتح البیان جلد ۷ ص ۳۶۳ سطر ۲' تفسیر طبری جلد ۲۲ ص ۵ سطر ۱۹' مشکل الاثار ص ۳۳۲' مسند احمد بن حنبل جلد ۶ ص ۲۹۲' سیرت دحلانیہ جلد ۳ ص ۳۳۰ سطر ۱۰' المعجم الکبیر جلد ۲۳ ص ۳۲۷' ما نزل من القرآن ص ۱۷۵' علی امام الائمہ ص ۳۷۹' عیون الاخبار ص ۳۱' الاوائل ص ۵۴' الاعتقاد ص ۲۳' البتر المذاب ص ۶۴' رسول اللہؐ فی القرآن ص ۲۰۰' توضیح الدلائل ۱۲۶' آل محمد ص ۶۴' تبصرۃ المبتدی ص ۲۰۰' آل بیت الرسولؐ ص ۱۱' الحدائق ص ۳۹۶' سیر اعلام النبلاء جلد ا ص ۳۴۶' اعراب القرآن جلد ۳ ص ۳۱۳' الابتھاج ص ۱۹۱' غایۃ المرام ص ۲۷' تفسیر آیۃ المودت ص ۱۱' توضیح الدلائل ص ۳۱۷' الکامل جلد ۳ ص ۱۷۰' اہل بیت ص ۱۵۔

روایت ششم

حضرت عطیہ حضرت ابو سعید خدری اور وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت فرماتے ہیں کہ ام المومنین بیان فرماتی ہیں کہ جب آیہ تطہیر نازل ہوئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام' حضرت فاطمہ' حضرت حسن اور حضرت حسین علیہم السلام کو بلایا تو ان پر خیبری چادر نچھاور کر کے فرمایا **اللھم ھولاء اھل بیتی اللھم اذھب عنھم الرجس** حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے درخواست کی کہ کیا میں بھی ان سے ہوں؟ تو حضور نے فرمایا تم اچھائی کی طرف ہو۔

یہی روایت حضرت ام سلمیٰؓ سے محمد بن شیرین اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کی ہے۔

تفسیر طبری جل ۲۲ ص ۶ سطر ۱' تیسیر الوصول ص ۱۴۰' فتح البیان جلد ۷ ص ۲۷۶' جامع الاصول جلد ۱۰ ص ۱۰۰' حدیث ۶۶۸۹' صواعق محرقہ ص ۱۴۴' سطر ۴' الاشرف ص ۱۰' حسن الاسوۃ ص ۱۵۵۔

معقل بن یسار حضرت ام سلمیٰ سے اس جیسی روایت بیان فرماتے ہیں معالم التنزیل ص ۲۱۳ سطر ۲۵' الاصابہ جلد ۴ ص ۳۶۶' المستدرک جلد ۳ ص ۱۴۶ سطر ۱۷' تلخیص سطر آخر' ترمذی

شریف ص ۵۴۱ سطر ۱۲ ص ۴۲۲ سطر ۲ سنن بیہقی جلد ۲ ص ۱۵' سطر ۱۱' لطحاوی شریف ص ۲۳۲ جلد ۱' جلاء العینین ص ۳۹' القول الفصل ص ۱۹۲' فتح القدیر جلد ۲ ص ۲۷۰' سطر ۲۸' جامع الاصول جلد ۱۰ ص ۱۰۰''' حدیث ۶۶۸۷ ام سلمہ ص ۱۲ تفسیر طبری جلد ۲۲ ص ۶ سطر ۵' تفسیر خازن جلد ۵ ص ۲۱۳ سطر ۱۳' معالم التنزیل ص ۲۱۳' القول الفصل ص ۱۸۷' لطحاوی جلد ۱ ص ۳۳۲' ینابیع المودت ص ۸۸ سطر ۷ ص ۱۹۰' سطر ۲۰' جامع الاصول جلد ۱۰ ص ۱۰۰' حدیث ۶۶۸۹' تاریخ بغداد و جلد ۹ ص ۱۲۶' القول الفصل جلد ۲ ص ۱۶۵' المعجم الصغیر ص ۳۴' تفسیر روح المعانی جلد ۲۲ ص ۱۴ سطر ۵' الکنی والاسماء جلد ۲ ص ۱۲۱' تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۴۸۵ سطر ۲۳۱۔

عبداللہ بن ابی ریاح حضرت ام سلمہ سے یہی روایت بیان فرماتے ہیں سیرت دحلانیہ جلد ۳ ص ۳۲۹' فتح البیان جلد ۷ ص ۲۷۶' فتح القدیر جلد ۴ ص ۲۷۲' سطر ۲۸' الشرف المؤید ص ۱۸۔

روایت عطیہ

حضرت عطیہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حضرت علی و فاطمہ کے پاس تشریف لائے اور کہا کہ حسنین کو لاؤ جب وہ بھی تشریف لائے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان سب پر چادر نچھاور کر کے فرمایا **اللھم ھؤلاء اھل بیتی فاذھب عنھم الرجس و طھرھم تطھیرا۔** اسد الغابہ ص ۴۱۳ جلد ۳' الاصابہ ص ۲۷۹۔

روایت حضرت قتادہ

حضرت قتادہ آیہ تطہیر کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس آیت سے مراد اہل بیت ہیں جنہیں خدا نے ہر نجاست سے پاک فرمایا ہے اور جنہیں اپنی رحمت سے مختص فرمایا ہے۔

ضحاک بن مزاحم اس بارے میں روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ ہم اہل بیت وہ ہیں جنہیں خدا نے طاہر فرمایا ہے ہمیں نبوت کا شجرہ رسالت کا مقام' ملائکہ کا مرکز' علم خزانہ اور رحمت کا گھر قرار دیا ہے۔

تفسیر در منثور ص ۱۹۹' سطر ۲۰' تفسیر طبری جلد ۲۲ سطر ۳' خازن جلد ۵ ص ۲۱۳' سطر ۷' مظہری جلد ۷ ص ۳۷۱' سطر ۴' معالم التنزیل جلد ۵ ص ۲۱۳' سطر ۳۰' فتح القدیر جلد ۴ ص ۲۷۰' سطر ۷' تفسیر حقانی ص ۲۴۔

روایت حضرت جعفر بن ابی طالب

حضرت جعفر بن ابی طالب بیان فرماتے ہیں کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دیکھا کہ ان پر وحی آ رہی ہے تو آپ نے زور زور سے پکارا۔ میرے لیے بلاؤ میرے لیے۔ حضرت صفیہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کسے بلائیں؟ آپ نے فرمایا میرے اہل بیت یعنی، علی، فاطمہ، حسن اور حسین کو جب انہیں بلایا گیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان پر چادر نچھاور کی پھر آپ نے اپنے ہاتھ بلند کیے اور کہا اے میرے اللہ یہ میری آل ہے تو محمد و آل محمد پر رحمت بھیج تو خدا نے اسی وقت آیہ تطہیر نازل فرمائی۔

القول الفصل ص ۱۸۵، الکشف والبیان ص ۴۰، المستدرک جلد ۳ ص ۱۴۸، سطر، تلخیص سطر آخر۔

روایت حضرت علی علیہ السلام (عبارت صفحہ نمبر ۳۲۶ کتاب ہذا)

عن علی قال نحن اھل البیت قدا ذھب اللہ عز و جل عنا الفواحش ما ظھر منھا و ما بطن

جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہم ہی اہل بیت ہیں جن سے کہ خدا عزو جل نے ظاہر و باطن کی برائیاں دور کیں۔

(ارجح المطالب ص ۶۱، سطر ۳)

روایت حضرت امام حسنؑ

عن الحسن بن علی قال نحن اھل بیت الذی قال اللہ تعالیٰ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھر کم تطھیرا۔

جناب امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ اہل بیت ہم لوگ ہیں جن کے حق میں آیہ تطہیر نازل ہوئی ہے۔

کفایتہ الطالب ص ۱۳، تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۴۸۶، سطر ۲۸، ینابیع المودت ص ۸۸ سطر ۵، ارجح المطالب ص ۶۴، سطر ۶، النبز المذاب ص ۷۰، الاستجلاب ص ۲۷، آل محمدؐ ص ۱۵۴۔

روایت حضرت صبیح

صبیح مولی ام سلمۃ قال کنت بباب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

فجاء علی و فاطمۃ والحسن والحسین فجلسوا فجللهم النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بکسائہ الخیبر۔

حضرت ام سلمہ کے غلام صبیح سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے گھر کے دروازہ پر ایک دن موجود تھا۔ اتنے میں حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین علیہم السلام تشریف لائے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان کو اپنی خیبری چادر اوڑھا دی۔

ینابیع المودت ص ۸۳، سطر ۱۱، ترجمہ ص ۱۳۳، الاصابہ جلد ۲ ص ۱۲۹، مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۶۹ سطر ۱۱

روایت حضرت عبداللہ بن عباس

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اللہ قسم الخلق قسمین فجعلنی فی خیر ھما تھما فذالک قولہ و اصحاب الیمین و اصحاب الشمال فانا من اصحاب الیمین وانا خیر اصحاب الیمین ثم جعل المیمنۃ اثلاثا فجعلنی فی خیر ھا ثلثا فذالک قولہ و اصحاب المیمنۃ ما اصحاب المیمنۃ و اصحاب المشئمۃ و اصحاب المشئمۃ و السابقون و السابقون فانا من السابقین وانا خیر السابقین ثم جعل الا ثلاثا قبائل فجعلنی فی خیرتھا قبیلۃ و ذالک قولہ و جعلنا کم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم وانا اتقی ولد آدم و اکرمھم علی اللہ تعالی ثم جعل القبائل بیوتا فذالک قولہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا فانا و اھل بیتی مطھرون من الذنوب

ترجمہ: ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا تحقیق اللہ تعالی نے مخلوق کو دو قسموں پر تقسیم کیا اور مجھے بہترین قسم میں داخل کر دیا یہ مطلب ہے اصحاب الیمین و اصحاب شمال کی آیت کا پھر دو قسموں کے تین حصے بنا دیئے اور مجھے بہترین ثلث میں کر دیا ہے یہ مطلب ہے اصحاب میمنہ اور اصحاب المشئمہ اور السابقون کی آیت کا بس میں سابقون سے اور تمام سابقوں سے بہتر ہوں پھر ان تین حصوں کو قبائل میں تقسیم کیا اور مجھے بہترین قبیلے میں داخل کر دیا اور یہ ہے مطلب و جعلنا کم شعوبا و قبائل کی آیت کا اور تم تمام ولد آدم سے پرہیز گار اور اللہ

کے نزدیک بزرگ ہو پھر قبائل کو بیوت بنایا اور مجھے بہترین بیت میں پیدا کیا اور یہ مطلب ہے انما یرید اللہ کی آیت میں "بیت" کا پس میں اور میرے اہل بیت گناہوں سے پاک کئے گئے ہوں۔

روح المعانی جلد ۲۲ ص ۱۳ سطر ۲۷، فتح القدیر جلد ۴ ص ۲۷۱ سطر ۲۶ فتح البیان جلد ۷ ص ۳۶۵ سطر ۲۱ تفسیر آیتہ المودت ص ۴۵ دلائل النبوۃ جلد ۱ ص ۱۷۰ آل محمد ص ۱۲۱۔

روایت حضرت عبداللہ بن عیاش

سعید بن عمرو بن عاص نے کہا میں نے عبداللہ بن عیاش ابی ربیعہ سے کہا میرے چچا کے فرزند لوگوں کا جھکاؤ علیؑ کی طرف کیوں ہے کہا اے بھائی کے فرزند علیؑ علم کے ماہر، خاندان میں خاص مقام سب سے پہلے اسلام لانے والے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد، سنت میں بصیرت رکھتے ہیں، جنگ میں بہادر، خیرات دینے میں سخی، آیت انما کے نزول کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاطمہؑ، علیؑ اور حسنؑ اور حسینؑ کو ام سلمٰی کے گھر میں جمع کیا فرمایا میرے پالنے والے یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے ناپاک چیز کو دور رکھ۔ الریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۰۲۔

روایت حضرت زینب

عن زینب ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لما رائے الرحمتہ ھابطتہ من السماء قال من یدعولی علیا و فاطمتہ و حسنا و حسینا قالت زینب انا یا رسول اللہ فدعتھم فجعلھم فی کسائہ فنزل جبرئیل بھذہ الآیتہ و دخل معھم فی الکساء

زینب سے روایت ہے کہ رسولؐ اللہ نے جب آسمان کی جانب سے نزول رحمت خداوندی کو ملاحظہ فرمایا تو کہا مجھے کون علیؑ، فاطمہؑ، حسینؑ اور حسین بلا کر دیتا ہے میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ میں بلا کر لاتی ہوں میں ان حضرات کو بلا کر لائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنی چادر کے اندر داخل کر لیا اور جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے اور ان ذوات مقدسہ کے ساتھ وہ بھی چادر کے اندر چلے گئے۔

(ینابیع المودت ص ۸۹ سطر ۱)

روایت حضرت عبداللہ بن ابی طالب

عن عبداللہ بن ابی طالب لما نظر رسول اللہ الی الرحمتہ ھابطتہ قال ادعولی ادعولی فقالت صفیتہ من یا رسول اللہ قال اھل بیتی علیا و فاطمتہ والحسن والحسین فالقی علیھم النبی کسا ثم رفع یدیہ ثم قال الیھم ھؤلاء الی فضل علی محمد آل محمد وانزل اللہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھر کم تطھیرا

کہ حضورؐ نے جب نور رحمت خاصہ کا نزول دیکھا تو فرمایا میرے لئے بلاؤ میرے لئے بلاؤ بی بی صفیہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس کو؟ فرمایا میرے اہل بیتؑ کو یعنی علیؑ، فاطمہؑ، حسینؑ و حسینؑ کو پس وہ لائے گئے حضورؐ نے ان پر چادر تطہیر ڈالی پھر ہاتھ اٹھائے اور فرمایا اے اللہ یہ ہے میری آل بس صلواۃ بھیج اوپر محمدؐ اور آل محمدؐ کے اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیتہ انما یرید اللہ...... الخ نازل فرمائی۔

(مسند احمد بن حنبل جلد ٦ ص ۲۹۸)

روایت حضرت فاطمہ

عن فاطمتہ علیھا السلام انھا زارت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فبسط ثوبا فاجلسھا علیہ ثم جاء ابنھا الحسن فاجلسہ ثم جاء الحسین فاجلسہ ثم جاء علی فاجلسہ معھم ثم ضم الثوب علیھم ثم قال ھؤلاء اھل بیتی وانا منھم اللھم ارض عنھم کما انا عنھم راض۔

فاطمہ علیہا السلام سے روایت ہے کہ آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک روز ملاقات کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی خاطر کپڑا بچھایا اور آپ کو اس کے اوپر بٹھایا پھر آپؑ کے فرزند امام حسنؑ تشریف لائے رسول اللہؐ نے ان کو بٹھا دیا پھر امام حسینؑ تشریف لائے ان کو بھی بٹھا دیا پھر امام علیؑ تشریف لائے ان کو بھی ساتھ بٹھالیا پھر آپؐ نے ان پر کپڑا ڈال دیا اور فرمایا اے میرے پالنے والے یہ میرے اہل بیتؑ ہیں میں ان حضرات سے ہوں اے میرے اللہ تو ان سے راضی ہو جا جس طرح میں ان سے راضی ہوں۔

(ینابیع المودت ص ۲۱۲ حدیث نمبر ۵)

قول حضرت کلبی

آیہ تطہیر کے ذیل میں حضرت کلبی فرماتے ہیں کہ اہل بیت حضرت علیؑ حضرت فاطمہؑ حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ ہیں۔

(رسول اللہ فی القرآن ص ۴۲۱ مصر)

مرسل عبارات

شرح حدیدی جلد ۲ ص ۴۵۱ سطر ۲۱ آل بیت الرسول ص ۵۶ فقہ سیرت نساء النبی ص ۱۵۵ شجرۃ الکون ص ۷۲ مسند فاطمہ ص ۷۲ علم الحدیث ص ۲۶۷ شرح مقاصد جلد ۲۔

روایت حضرت صفیہ

جناب صفیہ بیان فرماتی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایک بار رحمت ایزدی کا نزول دیکھا تو فرمایا بلاؤ بلاؤ، صفیہ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کسے بلائیں فرمایا میرے اہل بیت علی، فاطمہ، حسن اور حسین کو چنانچہ جب وہ تشریف لائے تو آپ نے انہیں دامن عبا میں لے کر دعا کے لئے ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا **اللھم ھؤلاء آلی وصل علی محمد و آل محمد** اسی وقت خدا نے آیت تطہیر نازل فرمائی۔

(المستدرک جلد ۳ ص ۱۴۷)

در بتول پر ہر روز آنا

حضرت ابن نجار کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہر روز صبح کی نماز کے وقت حضرت فاطمہ کے گھر آتے اور الصلوٰۃ الصلواۃ فرماتے۔

(الوفاء الوفاء جلد ۱ ص ۳۳۱)

چالیس دن آنا

الاشراف ص ۹ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۶۹ سطر ۴ المناقب للخوارزمی ص ۳۴ سطر ۲ در منثور ص ۱۹۹ سطر ۲۴ ارجح المطالب ص ۵۳۔

چھ ماہ تک آنا

ترمذی شریف ص ۵۴۱ سطر ۱۰۰ نزھتہ المجالس ج ۲ ص ۲۲۲ حسن الاسوۃ ص ۱۱۵ فضل آل البیت ص ۲۰ مسند ابو محمد ص ۱۶۱ الکامل جلد ۵۴ ص ۱۸۴۲ الوصول ص ۲۹۰ بلوغ الامانی ج ۱۸ ص ۲۳۸ ینابیع المودۃ ص ۸۸ سطر ۱۶ غایت المرام ص ۲۷ جامع الاحادیث جلد ۸ ۴۷ الشرف المئوبد ص ۷۰۶ القول الفصل ج ۲ ص ۲۲۷ اللوامع ص ۱۰۱ تفسیر آیہ المودت ص ۳۳ تہذیب الکمال جلد ۲۲ ص ۲۴۴ الاشراف ص ۹ مشارق الانوار ص ۱۱۳ توضیح الدلائل ص ۳۱۴ المتفق و المفترق جلد ۱۴ ص ۱۵۱ ذخائر المواریث ج ۱ ص ۳۸ فتح البیان ج ۷ ص ۳۶۵ سطر ۱۴ آل محمد ص ۷۸ البدایتہ و النھایتہ ج ۸ ص ۲۰۵ تفسیر ابن کثیر ج ۸ ص ۲۷ منتخب کنز العمال ج ۵ ص ۹۶ تاریخ الاسلام الذھبی ج ۲ ص ۹۷ اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۲۱ المعجم الکبیر ص ۱۳۴ شفاء الغرام ج ۲ ص ۳۵۹ مسند احمد بن الحنبل ج ۳ ص ۲۵۹ ابو داؤد ص ۲۷۴ ج ۸ طحاوی ج ۱ ص ۱۳۲ مرقاۃ ج ۱۱ ص ۷۱ ۳ شواھد التنزیل ج ۲ ص ۱۱-۹۱ در منثور ج ۵ ص ۱۹۹ تفسیر الخازن ج ۵ ص ۳۱۳ سطر ۱۷ جامع الاصول ج ۱۰ ص ۱۰۱ تفسیر الطبری ج ۲۲ ص ۵ سطر ۱۶ الحسن و الحسین ص ۶ مطالب السئول ص ۲۵ سطر ۱۴ مستدرک ج ۳ ص ۱۵۸ سطر ۱۱ تلخیص سطر۔

سات ماہ آنا

حضرت ابو الحمرا فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سات ما تک نماز فجر کے وقت حضرت علی و حضرت فاطمہ کے دروازے پر آتے اور فرماتے تھے الصلوٰۃ الصلوٰۃ۔ الحسن و الحسین ص ۷ کفایت الطالب ص ۱۲ طبری تفسیر ج ۲۱۲ ص ۵ سطر ۲۱۲ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۸۳ سطر ۲۱۲ میزان الاعتدال ج ۱۲ ص ۱۷ سطر ۱۷ البدایہ ج ۵ ص ۳۲۱ سطر ۱۵ منتخب ذیل المذیل ص ۸۳ ینابیع المودۃ ص ۱۹۰ سطر ۱۹ اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۷۴ فتح البیان ج ۷ ص ۳۶۶ سطر ۶ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۱۲۱ سطر ۷ المنقول الفصل ص ۱۲۱۲۹ وفاء الوفاء ج ۱ ص ۳۱۹ طحاوی ج ۱ ص ۳۳۱۲ فتح القدیر ج ۴ ص ۱۲۷۱ ترمذی ج ۱۴ ص ۵۴۱ ج ۸ ص ۵۵۰۔

روایت حضرت ام سلمہ

عن ام سلمتہ قالت نزلت ھذا الایتہ فی بیتی انما یرید اللہ الخ و فی البیت سبعتہ جبرائیل و میکائیل علیھما السلام و رسول اللہ و علی و فاطمہ و الحسن و الحسین

علیھم السلام وانا علی. یا ب البیت فقلت یا رسول اللہ الست من اھل البیت قال انک الی خیر انک من ازواج النبی۔

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ آیہ تطہیر میرے گھر میں نازل ہوئی جبکہ گھر میں سات افراد تھے جبرائیل، میکائیل خود رسول خدا، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین علیہم السلام اور میں گھر کے دروازے پر تھی میں نے عرض کیا کہ یا حضرتؐ کیا میں اہل بیت میں سے نہیں ہوں فرمایا کہ تم خیر پر ہو، تم ازواج نبیؐ سے ہو۔

نو ماہ آنا

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ جب قرآن مجید کی آیہ آیت **وامر ھلک با لصلوۃ** نازل ہوئی تو رسول اکرمؐ نو ماہ تک حضرت علی و حضرت فاطمہ علیہما السلام کے دروازے پر ہر نماز کے وقت تشریف لاتے رہے اور یہ فرماتے رہے **الصلوۃ رحمکم اللہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھر کم تطھیرا**

فتح البیان جلد ۶ ص ۲۰۵ مناقب خوارزمی ص ۳۴۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں نے نو ماہ تک رسول اکرمؐ کو دیکھا کہ وہ ہر نماز کے وقت حضرت علی کے دروازے پر تشریف لاتے اور آیت تطہیر کی تلاوت فرماتے۔

حضور اکرمؐ یہ عمل پانچوں نمازوں کے وقت ادا فرماتے تفسیر در منثور ص ۱۹۹ سطر ۳۰ المراغی جلد ۱۲۱۲ ص ۷ سطر ۸ ارجح المطالب ص ۵۴ مناقب عشرہ ص ۱۹۴

ثانی عشرھا آیتہ و امر اھلک بالصلوۃ و اصطبر علیھا فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یجئ الی باب علی و فاطمتہ علیھم السلام بعد نزول ھذہ الا بہ تسعت اشھر کل یوم عند حضور کل صلوات خمس مرات فیقول الصلوٰۃ یرحمکم ابو الحسن الحمدللہ الذی بھذہ الکرامت العظمی فقال مامون و العلماء جزا کم اللہ انتم اھل البیت عن ھذا الامتہ

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ کی) آیت **وَامُرْ اَھلَکَ بِالصَّلوٰۃِ وَاصطَبِر عَلَیھَا** اس آیت کے نزول کے بعد رسول اللہ ہر پانچ نماز کے وقت حضرت علی اور حضرت فاطمہ علیہما السلام کے دروازے پر آ کر فرماتے تھے الصلوٰۃ علیکم یرحمکم اللہ۔ نماز ادا کرو خدا تم پر رحمت نازل کرے۔

ابوالحسن (علی) علیہ السلام نے کہا اللہ کی حمد ہے جس نے ہمیں اس کرامت عظمٰی کے ساتھ مخصوص کیا۔

مامون اور علماء کہنے لگے اللہ آپ کو اس کی جانب سے جزائے خیر عطا کرے تم اہل بیت ہو۔ ہم مشتبہ مسئلہ کی شرح اور بیان تمہارے سوا اور کہیں نہیں ڈھونڈ سکتے۔

(ینابیع المودت ص ۳۸)

چھ ماہ آنا

حضرت ابو الحمراء سے روایت ہے کہ میں نے حضور اکرمؐ کو چھ ماہ تک دیکھا کہ وہ حضرت علی و حضرت فاطمہ علیہما السلام کے در پر تشریف لاتے اور اس آیت **انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس** کی تلاوت فرماتے۔

در منثور ص ۱۹۹ سطر ۲۳ مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۱۲۱ سطر ۷ ص ۱۶۸ سطر آخر' تاریخ اسلام ذھبی جلد ۱۲ ص ۹۷۔

آٹھ ما آنا

حضرت ابو الحمراء فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرمؐ کو مدینہ منورہ میں دیکھا کہ وہ بلا ناغہ آٹھ ماہ تک صبح کی نماز کے وقت حضرت علی و حضرت فاطمہ علیہما السلام کے دروازے پر آتے اور الصلوٰۃ الصلوٰۃ فرماتے۔

(تفسیر در منثور ص ۱۹۹ سطر ۱۲)

عن انس بن مالک و عن زید بن علی بن الحسین عن ابیہ عن جدہ رضی اللہ عنھم قال کان النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم یاتی کل یوم باب فاطمۃ عند صلوٰۃ الفجر فیقول الصلوٰۃ یا اھل بیت النبوۃ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھر کم تطھیرا تسعۃ اشھر بعد ما نزلت و امرا ھلک بالصلوٰۃ و اصطبر علیھا وروی ھذا الخبر عن ثلثمائۃ من الصحابۃ

ترجمہ: کتاب "مودۃ القربیٰ" میں انس بن مالک اور زید بن علیؓ بن حسینؓ آپ اپنے باپ سے آپ کا باپ آپ کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر

روز صبح کی نماز کے وقت جناب فاطمہ کے دروازے پر تشریف لاکر فرماتے تھے اے اہل بیت نبوت نماز پڑھو۔ اللہ تعالیٰ نے (اے) اہل بیت پکا ارادہ کر رکھا ہے کہ تم سے نجاست کو دور رکھے اور تمہیں ایسا پاک کرے جیسا پاک کرنے کا حق ہے۔

اس آیت وَامُرْ اَھلَکَ بِالصَّلٰوۃِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْھَا اپنے اہل کو نماز کا حکم دو اور خود بھی نماز کے پابند رہو کے نازل ہونے کے بعد نو ماہ تک ایسا عمل کرتے رہے اس حدیث کو تین سو صحابہ نے روایت کیا ہے۔

نو ماہ آنا
روایت حضرت علی بن حسین

عمدۃ الاخبار ص ۷۸ خلاصۃ الوفاء ص ۲۱۳ تحقیق النصرہ ص ۷۵ تاریخ مدینہ منورہ جلد ۱ ص ۳۳۱ ینابیع المودت ص ۱۴۳ سطر آخر تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۴۸۶ سطر ۳۰ تفسیر طبری جلد ۲۲ ص ۶ سطر ۳۰ صواعق محرقہ ص ۱۵۲ فضل آل البیت ص ۱۳۶ ارجح المطالب ص ۶۳۔

سترہ ماہ آنا

حضرت ابو برزہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور اکرمؐ کے ساتھ سترہ ماہ نماز پڑھی۔ حضور اکرمؐ جب بھی اپنے گھر سے نکلتے تو سیدھے حضرت فاطمہ کے در پر تشریف لاتے اور یوں فرماتے الصلوۃ علیکم انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس

(مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۶۹ سطر ۱)

جناب آیۃ اللہ فاضل لنکرانی آیت تطہیر کے ص ۶۵ سطر ۳ پر تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر میں تھے کہ آپ کی دختر حضرت فاطمہ ایک پتھر کے برتن میں ایک کھانے کی چیز لائیں۔ وہ غذا آٹا، گھی اور کچھ گوشت ملا کر پکائی جاتی ہے۔ آنحضرت نبی اکرم نے فرمایا "بیٹی! اپنے شوہر اور فرزندوں کو بھی بلا لایئے تاکہ سب مل کر کھائیں" چنانچہ دستر خوان بچھ گیا (علی اور حسنین علیہم السلام آ گئے) نبی اکرم اپنے بستر پر تشریف فرمات تھے جس پر ایک خیبری چادر بچھی تھی۔ میں ایک طرف نماز پڑھنے میں مشغول تھی۔ (یا دعا کر رہی تھی) اس اجتماع میں آیت **انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس..... نازل** ہوئی" (ام سلمہ فرماتی ہیں "اس آیت کے نزول پر حضورؐ نے اس چادر کے دامن میں جو آپ کے پاس تھی، ان عزیزان کو ڈھانپ لیا۔ اپنا دست مبارک آسمان کی طرف بلند کیا اور فرمایا "اے میرے اللہ! یہ چاروں افراد میرے اہل بیت اور میرے مخصوص افراد ہیں۔ خداوند! ان سے ہر پلیدی کو دور رکھ اور ان کو بہترین انداز سے پاک فرما' (ام سلمہ کہتی ہیں) اس دعا پر میں نے اپنا سر نزدیک کیا اور عرض کی یا رسول اللہ! کیا میں بھی آپ کی اس دعا میں شامل ہوں؟" آنحضرتؐ نے فرمایا: "نہیں! لیکن تیرا انجام بھی بہتر ہے"

۲۔ حکیم بن سعید کہتے ہیں کہ "ایک مرتبہ ہم نے حضرت ام سلمہ کے سامنے حضرت علی کا ذکر کیا تو حضرت ام سلمہ نے اس مناسبت سے آیت تطہیر **انما یرید اللہ .....**) کا بیان شروع کر دیا اور فرمایا "یہ آیت میرے گھر میں نازل ہوئی تھی۔ ایک روز رسول اکرم کی پذیرائی کا افتخار میرے نصیب میں تھا۔ رسول اکرم تشریف لائے اور فرمایا اے ام سلمہ کسی کو اندر آنے کی اجازت نہ دینا' کہ اتنے میں حضرت فاطمہ تشریف لائی۔ مجھ سے یہ ممکن نہ تھا کہ انہیں ان کے والد بزرگوار کے پاس جانے سے روکتی۔ پس حضرت فاطمہ اندر چلی گئیں۔ اسی طرح حضرت حسن، حسین و علی علیہم السلام باری باری آنحضرت کے پاس تشریف لائیں۔ یہ سب حضرات میرے گھر میں اور میرے بستر پر تشریف فرما تھے کہ آیت نازل ہوئی۔

"نبی اکرم نے اس چادر سے ان تمام کو ڈھانپ لیا اور فرمایا: پروردگار! میرے اہل بیت ان کے علاوہ اور کوئی نہیں۔ ان سے ہر پلیدی کو دور رکھ اور ان کو مکمل طور پر پاکیزہ رکھ۔ اس پر میں عرض گزار ہوئی "یا رسول اللہ کیا میں بھی؟" رسول اکرم نے فرمایا "تو اس عنایت میں

شامل نہیں لیکن تو جان لے کہ تیرا مستقبل درخشاں ہو گا" آخر میں حضرت ام سلمہ نے فرمایا یہ عجیب بابرکت اجتماع تھا۔"

۳۔ حضرت ابو سعید خدری سے منقول ہے کہ حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا **یرید اللہ......**" کی آیت میرے گھر میں نازل ہوئی جبکہ اس روز علی و فاطمہ اور ان فرزندان علیہم السلام آنحضرت کے پاس تھے اور میں اپنے کمرے کے دروازے پر بیٹھی تھی۔ تو میں نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! کیا میں اہل بیت میں شامل نہیں ہوں؟ " میرے شوہر یعنی آنحضرت نے فرمایا "تو پیغمبر کی ازواج سے ہے اور تیرا طریق شائستہ ہے" (یعنی تو اہل بیت میں شامل نہیں ہے)

۴۔ عن ابی سعید رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ (ص) نزلت ھذہ الآیۃ فی و فی علی و حسن و حسین و فاطمۃ: انما یرید اللہ.....

ابو سعید کہتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا آیت **انما یرید اللہ.....** پانچ افراد کے حق میں نازل ہوئی اور وہ ہیں میں خود' علی' فاطمہ' اور حسن و حسین علیہم السلام ہیں۔

۵۔ صفیہ بنت شیبہ سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

ایک روز صبح کے وقت رسول خدا اپنے گھر سے باہر نکلے۔ آپ نے سیاہ پشم سے بنا ہوا ایک منقش کپڑا اوڑھا ہوا تھا۔ حضرات حسن و حسین و فاطمہ و علی بھی ان سے آن ملے۔ میرے شوہر (آنحضرت) نے باری باری ان کو اس کپڑے کو نیچے لے لیا اور پھر **انما یرید اللہ....** کی آیت کی تلاوت فرمائی"

۶۔ ابن حوشب کا چچا زاد کہتا ہے کہ ایک مرتبہ میں اپنے والد کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گیاں اور ان سے حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں سوال کیا۔ حضرت عائشہ نے کہا "تو نے مجھ سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا ہے جو رسول اکرم (ص) کے نزدیک عزیز ترین انسان تھے اور دختر رسول اکرم ان کی زوجہ ہیں۔ جبکہ فاطمہ بھی رسول خدا (ص) کے نزدیک ارجمند ترین ہیں۔ میں نے ایک دن دیکھا کہ پیغمبر (ص) نے علی' فاطمہ' حسن اور حسین علیہم السلام کو بلایا (پھر ان سب پر ایک کپڑا ڈال دیا) اور فرمایا "میرے اللہ! میرے اہل بیت میں اس کپڑے کے نیچے داخل افراد کے علاوہ اور کوئی شامل نہیں۔ ان سب سے پلیدی کو دور رکھ (اور ان کو اس طرح پاک رکھ جس طرح پاکیزہ رکھنے کا حق ہے) میں ان سب حضرات

کے قریب گئی اور رسول خدا (ص) کی خدمت میں عرض کی: "کیا میں آپ کی اہل بیت سے نہیں ہوں؟" آپ نے فرمایا "ایک طرف دور ہٹ جاؤ آپ خوب (خیر پر) ہیں۔"

ان چھ روایات پر تبصرہ

یہ چھ روایات جو سب حضرات ام سلمہ اور حضرت عائشہ تک پہنچتی ہیں وہ ایک ہی نکتے پر متفق ہیں اور ان میں کوئی تناقص اور اختلاف نہیں ہے۔ وہ نکتہ یہ ہے کہ آیت تطہیر حضرت ام سلمہ کی خواب گاہ میں نازل ہوئی۔ اس وقت اس کمرے میں حضور پیغمبر اکرم، علی، فاطمہ اور حسنین علیہم السلام موجود تھے۔ حضرت ام سلمہ کے علاوہ کوئی غیر شخص اس واقعے میں موجود نہ تھا۔ وہ اعتراف کرتی ہیں "باوجودیکہ میں ہی اس کمرے کے اندر یا اس کے نزدیک موجود تھی اور مجھے بڑا اشتیاق تھا کہ میں بھی اس کریمہ کے دائرے میں داخل ہو جاؤں لیکن پیغمبر اکرم نے مجھے مایوس کر دیا اور بڑے مودبانہ انداز سے مجھے باہر رکھا۔"

البتہ ان میں سے پہلی روایات کی نقل کی کیفیت اور ان کے مضمون میں کچھ اختلافات سامنے آتے ہیں۔ لیکن یہ بات ہمارے مورد نظر نکتے کو مخدوش نہیں کرتی کہ آیت کریمہ ان ہی کے گھر میں نازل ہوئی اور مذکورہ ہستیوں کے علاوہ کوئی دوسرا اس میں شریک نہ تھا۔ نیز اسی مقدس اجتماع کے وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

چوتھی روایت جو ابو سعید سے مروی ہے اور نبی اکرم کی گفتگو کی نقل کر رہی ہے، کے بارے میں ظن قوی یہی ہے کہ یہ وہی تیسری روایت ہے جو ابو سعید نے حضرت ام سلمہ سے نقل کی ہے لیکن یہاں ان کا نام ساقط ہو گیا ہے۔ بالفرض اگر یہ روایت ابو سعید نے خود پیغمبر اکرمؐ سے ہی نقل کی ہو تو بھی یہ معنی تو اس سے بھی ثابت ہوتے ہیں کہ آیت تطہیر کا نزول جناب رسول اکرمؐ آپ کے داماد، آپ کی دختر اور ان کے دو فرزندان ہی کے حق میں ہوا ہے۔

پانچویں روایت میں بھی حضرت عائشہؓ اعتراف کر رہی ہیں کہ رسول خدا نے اس آیت کریمہ کو علی، فاطمہ اور حسنین علیہم السلام کے حق میں ہی تلاوت فرمایا۔ لیکن اس امر کو انہوں نے پوشیدہ رکھا ہے اور وضاحت نہیں کی کہ یہ آیت کہاں نازل ہوئی؟ اور ازواج میں کس زوجہ کے گھر میں اتری؟ اگر یہ آیت خود ان کی رہائش گاہ ہی میں نازل ہوئی ہو تو قطعی طور پر حضرت

عائشہ سے یہ بات بعید نظر آتی ہے کہ وہ اس مقام کا تذکرہ نہ کرتیں اور یوں بغیر بتائے اس سے گزر جاتیں۔ اسی سے اس نکتے کی تائید ہو جاتی ہے کہ یہ آیت حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں نازل ہوئی۔ لیکن حضرت عائشہ کے لئے رقابت اس مقام کی تصریح کرنے میں مانع ہوئی۔

چھٹی حدیث میں بھی رسول اکرمؐ کی یہ جوان زوجہ اعتراف کر رہی ہیں کہ وہ اہل بیت جو اس آیت تطہیر کے مورد نزول ہیں وہ یہی پانچ حضرات ہیں۔ ساتھ ہی یہ اقرار بھی کر رہی ہیں کہ ان کے شوہر محترم نے ان سے فرمایا "تو اہل بیت سے نہیں ہے" باوجودیکہ حضرت عائشہؓ رسولؐ اللہ کے گھر والوں سے تھیں۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ کا مقصد حضرت عائشہ کو ان "اہل بیت" سے باہر رکھنا ہے جن کے حق میں آیت تطہیر نازل ہوئی ہے لہٰذا وہ بی بی اس آیت والی خصوصی عنایت اور مخصوص مہربانی میں شامل نہیں جس کا اعتراف وہ خود بھی کر رہی ہیں۔

"ان روایات کے مخالف کوئی حدیث نظر سے نہیں"

برادران عامہ اہل سنت کے ذریعہ جس قدر احادیث نقل ہوئی ہیں ان میں ان چھ احادیث کے معارض و مخالف کوئی روایت موجود نہیں۔ ہاں بعض روایات میں اس آیت کے نزول کی کیفیت کو نقل کیا گیا یا ان میں یہ نہیں بتایا گیا کہ یہ آیت کریمہ کہاں اور کس کے گھر نازل ہوئی۔ ان میں راوی صاحبان نے صرف اس قدر کہا کہ پیغمبر اکرم نے ان (پنجتن پاک) کے حق میں **انما یرید اللہ......** فرمایا ہے' یا ان کے بارے میں تلاوت فرمائی یا آپ نے حضرت امیر المومنین کی شخصیت کا تعارف کرایا یا ان کی اہمیت کو بیان کیا تو اس آیت تطہیر کا حوالہ دیا۔ یہ سب روایات ان چھ روایات سے کوئی اختلاف نہیں رکھتیں کیونکہ یہاں ان راویان کا مقصد یہ ہر گز نہیں کہ وہ اس آیت کریمہ کے نزول کی نازل تفصیل اور اس کے محل نزول وغیرہ سب امور کو بیان کریں بلکہ ان کا ہدف یہ ہے کہ وہ بتائیں کہ یہ آیت آل عبا یعنی پنجتن پاک کے حق میں نازل ہوئی ہے اور ان کا یہ ہدف ہمارے مقصد کے لئے بہترین معاون کی حیثیت رکھتا ہے۔

مختصر یہ کہ ان روایات اور اس قسم کی دیگر تمام روایات میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ ہاں

جو لوگ زیادہ تحقیق و تدقیق فرمانا چاہیں وہ ان روایات کے اصلی مدارک مثلاً "صحاح ستہ، تفسیر ابن کثیر، تفسیر الدر المنثور، تفسیر طبری اور ہمارے سید بزرگوار کی "غایۃ المرام" کا مطالعہ فرمائیں۔ اس اہم واقعے اور اس آیت کے شان نزول کی کیفیت کے بارے میں چھ احادیث بیان کے ساتھ تعارض رکھنے والی اگر کوئی روایت ہو سکتی ہے تو وہ ایک روایت ہے جو حضور اکرمؐ کی ازواج میں سے ایک زوجہ "زینب" کی طرف سے نقل ہوئی ہے۔ وہ کہتی ہیں "آیت تطہیر میرے گھر میں نازل ہوئی جبکہ حضور اکرمؐ کے ساتھ ہی علی (ع) فاطمہ اور حسنین علیہم السلام موجود تھے۔"

۱۲۔ تاہم خوش قسمتی یہ ہے کہ اس آیت کے حضرت ام سلمہ کے گھر میں نازل ہونے کے متعلق جو روایات وارد ہوئی ہیں وہ کثیر و لاتعداد ہیں لہٰذا صرف ایک یا دو روایات کا ان کے مقابل ہونا اپنے اندر تاب مقاومت پیدا نہیں کر سکتا، نیز یہ کہ حضرت زینب کے گھر میں اس آیت کا نازل ہونا بھی ہمارے مقصود کو مخدوش نہیں کرتا۔ لیکن اگر اس نکتے کی حقیقت و واقعیت کی تحقیق مقصود ہو کہ محل نزول کون سا ہے تو ہمیں یہ بات حق نظر آتی ہے کہ آیت کریمہ حضرت ام سلمہ کے گھر میں نازل ہوئی اور جہاں تک آیت تطہیر کے پنجتن پاک کے حق میں نازل ہونے والے نکتے کا تعلق ہے تو یہ تمام معتبر روایات کے اعتبار سے ایک مسلم حقیقت ہے اور ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہے۔

(آیہ تطہیر ص ۶۳ سطر ۳)

اہل بیت علیہم السلام کی روایات

یہاں تک وہ روایات عرض کی گئیں جو اہل بیت کے سلسلۂ سند کے ساتھ نقل ہیں۔ اب ضروری ہے کہ چند ایک وہ روایات بھی بیان کر دی جائیں جو اہل بیت علیہم السلام کی طرف سے اس بارے میں مروی ہیں۔

بزرگ محدثین شیعہ کی کتب احادیث میں اس بات میں متعدد مناسبتوں کے تحت بے شمار احادیث بیان کی گئی ہیں۔ گزشتہ صفحات میں ہم نے عرض کیا ہے کہ محدث بحرانی نے "غایۃ المرام" میں چونتیس روایات شیعی طریق سے نقل فرمائی ہیں۔ لیکن ہم اختصار کے مد نظر تفسیر نور الثقلین سے چند ایک احادیث ذکر کرتے ہیں جو محدث جلیل شیخ عبد علی بن جمع عروسی متوفی ۱۱۱۲ھ

نے نقل فرمائی ہیں۔

(تفسیر علی بن ابراہیم اور ابی الجارود کی روایت میں ہے کہ) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اس آیت کریمہ **انما یرید اللہ.....** کے متعلق فرمایا کہ یہ آیت حضرات رسول خدا، امیر المومنین، فاطمہ، حسن اور حسین علیہم السلام کے حق میں نازل ہوئی اور واقعہ یوں ہے کہ رسول اکرم کی زوجہ حضرت ام سلمہ کے گھر میں حضرت رسول اکرم، علی اور دیگر مذکور شخصیات (ان پر اللہ تعالیٰ کا بے پایا درود ہو) سمیت تشریف فرما تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ آنحضرت نے اس آیت کو تلاوت فرمایا اور پھر اپنی ایک جری (خیبری) چادر کو ان پاک افراد پر اوڑھا دیا۔ خود بھی اس چادر کے اندر داخل ہو گئے اور فرمایا "میرے اللہ! یہ ہی میرے اہل بیت ہیں جن کے متعلق تو نے میرے ساتھ وعدہ فرمایا ہے (وہ فقط یہی افراد ہیں جو اب زیر چادر ہیں) اے میرے خدا! ان سے ہر پلیدی و آلودگی کو دور رکھ اور انہیں طہرت فراواں مرحمت فرما" اس پر حضرت ام سلمہ نے اپنے عظیم شوہر نامدار سے پوچھا: "یا رسول اللہ! کیا میں بھی اس دعا و کیفیت میں شریک ہوں؟"

حضور اکرم نے جواب دیا "ام سلمہ تجھے خوشخبری ہو کہ تیرا سفر زندگی بھی اچھا اور شرافت مندانہ رہے گا" (گویا اشارہ کر دیا کہ تیری عاقبت بخیر ہو گی لیکن تو ان اہل بیت کی طرح آیت تطہیر میں شامل نہیں ہے۔)

کتاب عیون الاخبار میں نقل ہے کہ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے چھ نفری شوریٰ میں (جو حضرت عمر نے اپنے بعد خلیفہ رسول کے انتخاب کے لئے بنائی تھی) جو دلائل اپنے جانشین رسول ہونے کے اثبات میں بیان فرمائے تھے ان میں فرمایا تھا "کیا آیتہ **انما یرید اللہ** ہمارے سوا کسی اور کے حق میں نازل ہوئی تھی؟ اور جب یہ آیت نازل ہوئی تو کیا ہمارے سوا کسی اور کو رسول اکرم نے خیبری چادر اوڑھا کر دعا مانگی تھی کہ "اے میرے پروردگار! یہ ہی میرے اہل بیت ہیں؟" شوریٰ کے تمام اراکین نے اقرار کیا اور کہا "نہیں اس کے برعکس نہیں (بالکل ایسا ہی ہے) خدا گواہ ہے کہ (یہ واقعہ) اسی طرح ہے۔

کتاب **کمال الدین و تمام النعمتہ** میں سلمیٰ بن قیس ہلالی سے روایت ہے کہ دور عثمانؓ میں ایک مرتبہ مسجد نبوی میں مہاجرین و انصار کی ایک جماعت موجود تھی۔ ان سے حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے خطاب فرمایا اور گفتگو کے دوران حضرت نے ان سے پوچھا "لوگو! اللہ

تعالیٰ نے اپنی کتاب میں آیت کریمہ انما یرید اللہ..... کو نازل نہیں فرمایا؟ پھر کیا ایسا نہیں کہ آپ نے مجھے اور میری زوجہ و فرزندان علیہم السلام کو چادر میں اکٹھا کر کے فرمایا: "اے میرے خدا! فقط یہی میرے اہل بیت ہیں (ان کے علاوہ اور کوئی نہیں) یہی میرے نزدیک ترین افراد ہیں، یہی میری جان ہیں۔ ان کو رنج و الم پہنچانا مجھے رنج و الم پہنچانا ہے، ان پر تنگی کرنا مجھے تنگی میں ڈالنا ہے۔ پس اے اللہ! ان سے ہر پلیدی آفت و حرج کو دور رکھ اور انہیں مکمل طور پر پاکیزہ و طاہر رکھ۔ اس پر حضرت ام سلمہ زوجہ رسول بولیں اور خواہش کی کہ انہیں بھی اسی آیت میں شامل کر لیا جائے اور زمرہ اہل بیت میں قرار دیا جائے تو رسول اکرمؐ نے فرمایا "ایسا نہیں کیونکہ یہ آیت فقط میرے اور میرے بھائی علی (اور میری بیٹی فاطمہ اور حسن اور حسین کی اولاد میں سے نو فرزندان) کے حق میں ہے" (اور ہمارے علاوہ کوئی ایک بھی اس میں شامل نہیں ہے)

سلیم بن قیس کہتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام کی گفتگو تمام ہوئی تو سب حاضرین نے جواباً کہا: آپ صحیح فرما رہے ہیں۔ ہمیں یہی بات خود حضرت ام سلمہ نے سنائی تھی۔ پھر ہم نے فقط اس خبر پر اکتفا نہ کی بلکہ جب رسول اکرم تشریف لائے تو ہم نے آپ سے اس خبر کے بارے میں سوال کیا۔ آپ نے فرمایا یہ بالکل صحیح ہے اور جو کچھ حضرت ام سلمہ نے کہا تھا آنحضرت نے اس کو دہرایا۔"

صحیح السند روایت ہے جو ابو بصیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کی ہے کہ اس میں سے متعلقہ جملہ جات نقل کئے جاتے ہیں:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب آیت انما یرید اللہ..... نازل ہوئی تو حضرت علی، ان کی زوجہ محترمہ اور فرزندان و الاتبار علیہم السلام حضرت ام سلمہ کے گھر میں موجود تھے۔ حضرت رسول اکرم نے ان سب کو اپنی چادر کے نیچے لے لیا اور عرض کیا: اے میرے اللہ! ہر نبی کے اہل اور کچھ خاص اور ممتاز گرانقدر افراد ہوتے ہیں جو اس کی نبوت کے مدد گار ہوتے ہیں یہ سب میری نبوت میں میرے مدد گار ہیں۔ (اس عہدہ پر) ان چند افراد کے علاوہ اور کوئی ممتاز نہیں" اس پر حضرت ام سلمہ نے کہا: "کیا صرف یہی چند لوگ اور کیا میں آپ کی اہل آپ کے ساتھ پیوست نہیں ہوں؟" آپ نے جواب دیا: ؟ "تیرا انجام بھی خوب ہو گا لیکن میری اہل بیت اور میری نبوت کے لئے گرانقدر افراد فقط یہی علی و فاطمہ اور حسنین علیہم

السلام ہیں"

روایات کے مابین ہم آہنگی

پہلی قسم میں اہل سنت کے طریق سے اور دوسری قسم میں اہل تشیع کے طریق سے کل دس روایات نقل کی گئی ہیں۔ اہل سنت کی مورد اعتماد کتب سے چھ عدد اور شیعہ جو اہل بیت کی عصمت و طہارت کے طرفدار ہیں، کی معتبر کتب سے چار عدد روایات آپ کے سامنے ہیں۔ خوش قسمتی سے ان دونوں فریقین کی روایات کے مابین ایسی ہم آہنگی موجود ہے جو اور جگہ بہت کم نظر آتی ہے۔ اس لئے ہم انہی دس روایات سے برآمد ہونے والے نتائج آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں اور انہیں کے مضامین سے کچھ بنیادی اور منتخب نکات عرض کئے دیتے ہیں۔

پہلا نتیجہ: یہی اس بحث کا بنیادی مقصد بھی ہے۔ وہ یہ ہے کہ **انما یرید اللہ....** کی آیت مستقل طور پر اور جداگانہ انداز سے نبی اکرم پر نازل ہوئی اور بوقت تدوین قرآن اور اس کا سورۃ احزاب کی آیت نمبر ۳۳ کے ضمن میں رکھ دیا جانا اس امر کی دلیل نہیں بن سکتا کہ آیت تطہیر ازواج رسول کے فرائض کو بیان کرنے والی آیات سے مربوط ہے۔

دوسرا نتیجہ: یہ کہ آیت تطہیر کا نزول حضرت ام سلمہ کے گھر میں ہوا۔

تیسرا نتیجہ: حضرت ام سلمہ اور عائشہ ہر دو ازواج نبیؐ اعتراف کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ نہ فقط یہ کہ ان کو شامل نہیں بلکہ دونوں نے تسلیم کیا ہے کہ آنحضرت نے بڑے مودبانہ انداز سے تاکید فرمادی تھی کہ تمام ازواج پیغمبر اس انتظار میں نہ رہیں کہ یہ آیت ان پر صادق آئے گی کیونکہ یہ آیت اسلام کے مستقبل کے نظام کی تنظیم سازی سے متعلق ہے اور ازواج نبی کو معلوم ہونا چاہئے کہ ان کے لئے رسول کی زوجیت کا شرف حاصل ہونا بھی کافی ہے اور ان کو اسلام کے مستقبل کی سرنوشت میں بھی داخل نہ کرنے سے کوئی حرج نہیں پہنچتا۔ لہٰذا ان کی خوش بختی اور کامیابی اسی زوجیت ہی میں ہے چنانچہ حضرت ام سلمہ سے جو نیک خصلت اور پاکیزہ مزاج ازواج میں سے تھیں اور اسلام میں کوئی خلل ڈالنے والی نہ تھیں، رسول اکرم نے فرمایا **انک الی خیر یا انک علی خیر**

چوتھا نتیجہ: ازواج نبی میں سے افضل، خاتون اسلام ام سلمہ کے گھر میں نبی اکرم کے

علاوہ چار ہستیاں دیگر موجود تھیں جو سب مل کر فضائل سے سرشار ایک خاندان فضیلت تھیں۔ یہ حضرات ایک شوہر' ان کی زوجہ اور ان کے دو فرزند ہیں۔ یعنی حضرت امام علی بن ابی طالب علیہ السلام' حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام اور امامین حسن و حسین علیہما السلام' جب کہ حضرت علی رسول اکرمؐ کے عمزاد ہیں اور دامادی کا افتخار بھی رکھتے ہیں اور حضرت فاطمہ زہرا آنحضرت کی دختر ہیں اور حسنین علیہما السلام آپ کے نواسے ہیں۔

ان پانچ مقدس افراد کے اجتماع میں فقط ایک فرد بیگانہ موجود ہے (یعنی آیت کی مصداق میں شامل نہیں اس لئے بیگانہ) لیکن وہ بھی اعتماد اور حالات کی چشم دید گواہ ہیں۔ آپ کا وجود اس واقعہ کی روایت کے لئے ایک بہترین شہادت ہے۔ کیونکہ اس بی بی کی گفتگو اور شہادت دیگر لوگوں کے لئے انتہائی موثر ہے۔

پانچواں نتیجہ: آیت کریمہ کا نزول ان پانچ افراد کے اجتماع کے دوران ہوا تھا نہ کہ اس سے قبل۔ حضرت ام سلمہ اور حضرت ابو سعید خدری تک پہنچنے والی روایات اس نکتے کی صراحت کر رہی ہیں اور ان سے وضاحت کے ساتھ یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ یہ آیت کریمہ فقط انہیں پنجتن پاک کے حق میں نازل ہوئی جو آل کساء کہلاتے ہیں اور دیگر افراد کو شامل نہیں کیا ہے اور آئمہ معصومین علیہم السلام سے منقول چار روایات بھی اسی حقیقت کو روشن کر رہی ہیں۔

چھٹا نتیجہ: رسول اکرم نے اپنے اہل بیت کے حق میں جو یہ دعا مانگی **واذھب عنھم الرجس و طھر ھم تطھرا** یہ دعا آیت تطہیر کے نزول کے فوراً بعد اسی نشست میں مانگی گئی جو نزول آیت کے وقت قائم تھی یعنی جب آیت نازل ہوئی تو اسی مقام پر آنحضرت نے اپنے ان اہل بیت اور نزدیکی افراد کو ایک چادر کے نیچے کر کے فرمایا **اللھم ھؤلاء اھل بیتی** اور پھر ان کے حق میں دعا فرمائی۔ گویا نبی اکرمؐ کا مقصد یہ تھا کہ آیت کے مضمون کی تاکید کریں تاکہ کوئی شخص یہ گمان نہ کرے کہ آیت کریمہ میں آیا ہوا لفظ **اھل البیت** ان مقدس ہستیوں کے علاوہ کسی اور کو بھی شامل ہے۔

حقیقت کا یہ بیان بالکل واضح ہے کہ نبی اکرمؐ کو اپنے ان خاصان کو چادر کے نیچے جمع کرنے سے یہ وضاحت مقصود تھی کہ اہل بیت فقط انہی پنجتن پاک میں منحصر ہیں۔ لہذا حال یا مستقبل میں کوئی فرد خود کو اہل بیت میں شامل نہ سمجھے اور آیت تطہیر کو اپنے حق میں قرار دے

کر اس بلند ترین مقام کو اپنے لئے ثابت کرنے کی کوشش نہ کرے۔ در حقیقت آنحضرت کا چادر کے نیچے ان افراد کو جمع کرنے سے اصحاب کساء کے متعلق تعارف کروانا مقصود تھا بس یہی حضرات آیت تطہیر کے مصداق ہیں۔ آپ نے فقط اسی پر اکتفاء نہ کیا بلکہ **ھؤلاء اھل بیتی** کے الفاظ فرما کر اس امر کی مزید تاکید فرمادی۔ ان تاکیدی اقدامات میں جو نکتہ مضمر ہے وہ یہ کہ آیت تطہیر ایک اہم ہدف کو سامنے لئے ہوئے ہے اور اسلام کے مستقبل کے رہبران اور مسلمان کے پیشوان کا تعارف کرانا۔

ان حالات میں یہ دعوٰی کرنا انتہائی نا انصافی اور نا آگاہی کا موجب ہو گا کہ چادر اور اس کے اندر پنجتن پاک کا اس طرح اجتماع فرمانا ایک عادی اور طبیعی معاملہ تھا اور اس وقت اس سے مقصود صرف چرب و نرم غذا استعمال کر کے استراحت کرنا تھا لیکن بعد میں آہستہ آہستہ یہ عادی معاملہ فضیلت اور برتری کی شکل اختیار کر گیا۔ اور پھر اس امر کو ریاست و رہبری کے مقام کو حاصل کرنے کے لئے مورد استناد قرار دیا جانے لگا۔

اس جمود پر مشتمل اور حقیقت کے پر تو سے خالی گفتگو کے جواب میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ عادی اور طبیعی واقعہ چند سال کے عرصے میں فقط ایک ہی مرتبہ وقوع پذیر ہوا؟ کیا نبی اکرمؐ کو ان اصحاب کساء کے ساتھ کھانا کھانے کا موقع فقط ایک ہی دفعہ پیش آیا تھا؟ اور کیا کھانا کھانے کے بعد آرام کرنے کی ضرورت بھی آپ کو فقط ایک ہی مرتبہ لاحق ہوئی تھی؟

آخر یہ کہاں کا رواج ہے کہ پانچ افراد ایک چادر کے نیچے اکھٹے ہو کر اس طرح کا اجتماع کریں؟ کیا ایک عادی اور طبیعی واقعہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ خود بخود فضیلت کا عنوان حاصل کر لیتا ہے؟ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک عادی معاملے میں زمانہ تاثیر دکھائے اور اس کی وضع کو ہی بدل دے؟ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ایک عادی امر اھل اسلام کی ریاست و زعامت کے حساس ترین مواقع میں اہم افراد کے لئے باعث کشش قرار پائے اور اس کی طرف استناد کرنا موثر ہو جائے؟ پھر حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے کئی مرتبہ اس قسم کے حساس مواقع میں اس اجتماع کو اپنے لئے ثبوت بنایا اور اس سے اپنی برتری اور استحقاق پر دلیل قائم کی جبکہ امیر المومنین وہ ہستی ہیں جو فرماتے ہیں **ینحدر عنی السیل ولا یرقی الی الطیر** یعنی "میری روح مواج سے فضائل کا سیلاب اٹھتا ہے اور میرے عظیم مقام کی چوٹی تک کوئی بلند پرواز بھی نہیں پرواز کر

سکتا"

مگر جب انسان کے لئے حقیقت کا اعتراف کر لینا نقصان دہ ہو وہ مجبوراً" ایک توہماتی پردہ سامنے لٹکا لیتا ہے اور اس کی اوٹ سے کم عقل اور نا آگاہ لوگوں کو راستے سے منحرف کرنے کی کوشش کرنے لگتا ہے۔

کیا جو عالم خیال میں اتر آئے اور پھر اسے نوک قلم کے ذریعہ کاغذ پر ثبت کر دیا جائے وہ حقیقت بن جاتا ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر حق کو باطل سے ممتاز کرنے والی چیز کیا ہوگی؟ اور صحیح کو غلط سے جدا کرنے کا کیا راستہ ہوگا؟

آخر کیوں ایک اہم ترین فضیلت کو' جو روز اول سے ایک خاص مقدس جماعت کے تعارف کی بنیاد بنی ہے اور پھر ان ہستیوں نے اس کو اپنے کردار و گفتار کے ساتھ موکد اور مضبوط کیا ہے' آج ہم ایک عادی اور طبعی امر پر منعکس کرنے لگے ہیں؟ یہ کیسے حق ہو سکتا ہے؟ یہ تو اہل بیت پر ظلم کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوگا۔

پس ہر قسم کے شک و شبہ سے دور اور ہر تردد سے محفوظ حقیقت یہی ہے کہ چادر کے نیچے ان مقدس ہستیوں کو جمع کرنے اور پھر ان کے حق میں **هؤلاء اهل بيتى** فرمانے سے رسول اکرمؐ کا مقصود یہی کچھ تھا کہ آپ بتانا چاہتے تھے کہ آیت تطہیر کوئی عمومی عنوان نہیں رکھتی اور ازواج و دیگر رشتہ داران آنحضرت کا اس آیت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ اسی لئے حضرت امام صادق آل محمد علیہم السلام نے فرمایا **لوسكت رسول الله (ص) وطم يبين من اهل بيت لا دعا ها آل فلان و آل فلان**(14) یعنی "اگر رسول اکرمؐ خاموش رہتے اور اپنی اہل بیت کی وضاحت نہ کرتے تو فلاں و فلاں کی اولاد بھی دعوی کرنے لگتی کہ ہم ہی فقط آیت تطہیر کی مصداق ہیں اور اپنے آپ کو آیت تطہیر میں شامل کرنے لگتی۔ نبی اکرمؐ کے اس مسئلے میں اس قدر اہتمام سے واضح ہے کہ آپ نے صرف گفتگو پر ہی اکتفا نہیں فرمایا بلکہ ایک نئی اور نرالی عملی روش اختیار کر کے اہل بیت کے تعارف کی کوشش فرمائی جس کا نتیجہ یوں سامنے آیا کہ حضرت ام سلمہ جو خود صاحب بیت اور اس کی مالک تھیں حضور کے اس عمل اور بیان کے نتیجے میں اس خصوصی فضیلت کے دائرے سے باہر رہ گئیں اور اس عنایت خداوندی اور خصوصی مہربانی کا پنجتن پاک تک محدود ہونا واضح اور روشن ہوگیا۔

(تفسیر البرهان سورہ احزاب)

ساتواں نتیجہ: آیت تطہیر میں حضرت علی آپ کی زوجہ حضرت (فاطمہ زہرا) اور آپ فرزندان (حسنین) علیہما السلام کے ساتھ ساتھ خود حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی شامل ہیں اور یہ خصوصی عنایت آنحضرت کے لئے بھی ثابت ہے۔ ابو الجارود کی روایت جو امام محمد باقر علی السلام سے منقول ہے اور ابو سعید خدری کی روایت جو نبی اکرم سے مروی ہے' ان دونوں میں اس نکتے کی بھی تصریح کی گئی ہے اور یہ نکتہ ہمارے ایک اہم ترین مطلب میں معاون ہو گا جو ہم اہل بیت کے معنی کے بارے میں آئندہ بیان کرنے والے ہیں۔

بہر کیف ہماری اس پوری گفتگو سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آیت تطہیر ایک مستقل اور منفرد موقع پر نازل ہوئی۔ یہ اپنے ما قبل جملوں سے جدا ہے اور یہ پیغمبر اکرمؐ پر اس وقت نازل ہوئی جب حضرت ام سلمہ کے گھر میں اہل بیت یعنی ان پنجتن پاک کا مقدس اجتماع منعقد تھا۔ ہماری موجودہ بحث کا مقصد اسی امر کو ثابت کرنا ہے۔

اہل بیت اور حدیث

جناب علامہ جوادی صاحب فرماتے ہیں:

کتب احادیث میں سرکار دو عالمؐ کی ایسی بیشمار حدیثیں پائی جاتی ہیں جن میں حضورؐ نے اہل بیت کا تذکرہ ان کے فضائل و مناقب اور ان پر وارد ہونے والے مصائب و مظالم کے ذیل میں فرمایا ہے اور انہیں روایتوں کے دیکھنے کے بعد دشمنان آل محمدؐ نے یہ راہ نکالی ہے کہ جن روایات میں اہل بیت کی لفظ وارد ہوئی ہے ان سے حضرت علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو مراد لیا جا سکتا ہے۔ لیکن آیت تطہیر میں وارد ہونے والی لفظ اہل بیت محمد سے صرف ازواج پاک مراد ہیں۔ ان حضرات کی آیت میں کوئی گنجائش نہیں ہے اور اسی بنیاد پر ازواج کو اہل بیت قرآن اور آل کو اہل بیت حدیث سے تعبیر کیا جائے گا۔

لیکن گزارش ہے کہ ان احادیث میں بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ قسم ہے جس میں عنوان "اہل بیت" کے فضائل و مناقب کا تذکرہ ہوا ہے اور اس میں آیت تطہیر کا کوئی حوالہ نہیں ہے۔

اور دوسری قسم وہ ہے جس میں فضائل و کمالات کے ذیل میں آیت کا بھی حوالہ دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اہل بیت کو آیت سے بے تعلق ثابت کرنے کے لئے نہ پہلی قسم کار آمد ثابت ہو سکتی ہے اور نہ دوسری فرق صرف یہ ہے کہ پہلی قسم کے بارے میں اتنا ضرور سوچا جا سکتا ہے کہ ان اہل بیت کا آیت تطہیر کے "اہل بیت" سے متحد ہونا کوئی ضروری نہیں ہے اور دوسری قسم میں اتنا بھی ناممکن اور مستحیل ہے۔

آیت تطہیر کے ذیل کی روایتوں کو ذکر کرنے سے پہلے ضرورت اس امر کی ہے کہ "اہل بیت" کے فضائل و مناقب کی روایتوں کا تذکرہ کر دیا جائے تاکہ یہ بھی اندازہ لگایا جا سکے ان روایتوں کے "اہل بیت" کو آیت کے "اہل بیت" سے الگ فرض کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ اس سلسلے میں بیشمار روایتیں کتب احادیث میں پائی جاتی ہیں جن کا تذکرہ ناممکن ہے اس لئے نمونہ کے طور پر صرف چند حدیثوں کے بیان پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

۱۔ زید بن ارقم راوی ہیں کہ حضور سرور کائنات نے غدیر خم کے خطبہ میں اعلان فرمایا تھا کہ میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک کتاب خدا ہے جس میں نور ہدایت

ہے لہٰذا اسے اپناؤ اور اس سے تمسک کرو اور دوسرے میرے اہل بیت ہیں جن کے بارے میں تمہیں خدا کو یاد دلاتا ہوں۔

(صحیح مسلم ص ۱۲۲)

۲۔ زید بن ارقم کہتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا "میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں جب تک ان سے تمسک کرو گے میرے بعد گمراہ نہ ہو سکو گے۔ ان میں سے ایک دوسرے سے بزرگ تر ہے، کتاب خدا ایک سامان ہدایت ہے جس کا رشتہ زمین و آسمان سے ملا ہوا ہے ...... اور میرے عترت میرے اہل بیت ہیں جو قرآن سے جدا نہ ہوں گے جب تک حوض کوثر پر وارد نہ ہو جائیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ تم میرے بعد ان سے کیا سلوک کرتے ہو۔

(ترمذی جلد ۲ ص ۳۰۸)

۳۔ ابو سعید خدری راوی ہیں کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں، کتاب خدا اور میری عترت و اہل بیت، یہ دونوں حوض کوثر تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔

(مسند احمد بن حنبل ۲، ۱۴)

ان بزرگوں کے علاوہ اس روایت کو بغوی نے مصابیح السنہ ۲، ۱۰۹ میں ...... محمد بن یوسف شافعی نے کتاب کفایۃ الطالب میں ...... طبری نے ذخائر العقبیٰ میں ...... ابن حجر نے صواعق محرقہ ص ۱۳۶ میں ..... علامہ شبراوی نے اتحاف ص ۶ میں ...... سیوطی نے کتاب احیاء المیت میں ...... اور علامہ سید خیر الدین آفندی نے غایۃ المواعظ ۲، ۸۷ میں ذکر فرمایا ہے جس کے بعد روایت کے مستند ہونے میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہ جاتا۔

سوال صرف یہ ہے کہ ان روایات کثیرہ کے "اہل بیت" کو آیت تطہیر کے "اہل البیت" سے الگ مانا جائے اور اس طرح ان کا نام اہل بیت قرآنی کے مقابلہ میں اہل بیت حدیثی ہو جائے یا ان دونوں مقامات پر اہل بیت سے مراد صرف چند مخصوص افراد ہی لئے جائیں جن میں ازواج کا کوئی گزر نہ ہو۔

دشمنان علیؑ و فاطمہؑ و حسنینؑ کی ایک جماعت اسی بات کی خواہاں ہے کہ ان کے شرف کو قرآن مجید سے الگ کر دیا جائے تاکہ حدیث کے بارے میں انکار کی راہیں آسانی سے طے ہو سکیں۔ لیکن انہیں یہ خبر نہیں ہے کہ سرکار دو عالمؐ کی گفتگو خدائی اصطلاحات اور قرآنی اسلوب

سے الگ کسی نئے انداز سے نہیں ہو سکتی۔ حضورؐ نے ان احادیث میں اپنے مخصوص گھر والوں کو لفظ اہل بیت سے تعبیر کر کے امت کے ذہن کو اس امر کی طرف موڑنا چاہا ہے کہ امت میرے کلمات کی روشنی میں قرآن کے مصداق کا فیصلہ کر سکے۔

اس بات کا کھلا ہوا شاہد یہ ہے کہ قرآن کریم نے اپنی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ

ترجمہ: یہ قرآن کریم ایک کتاب مکنون میں رکھا گیا ہے اسے وہی مس کر سکتے ہیں جنہیں پاک و پاکیزہ بنایا گیا ہے۔

گویا قرآن کریم نے واضح لفظوں میں یہ اعلان کر دیا ہے کہ مجھے معنوی طور پر وہی لوگ مس کر سکتے ہیں اور میرے مطالب و معانی کا وہی لوگ ادراک کر سکتے ہیں جنہیں قدرتی طور پر پاک بنایا گیا ہے۔

اور اس کے بعد قرآن ہی قدرتی طور پر پاک کئے جانے والی ہستیوں کا تعارف لفظ "اہل البیت" سے کراتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کا صحیح ادراک اور قرآنی حقائق سے واقعی واقفیت اور آگاہی اہل بیت کا حصہ ہے۔

اس کے بعد حدیث ثقلین سامنے آتی ہے جس نے نہ صرف اہل بیت یعنی علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو قرآن کے ہمراہ کر دیا ہے بلکہ قرآن کے ان سے الگ ہو سکنے کا دعویٰ بھی کیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ حقائق قرآن کا ادراک صرف انہیں حضرات سے مخصوص ہے اب آپ ان دونوں حقیقتوں کو یکجا کر کے دیکھیں تو نتیجہ صاف برآمد ہو جائے گا۔

۱۔ فہم قرآن صرف مطہرین کے لئے اور مطہرین صرف آیت تطہیر کے "اہل بیت" ہیں۔ (قرآن)

۲۔ قرآن اہل بیت یعنی علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ سے جدا نہیں ہو سکتا۔ ان کے بغیر ان کا ادراک ناممکن ہے۔

(حدیث ثقلین)

بظاہر اس یکجائی کا مقصود اس کے سوا کچھ نہیں کہ حدیث ثقلین کے اہل بیت وہی ہیں جو آیت تطہیر میں "اہل بیت" سے یاد کئے گئے ہیں۔ تو کیا اس کے بعد بھی "اہل بیت" قرآن اور "اہل بیت" کی محسن کش منطق باقی رہ سکے گی؟

۲۔ حضرت ابو ذرؓ نے دروازہ کعبہ کی زنجیر پکڑ کر رسول اکرمؐ کے اس ارشاد کا اعلان کیا تھا کہ "میرے اہل بیت کی مثال تمہارے درمیان سفینہ نوحؑ کی مثال ہے جو اس سفینہ پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے علیحدگی اختیار کی وہ ڈوب مرا"۔

(مسند احمد، مستدرک)

اس حدیث میں حضورؐ سرور کائنات نے اہل بیت کو سفینہ نوحؑ کی مثال قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ تشبیہ کسی عبارت آرائی یا اظہار کمال کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ اس کے پس منظر میں امت کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جس طرح امت نوحؑ کی نجات سفینہ نوحؑ سے تمسک پر تھی اسی طرح میری امت کی نجات اہل بیت سے تمسک پر موقوف ہے۔

دیکھنا یہ بھی ہے کہ آیت تطہیر میں اہل بیت کے لئے اعلان طہارت کا مقصد کیا تھا؟ کھلی ہوئی بات ہے کہ قرآن کریم اپنے الفاظ میں لغوی معنی کے علاوہ ایک مقصدی مفہوم بھی رکھتا ہے قُل هُوَ اللّٰهُ اَحَد کا لفظی مفہوم اللہ کی توحید کا اقرار ہے لیکن اس کا مقصدی مطلوب اسکے ماوری ہے اور وہ یہ کہ انسان اپنے اندر وہ تمام اوصاف و خصائل پیدا کرے جو ایک عقیدہ توحید کے حامل انسان میں ہونے چاہئیں۔ آیت تطہیر بھی لغوی اعتبار سے اہل بیت کی طہارت و پاکیزگی سے استفادہ کرے۔ امور دین و دنیا میں ان کو اپنا مقتدی تسلیم کرے۔ شریعت پیغمبرؐ کے اسرار و رموز ان سے دریافت کرے۔ قرآن کے حقائق و معارف ان کی زبان حق ترجمان سے سنے ...... ان کا دامن پاک ہے اس لئے ان سے تمسک باعث نجات ہو گا۔ یہ گمراہ ہو سکتے ہیں اور نہ گمراہ کر سکتے ہیں ...... ظاہر ہے کہ جو بات سرور عالمؐ نے سفینہ نوحؑ سے تشبیہ دے کر بیان کی تھی وہی بات قرآن کریم نے اعلان طہارت و عصمت کے ذریعہ واضح کی ہے ...... اب اگر دونوں مقامات پر اہل بیت کے مصداق الگ الگ ہوں گے تو دونوں بیانات کے مجموعہ کا نتیجہ یہ ہو گا کہ دامن حیات ازواج پاک ہے اور اتباع آل محمدؐ کا باعث نجات ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ نتیجہ انتہائی عجیب و غریب ہے اس سے ماننا پڑے گا کہ دونوں مقامات پر اہل بیت کے مصداق متحد ہیں وہی حضرات طیب و طاہر ہیں اور انہیں کا اتباع نجات امت کا ذمہ دار ہے۔

۳۔ "میرے اہل بیت زمین کے لئے اسی طرح وجہ امان ہیں جس طرح آسمان کے لئے ستارے"

اسی حدیث میں بھی اہل بیت سے آل رسولؐ ہی کو مراد لیا گیا ہے اور ان کے لئے وہی

صفت بیان کی گئی ہے جو قرآن مجید نے خانہ کعبہ کے بارے میں نقل کی ہے **من دخلہ کان امنا** جو خانہ کعبہ میں داخل ہو گیا وہ محفوظ ہو گیا لہذا آیت تطہیر میں "بیت" سے مراد خانہ خدا مراد ہونے کے احتمال کی بناء پر اہل بیت انہیں افراد کو ہونا چاہئے جو خانہ خدا کی طرح اپنے دائرہ اتباع میں داخل ہو جانے والوں کے لئے وجہ امان ہوں۔ ظاہر ہے کہ حدیث مذکورہ نے صفت آل محمدؐ ہی کے لئے بیان کی ہے جس سے یہ انداہ ہوتا ہے کہ آیت نے جس خانہ خدا والوں کا تذکرہ کیا ہے وہ یہی افراد ہیں جن کی طرف حدیث مذکورہ میں اشارہ کیا گیا ہے اس لئے یہ حضرات خانہ خدا کی طرح امت کے لئے وجہ امان اور باعث نجات ہیں۔

احادیث بالا کے علاوہ نہ جانے کتنی حدیثیں اس قسم کی ہیں جن میں سرکار دو عالمؐ نے اہل بیت کے مختلف فضائل و اوصاف بیان کر کے امت کے ذہنوں کو اس امر کی طرف متوجہ کیا ہے کہ جن "اہل البیت" کی طہارت کا قرآن کریم نے اعلان کیا ہے وہ یہی افراد ہیں جن کی مدح و ثنا میں رسالت و نبوت رطب اللسان ہیں۔

لیکن میں ان روایات پر تفصیلی بحث کر کے اپنے موضوع کو طول نہیں دینا چاہتا بلکہ میری گفتگو تو ان روایات سے ہے جو آیت تطہیر سے متعلق ہیں اور جن کے ذریعہ حضور اکرمؐ نے آیت کے مصداق افراد کا تعارف کرایا ہے تاکہ "اہل بیت دشمن" عناصر یہ اندازہ کر سکیں کہ آل رسولؐ کو آیت تطہیر سے الگ کر کے ان کی جگہ پر ازواج پیغمبر کا بٹھا دینا حضور سرور کائناتؐ کی شان میں کتنی بڑی گستاخی ہے اور آنحضرتؐ کے مثالی کردار پر کتنا بدنما دھبہ ہے۔

چونکہ آیت قرآنی کا مقصود سمجھانے کے لئے سرور کائناتؐ سے بہتر کسی کی شخصیت نہیں ہو سکتی اس لئے اس مقام پر آپ ہی کی تفسیر کا سہارا لیا جائے گا اور آپ کی تفسیر کو دو حصوں میں تقسیم کر کے دونوں کی الگ الگ بحث ہو گی۔ ایک حصہ آنحضرتؐ کے اقوال کا ہو گا اور دوسرا آپ کے افعال و کردار کا۔

اقوال کے سلسلے میں نمونہ کے طور پر چند حدیثیں نقل کر کے انہیں کے تبصرہ پر اکتفا کی جاتی ہے تاکہ صاحبان بصیرت کے لئے سرمہ چشم عقیدت بنے اور "کور باطن" "عناد کیش" افراد کے لئے وجہ اتمام حجت۔

۱۔ حضرت عائشہ راوی ہیں کہ رسول اکرمؐ سیاہ بالوں والی چادر اوڑھ کر برآمد ہوئے۔

اتنے میں حسنؑ بن علیؑ آگئے انہیں چادر میں لے لیا پھر حسینؑ آئے پھر فاطمہؑ آئیں اور آخر میں علیؑ آئے۔ حضورؐ نے سب کو اپنی چادر میں لے کر آیت تطہیر کی تلاوت فرمائی۔

(صحیح مسلم ۴، ۱۲۷)

۲۔ پروردہ رسالت مابؐ عمرو بن ابی سلمہ کا بیان ہے کہ یہ آیت حضور اکرمؐ پر جناب ام سلمہ کے گھر میں اس وقت نازل ہوئی تھی جب آپ نے فاطمہؑ و علیؑ و حسنؑ و حسینؑ کو بلا کر زیر کساء جمع کیا تھا اور دعا کی تھی "خدایا یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے برائیوں کو دور رکھ اور انہیں پاک و پاکیزہ رکھ" جس کے بعد جناب ام سلمہ نے درخواست کی تھی کہ رسول اللہ **وانا معھم** میں بھی انہیں کے ساتھ ہوں اور حضرت نے فرمایا تھا **انت علی مکانک و انت علی خیر** "تم اپنی جگہ پر رہو تم خیر پر ہو"

(ترمذی ۴، ۲۰۴)

اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آیت میں لفظ اہل بیت آنے سے پہلے حضور اکرمؐ نے اپنے کلام میں یہ لفظ استعمال کر دی تھی اور آیت میں یہ لفظ اسی دعائے رسولؐ کی قبولیت بن کر نازل ہوئی ہے۔ تو کیا اس کے بعد بھی آیت میں اہل بیت سے یہی افراد مراد نہ ہوں گے؟

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جناب ام سلمہ نے دعائے رسولؐ میں شمولیت کی درخواست کی تھی لیکن آنحضرتؐ نے اسے مسترد کر دیا تھا۔ کیا اس کا یہ کھلا ہوا مطلب نہیں ہے کہ لفظ "اہل بیت" میں ازواج کی کوئی گنجائش نہیں اور اس بات سے مراد ایسا مادی گھر نہیں ہے جس کے دائرہ میں ازواج داخل ہو سکیں۔

۳۔ حافظ ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی نے سعد بن ابی وقاص سے نقل کیا ہے کہ آیت تطہیر کے نزول پر رسول اکرمؐ نے علیؑ و فاطمہؑ اور حسنینؑ کو بلا کر بارگاہ احدیت میں عرض کی تھی **اللھم ھؤلاء اھل بیتی** "خدایا یہ میرے اہل بیت ہیں"

(خصائص ص ۴)

اہل انصاف غور کریں کہ رسول اکرمؐ کے اس فقرہ کو آیت کی تفسیر کے علاوہ اور کیا نام دیا جا سکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ پروردگار سے خطاب کا مطلب تو یہ ہو نہیں سکتا کہ رسولؐ اپنے اہل بیت کا اس سے تعارف کرا رہے ہیں۔ اس لئے کہ اس سے بہتر اس حقیقت سے کون آگاہ ہو گا

بلکہ اس کا مقصد صرف یہ ہو سکتا ہے کہ آپ پروردگار کو گواہ کر کے امت کے سامنے اہل بیت کی ہستیوں کو پہچنوا رہے ہوں .... وہ اہل بیت جنہیں پہچاننے کے لئے آج بھی بعض مسلمان ارباب قلم تیار نہیں ہیں۔

۴۔ خطیب نے ابو سعید کے طریق سے جناب ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ اس آیت کے نزول کے وقت گھر میں صرف علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ میں دروازہ پر کھڑی تھی ایک مرتبہ میں نے حضور اکرمؐ سے عرض کی کہ میرے بارے میں کیا فرماتے ہیں تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا تم خیر پر ہو۔

(تاریخ خطیب ج ۹ ص ۱۲۷)

حضرت ام سلمہ کا یہ سوال صاف بتا رہا ہے کہ آپ زوجہ کو اہل بیت میں شامل نہ سمجھتی تھیں ورنہ اگر اس بات کی کوئی بھی گنجائش ہوتی تو آیت ہی کو اپنے بارے میں بھی فیصلہ کن سمجھتیں الگ سے سوال کرنے کی کوئی ضرورت نہ ہوتی۔

اسی کتاب میں ایک دوسری روایت بھی ہے جس میں یہ فقرہ درج ہے کہ حضورؐ نے سب کو زیر کساء لیکر یہ اعلان کیا تھا "خدایا یہ میرے اہل بیت ہیں" جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اہل بیت رسولؐ کے گھر والے نہیں ہیں بلکہ وہ افراد ہیں جنہیں آپؐ نے چادر کے نیچے جمع کر لیا تھا چاہے گھر سے مراد یہی چادر رہی ہو یا بیت اللہ یا بیت النبوۃ ....

ابن عبدالبر نے اصابہ کے حاشیہ پر مطبوعہ استیعاب کے ج ۲ ص ۲۷ پر اور ابن اثیر نے اسد الغابہ کی ج ۵ ص ۵۲۱ پر تقریباً" یہی روایت درج کی ہے۔

۵۔ ابن جریر طبری نے ابو سعید خدری کے حوالہ سے رسول اکرمؐ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ یہ آیت پانچ افراد کی شان میں نازل ہوئی ہے یعنی میں" علیؑ" فاطمہؑ" حسنؑ" حسینؑ۔

(تفسیر ابن جریر ج ۲۲ ص ۷)

انہیں ابن جریر نے اسی مضمون کی ایک روایت حضرت علیؑ سے بھی نقل کی ہے اور ظاہر ہے کہ وہ نزول آیت کے بارے میں سارے مفسرین و علماء سے زیادہ اطلاع رکھتے تھے۔

۶۔ سیوطی نے ابن جریر' ابن المنذر' ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ کے حوالے سے حضرت ام سلمہ سے نقل کیا ہے کہ رسولؐ اللہ اپنے بستر پر خیبری چادر اوڑھے ہوئے آرام فرما

رہے تھے اتنے میں فاطمہؑ آ گئیں۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے شوہر اور اپنے بچوں کو بلاؤ۔ انہوں نے سب کو جمع کیا اتنے میں آیت تطہیر نازل ہوئی۔ آنحضرتؐ نے چادر کھینچ کر سب کو اوڑھا دی اور ہاتھ نکال کر دعا کی "خدایا یہ میرے اہل بیت اور میرے مخصوص افراد ہیں"

(در منثور ج ۵ ص ۱۹۸)

۷۔ محمد بن احمد مالکی نے اسباب النزول واحدی کے حوالے سے حضرت ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ رسول اکرمؐ میرے گھر میں تھے۔ اتنے میں فاطمہؑ غذا لے کر حاضر ہوئیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اپنے بچوں اور شوہر کو بلاؤ۔ انہوں نے سب کو جمع کیا۔ میں دور سے اس منظر کو دیکھ رہی تھی۔ ایک مرتبہ حضورؐ نے اپنی خیبری چادر سب کو اوڑھا دی اور بارگاہ احدیت میں دعا کی "خدایا یہ میرے مخصوص اہل بیت ہیں ان سے رجس دور رہے اور یہ مکمل طریقہ سے پاک و پاکیزہ رہیں" میں نے عرض کی "یا رسول اللہ! میں بھی آپ حضرات کے ساتھ ہوں" آپؐ نے فرمایا تم خیر پر ہو' .... اتنے میں آیت تطہیر نازل ہو گئی۔

(الفصول المہمہ ص ٦)

اسی بات کو محب الدین طبری نے ذخائر العقبیٰ میں حضرت ام سلمہ' عمرو بن ابی سلمہ' زینب بنت ابی سلمہ' واثلہ بن الاسقف اور حضرت عائشہ کے طریق سے نقل کیا ہے۔

(ذخائر العقبیٰ ص ۲۴)

اس کے علاوہ احمد' طبرانی' خطیب بغدادی اور حاکم نے ابو سعید خدری حضرت ام سلمہ' حضرت عائشہ کے حوالہ سے خمسہ نجباء کے بارے میں آیت کا نزول تحریر کیا ہے۔

علامہ شیخ عبدالقادر رافعی نے نیل المراد ص ٦۵ پر شاعر کبیر بوصیری کے قصیدہ' ہمزیہ کی تشریح کرتے ہوئے اصحاب عباء کی تعبیر رسول اکرمؐ' علی مرتضیٰؑ جناب فاطمہؑ حسنؑ حسینؑ سے فرمائی ہے۔

مفسر کبیر اپنی تفسیر میں آیت تطہیر کے خمسہ نجباء کی شان میں نازل ہونے کا تذکرہ پندرہ مقامات پر کیا ہے جن میں سے اہم ترین مورد یہ ہے کہ عوام بن حوشب نے اپنے ابن عم سے روایت کی ہے کہ میں اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے حضرت علیؑ کے بارے میں سوال کیا؟ انہوں نے فرمایا کہ تم ایسے شخص کے بارے میں سوال کر رہے ہیں جو رسول اکرمؐ کی نظر میں سب سے زیادہ محبوب تھا اور ان سے حضورؐ نے اپنی بیٹی

بیاہی تھی۔ میں نے یہ منظر بھی دیکھا کہ حضورؐ نے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو زیر کساء لیکر یہ دعا کی "خدایا! یہ میرے اہل بیت ہیں انہیں تمام برائیوں سے دور رکھنا اور انہیں حق طہارت عطا کرنا" اور میں نے بڑھ کر عرض کی "حضورؐ میں بھی آپ کے اہل بیت میں سے ہوں؟ تو آپ نے فرمایا تنحی انک علی خیر دور رہو دور۔ تم خیر پر ہو۔

علامہ بغوی نے معالم التنزیل ص ۲۱۳ پر اسی روایت کو اس اضافہ کے ساتھ نقل کیا ہے انت من ازواج النبی تم ازواج پیغمبرؐ میں سے ہو ان دونوں روایتوں سے یہ بہر حال واضح ہو جاتا ہے کہ ازواج و اہل بیت دو الگ الگ ۔ عنوان ہیں ورنہ حضور سرور کائناتؐ اہل بیت میں داخلہ کی درخواست پر "تم ازواج میں سے ہو" واضح فقرہ ارشاد نہ فرماتے۔

رہ گیا انک علی خیر یعنی تم خیر پر ہو .... کا فقرہ تو اس کے بارے میں ہماری کوئی گفتگو نہیں ہے۔ اس کی ذمہ داری راوی حدیث اور اس کے مذاق پر ہے۔ وہ اس کے مفہوم سے بہتر آشنا ہو گا۔ ہمیں اس فقرہ سے صرف اس لئے مسرت ہوتی ہے کہ اس کی موجودگی میں روایت کو ام المومنین کے مخالفین کی "طبع زاد" نہیں قرار دیا جا سکتا۔ وہ لوگ اس مفہوم کے کسی طرح بھی قائل نہیں ہیں اور حیرت کی بات تو یہ ہے کہ خود ام المومنین اپنی ذات کو اہل بیت کی فہرست سے الگ کریں اور امت کے نادان افراد انہیں آیت تطہیر کا مصداق بنانے کی فکر کریں۔

اس روایت میں ایک غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ راوی نے ام المومنین سے اہل بیت کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا تھا اور نہ اس کا ظاہری مقصد آیت تطہیر کی تفسیر کا دریافت کرنا تھا .... اس نے صرف حضرت علیؑ کے بارے میں سوال کیا تھا اور آپ نے انہیں محبوب خدا کہہ کر جواب بھی دے دیا تھا تو اب سوال یہ ہے کہ حدیث کساء کے بیان کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی؟ اس سلسلے میں روایت تو خاموش ہے لیکن یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ یہ آپ کا ذاتی اہتمام رہا ہو یا مشیت پروردگار لیکن مقصد یہ تھا کہ خدا رسولؐ کے محبوب ہونے کا سبب بھی بیان کر دیا جائے اور وہ یہ ہے کہ اس کی شان میں آیت تطہیر نازل ہوئی ہے اور قدرت نے انہیں "اہل بیت" کے محترم لقب سے نوازا ہے جس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ جو ان دونوں باتوں سے عاری ہے وہ اس درجہ کا محبوب نہیں ہو سکتا چاہے وہ زوجہ ہو یا صحابی .... اور شاید یہی وجہ تھی کہ

محبوبیت کا سبب بیان کرنے کے بعد آپ نے اپنی حیثیت واضح کردی اور یہ بتادیا کہ خیر پر ہونا اور ہے اور منزل تطہیر پر ہونا اور .... زوجہ نبیؐ ہونا اور ہے اور اہل بیت نبوتؐ ہونا اور ....

محبوبیت کے اعلیٰ مدارج دوسرے طریقہ سے حاصل ہوتے ہیں پہلے وسیلہ سے نہیں، زوجہ کی محبوبیت بشریت کی بناء پر ہوتی ہے اور صاحب تطہیر کی محبت طہارت کی بناء پر .... صحابی سے انس رفاقت کی وجہ سے ہوتا ہے اور اہل بیت سے انس بیت کی وجہ ہے۔

مذکورہ بالا تمام روایات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ آیت تطہیر میں وارد ہونے والے لفظ "اہل بیت" کے مصداق نبیؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنین علیہم الصلوٰۃ و السلام کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں ہے وہ صحابی ہو یا زوجہ .... بلکہ زوجہ کے بارے میں تو روایات کے بارے میں صراحت پائی جاتی ہے کہ زوجیت کا عنوان اہل بیت کے عنوان سے بالکل مختلف ہے .... اور شاید یہی راز تھا کہ آیت نے بھی تطہیر کے اعلان تک پہنچتے پہنچتے ازواج و نساء کے عنوان کو ترک کردیا اور اعلان طہارت کے لئے عنوان اہل بیت کا انتخاب کیا۔

اہل بیت اور سنت

جناب ذیشان جوادی اہل بیت کے ص 46 سطر ۳ پر تحریر فرماتے ہیں:

یوں تو علم اصول کی اصطلاح میں سنت سے مراد قول و فعل و تقریر معنوی سبھی کچھ ہوتا ہے دوسری اصطلاح میں جب اس لفظ کا استعمال حدیث میں ہوتا ہے تو اس سے مراد صرف معصوم کا طرز عمل اور ان کا کردار ہوتا ہے زیر بحث مسئلہ میں لفظ کا استعمال ہی اعتبار سے ہوا ہے اس لئے کہ گزشتہ صفحات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ آیت کے "اہل بیت" سے مراد صرف خمسہ نجباء میں ہیں اور ان کے علاوہ کسی دوسرے کی گنجائش نہیں ہے اور یہی بات حضورؐ کے کردار سے ثابت کی جا رہی ہے۔

ظاہر ہے کہ ایک مرد مسلم کے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول وفعل سے زیادہ مستند اور کیا شے ہو سکتی ہے؟ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ کلمہ رسالتؐ کو ورد زبان کرنے والی امت ازواج و اصحاب ہے اپنی عقیدت کی تجدید کرے اور حضور سرور کائنات کی حیات اور آپ کی طرز عمل کی روشنی میں یہ فیصلہ کرے کہ آپ کے اہل بیت صرف آپ کے مخصوص گھر والے ہیں جن کا تذکرہ بار بار اوپر کی روایتوں میں کیا جا چکا ہے۔

۱۔ انس بن مالک راوی ہیں کہ نزول آیت تطہیر کے بعد سے چھ مہینہ تک حضور سرور کائناتؐ ہر نماز کے وقت جناب فاطمہ زہراءؑ کے دروازہ کی طرف سے گزرتے تھے اور با آواز بلند فرماتے تھے **الصلوۃ اھل البیت انما یرید اللہ**

کھلی ہوئی بات ہے کہ جناب فاطمہ زہراءؑ کا گھر ازواج کا گھر نہ تھا اور نہ ازواج کو اس کے اہل میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ یہ بھی ممکن نہیں کہ ہر نماز کے وقت ازواج جناب فاطمہ زہراءؑ کے گھر مین موجود رہیں...... اس لئے اس طرز عمل کا صاف سا مطلب یہ ہو گا کہ یہ حضرات اہل بیت ہیں اور ان کے علاوہ کوئی دوسرا اہل بیت میں شامل نہیں ہے۔

اہل بیت کے لقب سے خطاب کرنے کے بعد بلا فاصلہ آیت تطہیر کی تلاوت اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ یہ آیت تطہیر والے "اہل بیت" ہیں اس لئے انہیں حدیث کے اہل بیت کہنا سرکار دو عالم پر چھ مہینہ تک ربط کام کی تہمت لگانے کے مترادف ہے جو کسی مرد مسلم کے لئے

زیبا نہیں ہے۔

۲۔ ابو الحمراء کا بیان ہے کہ رسول اکرمؐ صبح کو علیؑ و فاطمہؑ کے دروازہ پر آکر آواز دیتے تھے **الصلوۃ الصلواۃ اھل البیت انما یرید اللہ الخ**

ظاہر ہے کہ نماز صبح کے وقت علیؑ و فاطمہؑ کے گھر ان کے اور ان کے بچوں کے علاوہ کسی دوسرے شخص بالخصوص ازواج رسول کے موجود ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ رسول اکرمؐ کے اعلان میں ان کو مخاطب فرض کیا جاسکے اور یہ بھی ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ حضورؐ کا منشاء اھل بیت کو نماز کے لئے بیدار کرنا نہیں تھا۔ اس لئے کہ اہل بیت کی پوری زندگی اس بات کی گواہ ہے کہ انہوں نے کسی لمحہ بھی اپنے نفس کو یاد خدا اور بالخصوص نماز جیسی اہم اطاعت سے غافل نہیں بنایا........ ایسے حالات میں حضورؐ کا یہ اہتمام صرف اس کام کے لئے ہو سکتا ہے کہ امت لفظ اہل بیت کے صحیح مصداق کو پہچان لے میرے بعد ان کے بارے میں کوئی اختلاف نہ پیدا کر سکے لیکن افسوس کہ امت اسلامیہ نے آنحضرتؐ کے کسی اہتمام کی قدر نہ کی۔

مسجد میں فاطمہ زہراءؑ کی تعظیم کی گئی اور اسی مسجد میں ان کی تکذیب کی گئی۔

غدیر تپتے ہوئے صحرا میں علیؑ کی ولایت کا اعلان کیا گیا اور اسے دوستی کا اعلان کہہ کے ٹال دیا گیا۔

حسن و حسینؑ کو اپنے کاندھوں پر بٹھا کر مدینہ کی گلیوں کا دورہ کیا اور امت انہیں پشت فرس پر بھی نہ دیکھ سکی۔

اور ظاہر ہے کہ جو امت کھلے ہوئے حقائق کے انکار و تکذیب کی عادی ہو جائے اس سے کیا بعید ہے کہ آنحضرتؐ کے اس پورے اہتمام اور آپ کی سیرت مبارکہ کے اس اہم پہلو کو نظر انداز کر کے آیت تطہیر سے آل رسولؐ کو نکال دے اور ان کی جگہ ازواج رسولؐ کو رکھ دے........ یہ امت تو وہ ہے جس کے امیر شام نے شب ہجرت علیؑ کی قربانی کے قصیدہ **ومن الناس من یشری نفسہ** کو ابن ملجم کی شان میں نازل کر دینے کے لئے سمرہ بن جندب کو چار لاکھ درہم دے دیئے تھے۔ آپ خود ہی انصاف کریں کہ جب علیؑ کی جگہ ابن ملجم ملعون کو بٹھایا گیا ہے تو ازواج رسولؐ تو بہر حال ایسی بھی تھیں جن کے بارے میں خود حضرت نے انک علی خیر کی سند عطا فرمائی تھی........

۳۔ ترمذی نے اپنے صحیح میں انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ رسول اکرمؐ چھ مہینہ تک نماز صبح کے وقت جناب فاطمہؑ کے دروازہ سے گزرتے تھے اور فرماتے تھے **الصلوۃ یا اهل البیت انما یرید اللہ..... الخ** (شرح ترمذی ابن عربی ج ۱۳ ص ۸۵)

۴۔ سیوطی نے ابو الحمرا سے روایت کی ہے کہ رسول اکرمؐ مدینہ میں آٹھ مہینہ تک فاطمہؑ کے دروازہ سے گزرتے ہوئے آواز دیتے تھے: **الصلوٰۃ علیکم اهل البیت انما یرید اللہ ......الخ**

(در منثور ۵ اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۷۴، استیعاب ج ۴ ص ۶۴)

۵۔ ابن عباسؓ راوی ہیں کہ میں نے سرکار دو عالمؐ کو نو مہینہ تک ہر نماز کے وقت حضرت علیؑ کے دروازہ پر آکر "السلام علیکم اہل بیت **انما یرید اللہ.......**

مذکورہ بالا روایت میں "ہر نماز" اور "باب علی" کی لفظیں خاص طور پر قابل توجہ ہیں۔ انہیں روایات سے ایک بات واضح ہو جاتی ہے......اور یہ کہ اہل بیت کے لئے سلام کا استعمال سرکار دو عالمؐ کی سیرت کا ایک اہم جزو ہے جسے آپؐ نے آٹھ نو مہینہ تک مکرر امت کے سامنے پیش کیا۔ مگر افسوس کہ بعض اہل بیت دشمن عناصر ان ہستیوں کے لئے "علیہ السلام" کے لفظ کے استعمال کو ناجائز تصور کرتے ہیں۔ ان کا یہ دعویٰ ہے کہ سرکار دو عالم کے لئے استعمال کی جا سکتی ہے۔ ان کے علاوہ کسی شخصیت کے لئے اس کا استعمال ناروا ہے۔ حالانکہ تاریخ گواہ ہے کہ اہل بیت کے لئے اس کلمہ کا استعمال خود سرکار دو عالمؐ نے فرمایا ہے۔ اور مکرر فرمایا ہے۔

مخالف روایات

جناب علامہ محمد مہدی آلاصفی اہل بیت کے ص ۹۹ سطر آخر پر تحریر فرماتے ہیں۔

آیت تطہیر پر گفتگو کے دوران اس بات کے حق میں کہ اس آیت کا مصداق صرف اور صرف اہل بیت ہیں ہم نے جو روایات نقل کی ہیں ان کی مخالف روایات بھی کتابوں میں ملتی ہیں مگر وہ سند کے اعتبار سے ضعیف ہیں اور متروک ہیں۔ ان کے بارے میں ہم صرف اتنا عرض کرنا چاہتے ہیں کہ ابن حجر الھیثمی جو ان ضعیف روایات کے مطابق سب سے زیادہ آیت کریمہ کی توجیہ کرنے پر اصرار کرتے ہیں وہ بھی) یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ

"اکثر مفسرین کا قول یہی ہے کہ (آیت تطہیر) (حضرت) علیؑ (حضرت) فاطمہؑ (حضرت) حسنؑ (حضرت) حسینؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے" صواعق محرقہ ص ۱۴۳

لیکن انصاف کا تقاضا ہے کہ ہم ان روایات کو بھی پیش کر دیں تاکہ منصف مزاج آدمی خود بھی سند و دلالت کے اعتبار سے تحقیق و جستجو کر سکے۔ اس قسم کی روایات دو قسموں کی ہیں۔

۱۔ پہلی قسم

ایسی روایات بھی ہیں جو بتاتی ہیں کہ آیت تطہیر صرف ازواج رسولؐ کے لئے مخصوص ہے۔ لیکن یہ اعتدال سے گزری ہوئی رائے ہے۔ انتہا یہ ہے کہ ابن کثیر جو اپنے منفی نظریات میں بہت مشہور ہیں وہ بھی اس کو قبول نہیں کرتے

تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۴۷۳

۲۔ دوسری قسم

ایسی روایات ہیں جن کی دلالت اس بات پر ہوتی ہے کہ اہل بیت سے مراد ازواج رسولؐ پنجتن پاک آل عقیل وآل عباس و آل جعفر وغیرہ سب ہی ہیں۔ اب ہم دونوں قسموں کے نمونے پیش کرتے ہیں تاکہ ان پر کچھ روشنی ڈال سکیں:

1۔ عکرمہ و مقاتل کی روایت

عکرمہ کو تمام مفسرین میں یہ انفرادی حیثیت حاصل ہے کہ یہ کہتے ہیں: آیت تطہیر صرف ازواج رسولؐ کے لئے ہے اس میں کوئی اور شریک نہیں ہے اور شاید (مقاتل) کا بھی یہی نظریہ ہے عکرمہ تو اپنے نظریہ کو بازاروں میں چلا چلا کر دہرایا کرتے تھے۔"

عکرمہ کا قول جہاں عجیب ہے اس سے زیادہ حیرت انگیز ان کا بازاروں میں چیخ چیخ کر اعلان کرنا ہے۔ یہ تو کسی اور ہی بات کی غمازی کرتا ہے اور دل میں شک پیدا کرتا ہے سب سے بڑی بات تو یہ ہے اس روایت کے راوی صرف دو شخص ہیں اور وہ دونوں اتنے جھوٹے مشہور ہیں کہ محدثین نے دونوں کی روایتوں کو قبول نہیں کیا اور ان کی روایتوں کی ساقط الاعتبار قرار دیا ہے۔

سب سے پہلی چیز جو عکرمہ کی روایت کو قبول کرنے سے مانع ہے وہ یہ ہے کہ شخص اباضی (خارجی) تھا جو مسلمانوں کے قتل کا قائل تھا۔

(الکاشف ذھبی جلد ص ۲۷۶)

یہی عکرمہ نجدۃ الحروری (خارجی) کے پاس آیا تھا اور چھ ماہ اس کے پاس قیام پذیر رہا تھا۔ یہ نجدہ کے عقائد کا قائل تھا (اس لئے اس کی روایت حجت نہیں ہے۔ مترجم) اب آیئے ذرا۔ علماء مذہب کی رائے بھی عکرمہ کے لئے سن لیجئے:

''اہل مغرب میں یہی عکرمہ اور کچھ لوگ جنھوں نے صفریہ کا نظریہ رائج تھا۔''

یعقوب بن یوسف فرماتے ہیں:

''میں نے ابن بکیر کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ: مغرب جاتے ہوئے عکرمہ مصر آیا اور اس ملک کو چھوڑ کر (ملک) مغرب چلا گیا۔ مغرب کے جتنے بھی خارجی ہیں سبھوں نے اسی سے (سب کچھ) لیا ہے

(تہذیب التہذیب جلد ۷ ص ۲۶۷)

انہیں اسباب کی بناء پر (مالک بن انس عکرمہ کا نام لینا پسند نہیں کرتے تھے) منقول ہے کہ خالد بن ابی عمران نے فرمایا:

○○''حج کے زمانہ میں عکرمہ ہمارے پاس افریقہ آیا اور کہنے لگا: مجھے یہ بات بہت محبوب ہے کہ آج میں حج کے موسم میں وہاں ہوتا اور میرے دونوں ہاتھوں میں تلوار ہوتی کہ میں دائیں بائیں (مسلمانوں کو) قتل کرتا پھرتا! خالد کہتے ہیں: عکرمہ کے اس قول کے بعد اہل افریقہ اس سے کنارہ کش گئے۔

(تہذیب التہذیب جلد ۷ ص ۲۶۷)

اگر صرف یہی ایک بات ملحوظ رکھی جائے تو بھی ہمیں طویل توقف پر آمادہ کرتی ہے۔ پھر صرف یہی نہیں بلکہ یہ عکرمہ جناب عبداللہ بن عباس کا غلام تھا۔ جب حضرت عبداللہ بن عباس کا انتقال ہوا ہے جب بھی یہ غلام تھا۔ لیکن ان کے مرتے ہی ان پر جھوٹ بول کر ان کے پورے علاقہ کفو ہتھیا لیا اور روایت کے سلسلہ میں تو اس نے حضرت ابن عباس کی طرف اتنی جھوٹی باتیں منسوب کیں کہ یہ جھوٹ میں ضرب المثل ہو گیا۔

(صفتہ الصفوہ جلد ۲ ص ۱۰۳)

یحیی البکار فرماتے ہیں:

''میں نے عبداللہ ابن عمر کو نافع سے کہتے ہوئے سنا: وائے ہو تجھ پر اے نافع: خوف خدا

کر۔ میری طرف جھوٹ باتوں کی نسبت اس طرح نہ دینا۔ جس طرح عکرمہ عبداللہ بن عباس کی طرف دیتا ہے۔"

(تہذیب التہذیب جلد ۷ ص ۲۶۷)

سعید بن المسیب سے منقول ہے وہ اپنے غلام برد سے کہا کرتے تھے۔

"اے برد میری طرف جھوٹ بات منسوب نہ کرنا جس طرح عکرمہ ابن عباس کی طرف منسوب کیا کرتا ہے۔"

(حوالہ مذکورہ)

عبداللہ بن الحارث کہتے ہیں:

"ایک مرتبہ میں علی ابن عبداللہ بن عباس کے پاس گیا تو دیکھا عکرمہ کو بیت الخلاء کے پاس باندھ رکھا ہے۔ میں نے (علی سے) کہا: آپ حضرات اپنے غلاموں کے ساتھ یہی سلوک کرتے ہیں؟ علی نے کہا: یہ میرے باپ کی طرف جھوٹ نسبت دیتا ہے؟"

(وفیات الاعیان جلد ۲ ص ۴۲۸)

عطاء خراسان کہتے ہیں:

"میں نے سعید بن مسیب سے پوچھا عکرمہ کہتا ہے جناب رسولؐ خدا نے حضرت میمونہ سے حال احرام میں شادی کی ہے؟ یہ سن کر سعید بولے: خبیث جھوٹا ہے۔"

(تہذیب التہذیب جلد ۸ ص ۲۶۸)

یحیی بن سعید انصاری کہتے ہیں:

"عکرمہ بہت ہی جھوٹا ہے۔"

مالک عکرمہ کو ثقہ نہیں سمجھتے تھے اور حکم دیتے تھے کہ اس سے کوئی روایت نہ لی جائے۔

احمد بن حنبل فرماتے تھے:

"عکرمہ متضاد حدیث بیان کرتے رہے ہیں۔"

ابن علیہ کہتے ہیں:

"ایوب نے عکرمہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا: وہ بے وقوف ہے۔ یہ عکرمہ مدینہ میں مرگیا تو

کوئی اس کی تشیع جنازہ کے لئے نہیں آیا (مجبوراً) چار آدمیوں کو کرایہ پر حاصل کیا گیا۔"

(تہذیب التہذیب جلد ۸ ص ۲۶۸)

"اتفاق ہے کہ ایک ہی دن مسجد رسولؐ کے دروازہ پر عکرمہ اور کثیر عزۃ (شاعر) دونوں کا جنازہ لایا گیا تو لوگ عکرمہ کے جنازہ کے لئے نہیں اٹھے اور کثیر عزۃ شاعر کے جنازہ کی تشییع کی اور عکرمہ کا جنازہ چھوڑ دیا۔"

(حوالہ سابق)

احادیث کی چھان پھٹک کرنے والے معتبر ترین لوگوں نے عکرمہ کے بارے میں جو باتیں کہیں ہیں ان میں سے کچھ کا ذکر کیا گیا۔ بعض اہل ثقہ عکرمہ کی روایت ہی کو رد کر دیتے ہیں اور اس سے اعراض کرتے ہیں۔ ہم بحث کو طولانی نہیں کرنا چاہتے اور عکرمہ کے بارے میں گفتگو یہیں ختم کئے دیتے ہیں۔

اب سنیئے مقاتل بن سلیمان مفسر کے بارے میں:

مقاتل کے بارے میں امام بخاری کا اپنی کتاب التاریخ الکبیر میں یہ کہہ دینا ہی کافی ہے:

"یقیناً" وہ کچھ نہیں ہے۔"

(التاریخ الکبیر جلد ۸ ص ۱۴)

عباس بن مصعب المروزی کہتے ہیں:

"مقاتل حافظ تفسیر تو تھا مگر اسناد کو ضبط نہیں رکھتا تھا۔"

(تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص ۱۸۰)

مقاتل کا ادعا تھا کہ اس نے ضحاک بن مزاحم سے سنا ہے اور ان کی تفسیر کی کتابیں بھی سنی ہیں لیکن موثق ترین افراد مقاتل کے اس دعوٰی کو جھوٹا بتاتے تھے مثلاً" ابن ابراھیم الحربی وغیرہ اور ابراہیم الحربی تو کہا کرتے تھے:

"مقاتل بن سلیمان کی پیدائش سے چار سال پہلے ضحاک بن مزاحم کا انتقال ہو چکا تھا۔"

(تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص ۲۸۱)

ابو حنیفہ فرماتے تھے:

"مقاتل اپنے مذہب میں متہم تھا۔ ہمارے پاس مشرق سے دو خبیث نظریئے آئے ایک

جہم کا جو تعطیل خدا کا قائل تھا دوسرا مقاتل کا جو خدا کی شبیہ کا قائل تھا۔"

اسحاق ابراہیم فرماتے تھے:

خراسان نے تین ایسے آدمی پیدا کئے جن کا جھوٹ بولنے و بدعت ایجاد کرنے میں دنیا میں کوئی ثانی نہیں۔ا۔ جہم ' ۲۔ مقاتل ' ۳۔ عمر بن صبح۔"

خارجہ بن مصعب کہتے تھے:

"جہم و مقاتل دونوں ہم لوگوں کے نزدیک فاسق و فاجر تھے۔"

خارجہ کہا کرتے تھے:

"میں کسی کافر ذمی یا یہودی کے قتل کو حلال نہیں جانتا لیکن اگر کسی ایسی جگہ جہاں مجھے کوئی دیکھ نہ رہا ہو' مجھے مقاتل بن سلیمان پر قدرت حاصل ہو جائے تو اس کو ضرور قتل کر دوں۔"

عبدالصمد عبدالوارث کہتے ہیں:

"ایک مرتبہ ہمارے پاس مقاتل بن سلیمان آیا اور اس نے عطاء کے حوالہ سے حدیثیں بیان کرنی شروع کر دیں پھر انہیں حدیثوں کو ضحاک کے حوالہ سے بیان کیا۔ اس کے بعد انہیں حدیثوں کو عمرو بن شعیب کے واسطہ سے بیان کرنا شروع کر دیا تو ہم لوگوں نے اس سے کہا: آخر تم نے ان حدیثوں کو کس سے سنا ہے؟ مقاتل نے کہا: سب ہی سے سنا ہے۔ پھر اس کے بعد بولا: خدا کی قسم مجھے نہیں معلوم کس سے سنی ہیں۔"

عبدالصمد عبدالوارث کہتے ہیں:

وکیع کہتے ہیں: (یہ امام شافعی کے استاد تھے۔ مترجم) "ہم لوگوں کا ارادہ تھا کہ مقاتل کے پاس جائیں (اتفاق سے) وہ خود ہی (ہمارے شہر میں) آ گیا۔ پس ہم لوگ اس کے پاس گئے تو اس کو جھوٹا پایا اس سے کوئی حدیث نقل نہیں کی۔"

(تہذیب التہذیب)

یہ مقاتل خلفاء اور حکام وقت کے لئے بلا معاوضہ رسول خدا کی طرف سے احادیث وضع کر دیا کرتا تھا۔ چنانچہ ابو عبیداللہ وزیر المہدی کہتا ہے:

"مہدی نے مجھ سے کہا: ارے تم اس شخص کو نہیں دیکھتے کہ مجھ سے کیا کہتا ہے(اشارہ

مقاتل کی طرف تھا) مہدی نے کہا: یہ شخص (مقاتل) مجھ سے کہہ رہا تھا: اگر آپ فرمائیں تو میں عباس کے لئے بہت سی احادیث جعل کر دوں!"

مقاتل، حضرت علیؑ کی عداوت میں مشہور تھا چنانچہ اس نے ایک مرتبہ یہ طے کر لیا کہ حضرت علیؑ نے جو فرمایا تھا (سلونی قبل ان تفقدونی) میں اس جملہ کی اہمیت لوگوں کی نظر میں کم کر دوں گا۔ اس مقصد کے لئے اس نے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا: **سلونی عما دون العرش حتی اخبر کما بها** (مجھ سے عرش سے نیچے کی تمام باتوں کو پوچھو تاکہ میں تم کو اس کے بارے میں خبر دوں) تو اس سے یوسف السمتی نے پوچھا:

"جب پہلی بار جناب آدمؑ نے حج کیا تھا تو اس کا سر کس نے مونڈا تھا؟ مقاتل نے کہا: یہ تو میں نہیں جانتا"

(تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص ۲۸۱)

ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی نے کہا:

"مقاتل بن سلیمان دجال اور جسور تھا۔"

امام نسائی نے کہا:

"مشہور ترین جھوٹے اور حدیث رسولؐ گھڑنے والے چار آدمی ہیں: ۱۔ ابن ابی یحیی ۲۔ بغداد میں واقدی ۳۔ خراسان میں مقاتل بن سلیمان ۴۔ شام میں محمد بن سعید۔

(وفیا الاعیان جلد ۴ ص ۳۴۲)

عسقلانی نے مقاتل کے بارے میں کہا ہے:

"مقاتل ابن سلیمان: اس کو تمام لوگ جھوٹا سمجھتے تھے۔ لوگوں نے اس کو چھوڑ دیا تھا اور اس کے اوپر تجسیم کا الزام تھا۔"

(یعنی یہ خدا کو جسم و جسمانیات والا سمجھتا تھا۔ مترجم)

یہ اجمالی طور پر عکرمہ اور مقاتل کا حال بیان کیا گیا۔ میرا خیال ہے اب ان دونوں کے بارے میں اس سے زیادہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں اور نہ اس سے زیادہ ان کی روایتوں کے بارے میں کچھ کہنے کی ضرورت ہے اور ان دونوں نے آیت تطہیر کی جو تفسیر کی ہے اس کا بھی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ لہذا ان دونوں کی حدیث کو چھوڑتے ہوئے اب ہم دوسری روایات کا ذکر

کرتے ہیں۔

۲۔ابن عباس کی روایت

دوسری وہ روایت ہے جس کو واحدی نے اسباب النزول کے اندر لکھا ہے اور وہ یہ ہے۔

"ابو القاسم عبدالرحمان بن محمد السراج کہتے ہیں: مجھ سے محمد بن یعقوب نے بیان کیا ان سے حسن بن علی بن عفان نے اور ان سے ابو یحیی الحمانی نے اور ان سے صالہ بن موسیٰ القرشی نے اور ان سے خصیف نے اور ان سے سعید بن جبیر نے اور سعید بن جبیر سے ابن عباس نے بیان کیا آیت إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ازواج رسولؐ کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے۔"

اس روایت میں سب سے بڑی خرابی سند کی ہے۔ اس کے بعض راوی تو مجہول ہیں اور بعض کا کتب رجال و کتب جرح و تعدیل میں کہیں ذکر نہیں ہے اور بعض ضعیف ہونے کے ساتھ ایسے ہیں جن پر جھوٹے ہونے کی نسبت دی گئی ہے مثلاً:

ابو یحیی الحمانی، یعنی عبدالحمید بن عبدالرحمن الحمانی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ مرجئہ فرقہ کا عقیدہ رکھتا تھا اور خطا کار تھا۔ بعض حضرات نے کہا کہ یہ مرجئہ فرقہ کا داعی تھا۔

(تقریب التہذیب جلد ۱ ص ۴۶۹)

امام نسائی کہتے ہیں:

"ابن سعد و احمد کا بیان ہے:

"یہ شخص ضعیف ہے۔"

العجلی نے کہا ہے:

"یہ کوفی ہے، ضعیف الحدیث ہے، مرجئی ہے (یعنی مرجئہ فرقہ کا فرد ہے)

(الکاشف ذہبی جلد ۲ ص ۱۵۲)

البتہ ابن معین نے کہا ہے:

"یہ ثقہ تو ہے مگر کم عقل ہے۔"

اور خصیف جس نے سعید بن جبیر سے روایت نقل کی ہے۔ اس کو احمد نے ضعیف قرار

دیا ہے۔

احمد بن حنبل نے کہا:

"یہ حجت نہیں ہے اور نہ ہی قوی الحدیث ہے"

ابو حاتم صالح نے کہا:

یہ خلط ملط کر دیتا ہے اور اس کا حافظہ کمزور تھا۔"

ابن المدینی نے کہا:

یحیی بن سعید اس احادیث کو ضعیف قرار دیتے تھے۔"

ابو طالب نے کہا:

"احمد سے عتاب بن بشیر کے بارے میں پوچھا گیا تو احمد نے کہا: کہ اس بارے میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ اس نے ناپسندیدہ اور غیر معروف احادیث نقل کی ہیں: میرا خیال ہے یہ خصیف کی طرح کا ہے۔"

ابن معین کا قول ہے:

"ہم لوگ اس کی نقل کی ہوئی حدیث سے اجتناب کرتے تھے۔"

ابن خزیمہ کا قول ہے:

"اس کی بیان کی ہوئی احادیث مستند نہیں ہیں۔"

ابن حبان کا قول ہے:

"ہمارے آئمہ کی ایک جماعت نے اس کو چھوڑ دیا ہے۔"

ذہبی کا قول ہے:

خصیف بن عبدالرحمان بن امیہ کا غلام سچ بولتا ہے (مگر) حافظہ کا خراب اور احمد نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔"

(تہذیب التہذیب جلد ۳ ص ۱۴۳)

اس حدیث کی سند کے بارے میں اس سے زیادہ میں کچھ اور کہنا نہیں چاہتا اور میرا خیال ہے کہ اس حدیث کو نقل کرنے والوں میں سے بعض کی جہالت و ضعف ہی اس سے گریز کرنے کے لئے کافی ہے۔

کتنے تعجب کی بات ہے کہ ایسی روایت کی انتہا ابن عباس پر کی گئی ہے حالانکہ ابن عباس سے حدیث کی معتبر کتابوں میں قوی، صحیح، صریح اسانید کے ساتھ آیت تطہیر کے نزول کو پنجتن کی شان میں اور یہ کہ آیت تطہیر کے مصداق ان کے علاوہ دوسرا کوئی نہیں بتایا گیا ہے اور واحدی صاحب کی دیانتداری دیکھئے کہ ان تمام صحیح و صریح روایات کو چھوڑ کر اس کمزور و ضعیف روایت کو نقل کرتے ہیں۔

(الکاشف جلد ا ص ۲۸۰)

واثلہ بن الاسقع کی روایت

تیسری روایت وہ ہے جس کو ابن جریر طبری نے نقل کیا ہے:

"مجھ سے عبدالکریم بن ابی عمیر نے بیان کیا' وہ کہتے ہیں ولید بن مسلم نے بیان کیا ان کا کہنا ہے مجھ سے ابو عمر نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں: مجھ سے شداد ابو عمار نے بیان کیا۔ ابو عمار کہتے ہیں میں نے واثلہ بن الاسقع کو بیانہ کرتے ہوئے سنا وہ کہہ رہا تھا: میں نے حضرت علیؑ کے گھر میں (جا کر) حضرت علیؑ کے بارے میں سوال کیا تو جناب فاطمہؑ نے فرمایا: وہ رسول خدا کو لینے گئے ہیں۔ اتنے میں خ رسولؐ خدا تشریف لائے اور گھر میں داخل ہوئے۔ میں بھی ساتھ داخل ہو گیا۔ رسولؐ خدا بستر پر بیٹھ گئے اور فاطمہؑ کو اپنی داہنی طرف بٹھایا اور علیؑ کو بائیں طرف بٹھایا اور حسنؑ و حسینؑ کو سامنے بٹھایا۔ اس کے بعد ان پر اپنا کپڑا ڈال دیا اور فرمایا:

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا پالنے والے یہی میرے اہل ہیں۔ پالنے والے میرے اہل سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ واثلہ کہتے ہیں: گھر کے ایک گوشے سے میں بھی بولا اور میں بھی اے خدا کے رسولؐ آپؐ کے اہل سے ہوں۔ رسولؐ خدا نے فرمایا تو میرے اہل سے ہے۔ واثلہ کہتے ہیں یہی وہ بات ہے جس کی میں سب سے زیادہ امید کرتا ہوں۔"

(تفسیر طبری جلد ۲۲ ص ۶)

ابن حجر نے اس روایت کو دوسرے اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:-

"وہ کہتے ہیں مجھ سے عبدالاعلیٰ بن واصل نے بیان کیا کہ ان سے فضل بن دکین نے

بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں مجھ سے عبدالسلام بن حرب نے بیان کیا اور ان سے کلثوم الحاربی نے بیان کیا۔ ان سے ابو عمار نے بیان کیا: ابو عمار کہتے ہیں: میں واثلہ بن الاسقع کے پاس بیٹھا تھا کہ لوگوں نے حضرت علیؑ کا ذکر کیا اور ان کو گالیاں دیں جب سب لوگ اٹھ کر چلے گئے تو مجھ سے واثلہ نے کہا: تم بیٹھو تاکہ تم کو اس شخص کے بارے میں بتاؤں جس کو ان لوگوں نے گالیاں دی ہیں پھر بولا: میں رسولؐ خدا کے پاس تھا کہ اتنے میں حضرت علیؑ فاطمہؑ حسنؑ آ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر اپنی چادر ڈال دی اور فرمایا: خدایا! میرے اہل بیت ہیں۔ پالنے والے ان سے رجس کو دور کر اور ان کو اس طرح پاکیزہ قرار دے جو پاکیزہ قرار دینے کا حق ہے۔ اس پر میں نے کہا: یا رسول اللہ اور میں؟ فرمایا: اور تم واثلہ کہتے ہیں: خدا کی قسم میرے نزدیک میرا سب سے مضبوط ترین عمل یہی ہے۔"

(تفسیر طبری جلد ۲۲ ص ۶)

سب سے پہلی بات جو ہم کو سوچنے پر مجبور کرتی ہے وہ یہ ہے کہ واثلہ نے اس روایت کو خود بیان کیا ہے اور اس کے آخر میں جو فقرہ ہے اس کا ذکر نہیں کیا ہ۔

ابن کثیر کہتے ہیں:

"امام نے مزید فرمایا: ہم سے محمد بن مصعب نے، ان سے اوزاعی نے، ان سے شداد بن عمار نے بیان کیا: میں واثلہ بن الاسقع کے پاس حاضر ہوا۔ ان کے پاس اور بہت سے لوگ تھے پھر سب نے علیؑ کا ذکر کیا اور ان کو گالیاں دیں، میں نے بھی (سب کے ساتھ) گالیاں دیں۔ جب چلے گئے تو (واثلہ نے) کہا: تم نے اس شخص (علیؑ) کو گالی دی۔ سنو تم کو وہ بات بتاؤں جو میں نے رسولؐ خدا سے دیکھی ہے۔ میں نے کہا: ہاں ہاں۔ انہوں نے کہا: میں حضرت فاطمہؑ کے پاس حضرت علیؑ کو پوچھنے آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے ہیں۔ میں بیٹھ کر انتظار کرنے لگا یہاں تک کہ خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام حسنؑ وامام حسینؑ اور حضرت علیؑ کے ساتھ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوئے آتے دکھائی دیئے یہاں تک کہ مکان میں داخل ہوئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی و فاطمہؑ کو اپنے سے قریب کر کے اپنے پاس بٹھایا اور حسنؑ و حسینؑ کو زانوں پر بٹھایا۔ پھر ان پر اپنا کپڑا یا چادر ڈال دی اور آیت تطہیر کی تلاوت کرنے بعد فرمایا: پالنے والے یہی میرے اہل بیت

ہیں اور میرے اہل بیت زیادہ حقدار ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۴۸۳)

حاکم نے مستدرک میں اسی قسم کی روایت خود اپنی سند اور بشیر بن بکر کے حوالہ سے تحریر کی ہے۔ وہ کہتے ہیں:

"ہم سے اوزاعی نے اور ان سے ابو عمار نے بیان کیا ہے کہ ان سے واثلہ بن الاسقع نے بیان کیا ہے اور پھر تقریباً" پہلی والی روایت ذکر کی ہے لیکن اس میں واثلہ کا اہل بیت کے ضمن میں ہونے کا ذکر نہیں ہے۔

(مستدرک جلد ۳ ص ۱۴۷)

یہ تینوں روایتیں جن کو ہم نے پیش کیا اور ان کو شداد (ابو عمار) نے واثلہ بن السقع کے حوالہ سے ذکر کیا ہے۔ پہلی اور دوسری روایت میں واثلہ کو اہل بیت کے ضمن میں داخل کیا گیا ہے لیکن تیسری میں یہ دعوی نہیں کیا گیا۔

سب سے پہلے تو یہی اختلاف دل میں شبہ پیدا کرتا ہے اور ظن غالب یہ ہے کہ یہ اضافہ (واثلہ کا اہل بیت کے ضمن میں ہونا واثلہ کا کلام نہیں ہے۔ یہ بعد میں اس کے کلام میں اضافہ کیا گیا ہے۔ ورنہ تیسری روایت مین اس سے غفلت برتنے کا کوئی سوال ہی نہیں ہوتا تھا۔ جبکہ سب سے زیادہ امید اسی سے وابستہ تھی اور یہ ایسا شرف تھا جس کی برابری دنیا کا کوئی شرف نہیں کر سکتا پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ آیت تطہیر کا ذکر کرتے ہوئے اس کو چھوڑ دیا جائے

واثلا بن الاسقع

ان باتوں سے قطع نظر کرتے ہوئے بھی واثلہ کی روایات کا اطمینان نہیں ہوتا کیونکہ واثلہ کا شمار اصحاب صفہ میں ہوتا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے وصال کے بعد یہ شام چلے گئے اور وہیں قیام پذیر ہو گئے اور جنگوں میں شریک ہوتے رہے اور ۵۲ سال کی عمر میں عبدالملک کے زمانہ میں مر گئے۔ قتادہ کہا کرتے تھے دمشق میں سب سے آخری صحابی یہی تھے۔ جو وہاں مرے۔

(تہذیب التہذیب جلد ۱۱ ص ۱۰۱)

میری نظر میں یہ بات بعید نہیں ہے کہ بنی امیہ نے شام میں واثلہ کے وجود کو غنیمت سمجھا ہو اپنے سیاسی مقاصد کے لئے ان کو استعمال کیا ہو۔ چنانچہ اس کی دلیل یہ ہے کہ واثلہ سے معاویہ کی فضیلت میں متعدد روایات منقول ہیں جن کے بارے میں احادیث کے بارے میں تحقیق کرنے والوں کا اجماع ہے کہ یہ سب روایات جعلی ہیں مثلاً"

ابن عساکر وغیرہ واثلہ کے حوالہ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

خداوند عالم نے اپنی وحی پر جبرئیل کو اور مجھے اور معاویہ کو امین بنایا اور معاویہ کی نبی مبعوث کر دے۔ خدا نے معاویہ کے گناہوں کو معاف کر دیا ہے اور اس کو حساب سے بچا لیا ہے۔ اس کو اپنی کتاب کا علم عطا کیا ہے۔ اس کو ہادی و مہدی قرار دیا ہے اور اس کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت بخشی ہے۔

حاکم کہتے ہیں:

"احمد بن عمر الدمشقی شام کے راویان حدیث کی بیان کی ہوئی احادیث کے عالم تھے۔ ان سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے بڑی سختی سے انکار کر کیا۔

اسی واثلہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"خدا کے نزدیک تین (اشخاص) امین ہیں (۱) میں، (۲) جبرئیل اور (۳) معاویہ"

نسائی اور ابن حبان نے کہا ہے:

"یہ حدیث باطل اور گھڑی ہوئی ہے۔"

(اللعالی المفوعہ جلد ۱ ص ۴۱۷)

سیوطی نے بھی اس حدیث کو واثلہ بن الاسقع کے حوالہ سے متعدد طریق سے نقل کیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ احادیث کے چھان پھٹک کے ماہرین کا اتفاق ہی کہ یہ حدیث گھڑی ہوئی ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ کس نے اس کو گھڑا ہے۔

بھلا دیکھئے تو لوگ اس کے پاس آکر حضرت علیؑ پر سب شتم کرتے ہیں اور یہ چپ رہتا ہے اور سب چلی جاتے ہینہ تو شداد کو ڈانٹتا ہے کہ تم کیوں شریک ہوئے اور پھر آیت تطہیر کا ذکر

کرتا ہے کہ یہ حضرت علیؑ و فاطمہؑ و حسینؑ و حسنؑ کے بارے می نازل ہوئی ہے۔

(تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۴۸۳) شداد (ابو عمار)

دونوں روایتوں کو واثلہ بن الاقع سی یہی شداد (ابو عمار) نقل کرتا ہے یہ شداد معاویہ بن ابی سفیان کا غلام تھا۔ (تاریخ کبیر۔ بخاری ج ۴ ص ۲۲۶) اور یہی بات سب سے پہلے دل میں کھٹکتی ہے کہ معاویہ کا غلام اور فضائل اہل بیت؟ بخاری نے بھی اس کا ذکر کیا ہے مگر توثیق نہیں کی اور کہا:

یہ شخص سفر میں اپنے اونٹ ہی پر نماز پڑھ لیا کرتا تھا۔"

دیگر راویوں کے ساتھ اس (شداد نے بھی ابو ہریرہ اور عوف بن مالک سے روایت کی ہے لیکن صالح بن محمد کہتے ہیں:

"اس شخص (شداد) نے ابو ہریرہ سے کچھ سنا ہے اور نہ ہی عوف ابن مالک سے۔" (مگر سبحان اللہ اس کے باوجود صالح بن محمد کی نظر میں سچا ہے۔

(تہذیب التہذیب جلد ۴ ص ۱۳۷) ابھی آپ پڑھ ہی چکے ہوں گے کہ مجع کے ساتھ اس نے بھی حضرت علیؑ کو سب و شتم کرنا شروع کر دیا اور جب لوگ چلے گئے تو واثلہ بن الاسقع نے پھٹکارا اس پر جواب دیا کہ لوگ گالی دے رہی تھے لہٰذا میں بھی دینے لگا۔

(تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۴۸۳) بھلا جس شخص کے دین کی یہ حالت ہو کہ لوگوں کا گالی دیتا دیکھ کر خود بھی گالی بکنے لے نہ تحقیق کرے نہ دین کا خیال کرے۔ کہ یہ شخص کی روایت پر انسان کیسے اطمینان کر سکتا ہے؟

ویسے یہ بظاہر ناممکن ہے کہ یہ شخص حضرت علیؑ کو پہچانتا نہ ہو۔ ان تمام باتوں کے بعد حالانکہ ایسی روایات صحیحہ اور صریحہ موجود ہیں جن کی علماء حدیث نے تصدیق بھی کی ہے اور ان کے راویوں کی توثیق بھی کی ہے اور یہ چیزیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ آیت تطہیر صرف رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حضرت علیؑ حضرت زہراؑ امام حسنؑ امام حسینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ان پنجتن کے علاوہ اس آیت میں دوسرا شریک نہیں ہے یہاں تک کاہ ام سلمہ کی روایت کی بنا پر وہ ان میں داخل ہونا چاہتی تھیں تو رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے انکار کر

دیا اور فرمایا:

"تم خیر پر ہو مگر یہ جگہ تمہاری نہیں ہے"

۴۔ حضرت ام سلمہؓ کی روایت

ابن جریر نے ابی کریب سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا:

"ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: مجھ سے موسی بن یعقوب نے بیان کیا: انہوں نے کہا: مجھ سے ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: مجھ سے عبداللہ بن وہب بن زمعہ نے بیان کیا کہ مجھ کو ام سلمہ نے بتایا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیؑ اور حسنینؑ کو جمع کیا پھر ان کو اپنے کپڑے کے نیچے داخل کر کے خدا کی پناہ لی پھر فرمایا: یہ میرے اہل بیت ہیں۔ ام سلمہ نے کہا اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے بھی ان کے ساتھ داخل فرمایئے۔ فرمایا: تم میری بیوی ہو۔"

(تفسیر طبری جلد ۲۲ ص ۷)

اس روایت کی سند میں ایک تو موسی بن یعقوب ہے دوسرے خالد بن مخلد ہے پہلے شخص سے مرد موسی بن یعقوب بن عبداللہ بن وہب بن زمعہ بن الاسود ہے۔ اس شخص کے ابرے میں علی بن المدینی نے کہا ہے:

"یہ ضعیف الحدیث اور منکر الحدیث ہے۔"

نسائی نے کہا ہے:

الاثرم کا بیان ہے:

"میں نے اس کے بارے میں احمد سے پوچھا تو جیسے ان کو یہ شخص پسند نہیں آیا"

اور ساجی نے کہا:

"احمد یحیی اس شخص کے ابرے میں اختلاف رکھتے ہیں"

احمد نے کہا:

تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص ۳۷۸)

ابن القطان نے کہا:

"یہ شخص ثقہ ہے"

اب رہا دوسرا شخص خالد بن مخلد القطوانی ابو الہیثم البجلی نے عبداللہ بن احمد نے اپنے باپ کے حوالہ سے کہا:

"اس شخص کے حدیثیں ناپسندیدہ ہیں اور ابو لولید الباجی نے رجال البخاری میں حاتم سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا خالد بن مخلد کی روایات غیر معروف روایات (کا مجموعہ ہیں۔ ذہبی نے میزان الاعتدال میں کہا ہے۔ اس کے حدیثیں لکھی جاسکتی ہیں لیکن ان سے حجت پیش نہیں کی جاسکتی۔ ساجی اور عقیلی نے اس کا ذکر ضعیف حدیث بیان کرنے والوں میں کیا ہے۔

(تہذیب التہذیب جلد ۳ ص ۱۱۷)

میں اس روایت کے بارے میں زیادہ بحث نہیں کرنا چاہتا اور نہ اس روایت کے ان دونوں ۔ موسیٰ و خالد کے علاوہ دیگر رجال سند سے تعرض کرنا چاہتا ہوں کیونکہ حضرت ام سلمہؓ سے بہت سی ایسی صریح و صحیح احادیث مروی ہیں جو اس روایت کی تردید کے لئے کافی ہیں۔ کچھ حدیثوں میں آیا ہے کہ ام سلمہؓ نے تمنا کی کہ مجھے بھی اہل بیت کے ضمن میں لے لیا جائے جن کے بارے میں آیت تطہیر نازل ہوئی ہے لیکن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت نرمی سے رد کر دیا اور فرمایا تم اپنی جگہ پر رہو۔ تم خیر پر ہو یا تم رسولؐ کی زوجہ ہو لیکن اہل بیت میں داخل نہیں۔

اور یہ کوئی انصاف نہیں ہے کہ جناب ام سلمہؓ نے جتنی بھی روایات نقل کی ہیں اور جن کو ان سے ثقہ راویوں نے روایت کیا ہے اور آئمہ حدیث نے تصدیق کی ہے ان سب کو چھوڑ دیں اور اس ضعیف السند روایت کو قبول کرلیں۔

۵۔ابن حجر الہیثمی کی روایت

"رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اور عباس کے اوپر ایک چادر ڈال کر فرمایا: خدایا یہ میرے چچا ہیں اور میرے باپ کے بھائی ہیں اور یہ سب میرے اہل بیت ہیں۔ ان کو آتش جہنم سے اسی طرح چھپا لے جس طرح میری اس چادر نے چھپا لیا ہے (یہ سن کر) دروازے کی چوکھٹ (بازو) اور گھر کی دیواروں نے تین مرتبہ آمین کہی۔

(صواعق محرقہ ص ۱۴۴)

اس روایت کو ابن حجر نے بغیر اسناد کے تحریر کیا ہے اور مجھے نہیں معلوم کہ کس حدیث کی کتاب سے اس کو نقل کیا ہے تاکہ حدیث کی سند کو دیکھتا کیسی

ہے۔؟ صواعق محرقہ کے علاوہ کسی معتبر کتاب میں اس روایت کو نہ سند کے ساتھ اور نہ بغیر سند کے دیکھا ہے اور یہی چیز اس حدیث کے ضعف کے لئے کافی ہے۔

اس کے علاوہ اگر سند سے چشم پوشی بھی کر لی جائے تب بھی روایت کے الفاظ اس کو ترک کرنے اور اعراض کرنے کے لئے کافی ہیں۔

گمان غالب ہے کہ عباسی خلفاء کے دور میں جب لوگ خلفاء سے قربت حاصل کرنے کے لئے ان کی فضیلتوں میں جعلی حدیثیں بنا بنا کر پیش کیا کرتے تھے اسی زمانہ میں یہ حدیث بھی وضع کی گئی ہے اس سے قطع نظر کہ کسی معتبر مصدر میں نہ یہ روایت مذکور ہے اور نہ اس کی سند کا ذکر ہے۔ دروازہ کی چوکھٹ اور بازو کا دعائے رسولؐ کے بعد تین مرتبہ آمین کہنا اور اسی مکان کی دیواروں کا تین مرتبہ آمین کہنا ہی روایت کو ضعیف اور جعلی ظاہر کرنے کے لئے کافی ہے قطع نظر اس کے کہ اس کی کوئی سند تک مذکور نہیں۔

جو صحیح و صریح روایات آیت تطہیر کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علیؑ حضرت فاطمہؑ امام حسنؑ و امام حسینؑ کے لئے مخصوص کرتی ہیں ان کے مضمون کے خلاف جو روایات ہیں ان میں سے اہم یہی پانچ روایتیں ہیں جو ہم کو ملی ہیں اور ان پانچوں میں عکرمہ کی روایت ازواج کے ساتھ دوسروں کو بھی شریک کرتی ہیں اور یہ سب روایات متن و سند کے اعتبار سے ضعیف ہیں یہ کسی بھی طرح ان صحیح روایات کا مقابلہ نہیں کر سکتیں جو آیت تطہیر کو پنجتن پاک کے لئے مخصوص کرتی ہیں۔

جناب آیت اللہ فاضل لنکرانی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

اس مقام پر ہمیں دو ایسے گروہوں سے واسطہ پڑتا ہے جو کاسہ ہائے از آش داغ تر کی مثال نظر آتے ہیں۔ یعنی مدعی ست اور گواہ چست کی تصویر ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی دو ازواج "حضرت ام سلمہ رضی اللہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تو خود اقرار اور اعتراف کر رہی ہیں کہ اس آیت کریمہ کے شان نزول میں ہم شامل نہیں ہیں اور یہ آیت ازواج پیغمبر سے کوئی ربط نہیں رکھتی (یعنی اھل بیت میں ازواج داخل نہیں ہیں) لیکن یہ دونوں پھر بھی تکرار کئے جا رہے ہیں کہ یہ آیت کریمہ فقط ازواج رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہی کے حق میں نازل ہوئی ہے یا ازواج پیغمبر بھی پنجتن پاک کے ساتھ آل کساء میں شامل ہیں۔

پہلا گروہ

(جو فقط ازواج رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو آیت تطہیر کا مورد نزول قرار دیتا ہے)

ان میں اسلام کے اولین دور کے عکرمہ، مقاتل بن سلیمان اور عروۃ بن زبیر شامل ہیں۔

دوسرا گروہ:

اس پہلے گروہ کے بارے میں یہ کہنا لازم ہے کہ ان لوگوں نے یہ بات اپنے ذاتی نظریے کے طور پر کہی ہے نہ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یا ازواج نبی یا اصحاب نبی سے روایت کے طور پر۔ واضح ہے کہ ان امور میں عام لوگوں کا ذاتی نظریہ کوئی وقعت نہیں رکھتا اور نہ ہی معتبر قرار دیا جا سکتا ہے اور ایسے افراد اگر مورد اتہام نہ بھی ہوں تو بھی دیگر لوگوں کے لیے ان کا نظریہ حجت نہیں ہو سکتا۔

عکرمہ کہتا ہے: "آیت تطہیر فقط ازواج رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بارے میں نازل ہوئی ہے" اور وہ اپنے اس دعویٰ میں اس قدر سخت ہے کہ اپنے نظریے کے مخالفین کے ساتھ مباہلہ کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ یہ شخص تعصب میں غرق ہو کر بازار میں باواز بلند کہا کرتا تھا کہ آیت تطہیر فقط ازواج نبی کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

جواب میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ عکرمہ کا نظریہ دیگر اشخاص کے نظریے سے کون سا امتیاز رکھتا ہے۔ وہ کونسی ایسی امتیازی شان کا مالک ہے کہ اس کے نظریے پر اعتماد کرنا ضروری ہو (اور اس کے ہاں اپنے نظریے کے حجت ہونے پر کیا ثبوت موجود ہے؟ وہ بھی دیگر مسلمانوں کی طرح ایک عام مسلمان ہے اور بس)

عروۃ بن زبیر بھی عکرمہ ہی کی صف کا ایک فرد ہے۔ لہٰذا اس کی گفتگو بھی عکرمہ کی گفتگو کی مثل حجت نہیں ہے۔ لہٰذا دونوں کا جواب بھی ایک ہے۔ رہی وہ چند روایات جو عکرمہ یا دیگر افراد نے ابن عباس سے نقل کی ہیں کہ آیت تطہیر ازواج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں نازل ہوئی' تو اگرچہ ان کے بارے میں ہم نے عرض کیا کہ اہل سنت کی معتبر روایات اس مطلب کی نفی کرتی ہیں اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی صریحاً" مخالفت کی ہے' تاہم مناسب ہو گا کہ ان منقولات کا نظریہ کیا تھا اور ان روایات کی نقل کرنے میں ان کا کیا مقصد کام کر رہا تھا؟

پہلا شخص : عکرمہ

عکرمہ حضرت امیر المومنین علیؑ کے سخت دشمنوں میں سے ایک تھا لہٰذا یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ اس کے نظریے کی بنیاد امام علیہ السلام سے اس کی ذاتی دشمنی تھی۔

ہمارے ایک ہم عصر بزرگوار علامہ سید شرف الدین اپنی ایک کتاب **"الکلمۃ الغراء فی تفضیل الزہرا سلام اللہ علیہا"** مین رقمطراز ہیں: "عکرمہ کی کوشش ہوتی تھی کہ لوگوں کو علی علیہ السلام کے دشمنوں کی صف میں کھینچ لے جائے اور وہ ہمیشہ حضرت علی علیہ السلام سے لوگوں کو منحرف کرنے اور آپ کو مقام ولایت سے دور کرنے کی کوشش میں مصروف رہتا تھا۔"

وہ خوارج کے ایک اہم گروہ کا سربراہ تھا۔ اس کا اعتقاد تھا کہ باقی سارے مسلمان کافر ہیں اور اسلام حقیقی کے حامل فقط خوارج ہی ہیں۔

خالد بن عمران کہتا ہے: "میں نے ایک مرتبہ حج کے موقع پر عکرمہ سے سنا کہ وہ کہہ رہا تھا کہ اگر اس حج میں آنے والے اور ان مناسک کو انجام دینے والے تمام حجاج کو تہ تیغ کرنے میں کامیاب ہو جاؤں تو گویا میں نے اپنی آرزو پا لی۔"

قرآن مجید کی آیات متشابہات کے بارے میں کہا کرتا تھا: "اس قسم کی آیات کے نازل کرنے سے اللہ تعالیٰ کا مقصد لوگوں کو گمراہ کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں۔"

حضرت عبداللہ بن عباس کے فرزند کے بقول "یہ ناپاک شخص ابن عباس پر جھوٹ باندھتا تھا اور جعلی اور من گھڑت باتوں کو میرے والد کی طرف منسوب کیا کرتا تھا۔"

ایک مرتبہ ابن عباس کے فرزند کے سامنے عبداللہ بن حارث عکرمہ پر شدت سے برسنے

لگے اور کہا: "تو کیوں خوف خدا نہیں کرتا اور کیوے تقوی سے بھاگتا ہے۔"

ابن مسیب کے بارے میں منقول ہے کہ اس نے اپنے آزاد کردہ غلام کو کہا: "کہیں ایسا نہ ہو تو بھی مجھ پر اس طرح جھوٹ باندھنے لگے جس طرح عکرمہ اپنے مولی ابن عباس پر جھوٹ باندھتا تھا۔"

علامہ سید شرف الدین کی اس گفتگو سے جس مدرک اہل تسنن کی جرح و تعدیل میں لکھی گئی معتبر کتب ہیں' عکرمہ کا حقیقی چہرہ بے نقاب ہو جاتا ہے کہ وہ ایک جھوٹا' بے ایمان' خائن' بے ضمیر اور حضرت امیر المومنین سے سخت عداوت رکھنے والا شخص تھا۔

لہٰذا اگر وہ آیت تطہیر کے بارے میں اپنا ذاتی نظریہ بیان کرے تو اس کا یہ نظریہ امام علیہ السلام سے اس کی عداوت کے اظہار کے علاوہ کچھ نہیں ہو سکتا۔ ظاہر ہے کہ اس کی کوشش ہے کہ وہ آیت تطہیر کا افتخار آفرین لباس امام المتقین علی علیہ السلام سے اتار کر اغیار کے بدن پر سجائے اور اس کے لیے اگر وہ عبداللہ بن عباس سے روایت کا عنوان لاتا ہے تو اس کی روش یہی ہے کہ وہ اپنے مولی پر جھوٹ باندھتا ہے۔ اس جھوٹ کا پردہ ان متعدد روایات سے چاک ہو جاتا ہے جو ابن عباس سے منقول ہیں جن میں وہ اس آیت کریمہ میں ازواج نبی کے شامل ہونے سے انکار کرتے ہیں۔ منجملہ ان روایات کے ایک روایت وہ ہے جو احمد بن حنبل نے اپنی سند کے ساتھ عمرو بن میمون سے نقل کی ہے۔ وہ کہتا ہے "عبداللہ بن عباس حضرت امیر المومنین علیؑ کے فضائل کے اظہار میں کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنا لباس (چادر) اٹھایا اور اس کو علی' فاطمہ' حسن اور حسین علیہم السلام پر ڈال کر فرمایا: "**انما یرید اللہ......**" **غایۃ المرام** ص ۲۸۷۔

پس ہم عکرمہ کے نظریہ کو ہرگز قبول نہیں کر سکتے جو ایک نادان' جاہل بالقرآن اور دشمن اہل بیت شخص ہے اور نہ اس کی روایت کو کوئی اہمیت دے سکتے ہیں۔

دوسرا شخص : مقاتل

آیت تطہیر کو ازواج پیغمبر سے مختص ماننے والا دوسرا شخص مقاتل بن سلیمان ہے۔

علامہ سید شرف الدین فرماتے ہیں: "یہ شخص بھی حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام سے سخت عداوت رکھتا اور ہمیشہ کوشاں رہتا تھا کہ علی علیہ السلام کے مسلمہ فضائل کو لوگوں کے

اذہان سے دور کرے۔ مقاتل عقیدے کے اعتبار سے مشبہ سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کو انسانوں سے تشبیہ دیتا ہے۔ ابو حنیفہ اس بارے میں کہتے ہیں "مقاتل نے تشبیہ کے عقیدے کے اثبات میں افراط کی راہ اختیار کی اور پروردگار کو مخلوق کو مثل سمجھنے لگا۔"

ایک بے جا دعوی اور رسوائی

مقاتل عوام کے اجتماعات میں ادعا کرتا تھا کہ اس گنبد دوار (آسمان) کے نیچے جو کچھ ہے مجھ سے پوچھو تو اس کا صحیح جواب دوں گا۔ (یعنی سلونی سلونی کا دعوی کرتا تھا) چنانچہ ایک مرتبہ حاضرین مین سے کسی نے پوچھ لیا: "بتا جب حضرت آدم علیہ السلام نے حج کیا تو احرام سے باہر آنے کے لیے ان کا سر کس نے تراشا؟ مقاتل کے پاس سکوت و سر جھکانے کے علاوہ اس کا کوئی جواب نہ تھا۔

لیکن یہ نادان اور گزاف گو اس رسوائی کے باوجود پھر بھی باز نہ آیا اور کسی دوسرے اجتماع میں پھر یہی دعوی کرنے لگا تو وہاں اس سے پوچھا گیا کہ چیونٹی کی آنتیں اس کے چھوٹے سے بدن کے کس حصے میں پائی جاتی ہیں؟

تو یہاں بھی حیرانی و سرگردانی اور خاموشی کی علاوہ اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

اب غور فرمایئے کہ علامہ بزرگوار نے مقاتل کی جو تصویر کشی فرمائی ہے اور جس طرح اس کی سوانح حیات بیان کی ہے اس سے مقاتل کے آیت تطہیر کے بارے میں دیئے گئے بیانات اور اس کو ازواج نبی سے مختص کرنے کے دعوی جات کی حقیقت کھل جاتی ہے اور اس کو یہی کہا جا سکتا ہے

اے مگس عرصہ سیمرغ نہ جولا نگاہ تست
عرض خود می بری وزحمت ماميداری

اے مکھی! سیمرغ کا میدان تیری جولا نگاہ نہیں ۔ تو اپنی عزت بھی لٹارہی ہے اور ہمیں بھی مفت میں تکلیف دے رہی ہے۔

تیسرا شخص: عروہ

آیت تطہیر کو ازواج رسول سے مختص قرار دینے والا تیسرا شخص عروہ بن زبیر ہے۔

صاحب "قاموس الرجال" عروۃ بن زبیر کے حالات میں لکھتے ہیں: "عروۃ باقاعدہ علی علیہ السلام کو گالیاں دیا کرتا تھا اور ساری وہ جنگیں جو علی علیہ السلام کو مجبوراً" لڑنا پڑی تھیں اور جن میں حالات حضرت کو لڑائی کی طرف کھینچ لائے تھے' ان سب میں عروہ علی علیہ السلام کو قصور وار گردانتا تھا۔ وہ آپ کے حق میں اس قدر گستاخ تھا کہ بقول ابن ابی الحدید جس نے اس سے کافی روایت نقل کی ہیں' وہ زھری سے اور وہ عروۃ سے نقل کرتا ہے کہ ایک مرتبہ عائشہ نے اس سے کہا کہ میں رسول اکرم کی خدمت میں بیٹھی تھی کہ حضرت عباس اور حضرت علی حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں شرفیاب ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان دونوں حضرات کو دیکھتے ہی آہستہ سے مجھے بتایا کہ یہ دونوں افراد بوقت موت طریق اسلام سے خارج ہو جائیں گے۔

ان الفاظ سے واضح ہو رہا ہے کہ عروۃ کس قسم کا انسان تھا۔ اس کو حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام سے کس قدر سخت عداوت تھی اور جہالت و کینہ وری میں وہ کہاں تک چلا گیا تھا؟ ایسا شخص اگر آیت تطہیر کا مفہوم اپنی مرضی سے کرنے لگے یا اس کی تفسیر کسی دوسرے شخص کی طرف جعلی طور پر منسوب کردے تو کوئی بعید نہیں۔ ایسے ہی شخص کے متعلق کہا گیا ہے کہ اگر دریا میں سے بھی گزر جائے تو بھی اس کی زہر کو تری نہ پہنچے گی۔ قرآن مجید کے موجزن سمندر سے نمی حاصل کرنا ایسے شخص کے لئے ممکن نہیں ہے۔ اس کی زبان سے نکلنے والے شعلے اس کے سینے میں کینے کی آگ کے وجود کی علامت ہیں اور اس کی کوئی روایت یا کسی کی طرف دی گئی کوئی نسبت افتراء و بہتان کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔

دوسرا گروہ

آیت تطہیر کے بارے میں ایک دوسرے گروہ کا نظریہ یہ ہے کہ اہل بیت اگر ازواج نبی سے مختص نہیں تو وہ اہل بیت میں شامل ضرور ہیں۔ یہ لوگ عامہ یعنی اہل سنت کے مفسرین وعلماء کی ایک جماعت ہیں۔

ان کے جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر ازواج رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آیت تطہیر کے منحصر ہونے یا ان کو بھی شامل ہونے پر آپ کی دلیل یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ ان آیات کے درمیان ہے جو ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق ہیں تو اس کو

جواب پہلے بھی دیا جاچکا ہے کہ ان تمام آیات میں جو ازواج کے بارے میں آئی ہیں نہ تو ان کی سرنوشت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے ازلی ارادے کی کوئی بات ہے اور نہ ہی وہ آیات ان کی کسی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں' جب کہ آیت **انما یرید اللہ** ...... اللہ تعالیٰ کے ازلی ارادے اور اہل بیت کی فضیلت پر دلالت کر رہی ہے اور ثابت کر رہی ہے کہ "اہل بیت" کا عنوان رکھنے والے افراد ایک خصوصی برتری کے مالک ہیں۔ لہٰذا یہ کیسے ممکن ہے کہ جس آیت میں اس قدر وضاحت کردی گئی ہو' ازواج رسول بھی اس کی مصداق ہوں۔ (اس کی مزید تفصیل بھی عنقریب پیش کی جائے گی)

اور اگر بالفرض آیت تطہیر کا ان آیات کی ردیف میں ہونا اور سیاق کا واحد ہونا' ازواج میں منحصر ہونے یا ازواج کو شامل ہونے کا مقتضی مان بھی لیا جائے تو یہ ان صاحبان کے دعویٰ کا ایک قرینہ ہی قرار پائے گا اس سے زیادہ کچھ نہیں لیکن اب دیکھنا یہ ہو گا کہ کیا یہ قرینہ ان کثیر تعداد روایات کے مقابلے کی تاب رکھتا ہے جو بڑی صراحت سے کہہ رہی ہیں کہ "آیت تطہیر" میں "اہل بیت" سے فقط پنجتن پاک مراد ہیں اور ازواج نبی اس سے باہر ہیں' جب کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا دونوں خود بھی اس امر کا اقرار اور اعتراف کر چکی ہیں۔

اور اگر یہ کہیں کہ کچھ ایسی روایات بھی ہیں جو تصریح کر رہی ہیں کہ آیت کریمہ ازواج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی شامل ہے تو ہم جواب میں کہیں گے کہ یہ روایات وہی ہیں جنہیں عکرمہ اور اس کے ساتھیوں نے نقل کیا ہے جو در حقیقت ان کا ذاتی نظریہ ہے۔ یا ابن عباس سے منقول ایک خیال ہے جب کہ علماء اہل سنت کی طرف سے کتب جرح وتعدیل میں مندرج بیانات سے یہ بات روشن ہو گئی ہے کہ عکرمہ اور اس کے دیگر ساتھی دروغ گو اور فاسد العقیدہ افراد تھے۔

بنابریں ثابت ہوا کہ آیت تطہیر فقط آل کساء کے پنجتن پاک اندر منحصر ہے اور تمام باانصاف وباضمیر انسان اور بے جا اختلافات اور ہٹ دھرمی سے دور رہنے والے افراد اس حقیقت میں شک وشبہ نہیں کر سکتے۔ لہٰذا ہمارے پاس اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں کہ ہم یقین کرلیں کہ حرم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواتین اس عظیم فیض اور الٰہی موہبت سے محروم ہیں۔

(آیہ تطہیر ص ۷۳ سطر ۳)

جماعت اصحاب

متعدد صحابہ کرام کی جماعتوں نے بھی آیہ تطہیر کی تفسیر میں خمسہ مطہرین کی عظمت کا اقرار اور حضور اکرمؐ سے روایت فرمایا ہے۔

حضرت سعد بن وقاص، حضرت سہل بن سعد، حضرت ابو ہریرہ، حضرت بریدہ اسلمی، حضرت ابو سعید خدری، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عمران بن حصین اور حضرت سلمہ بن اکوع تمام یہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ جب آیہ تطہیر نازل ہوئی تو حضور اکرمؐ نے حضرت فاطمہ، حضرت علی، حضرت حسن اور حضرت حسین کو بلا کر فرمایا **اللھم ھئو لاء اھل بیتی فاذھب عنھم الرجس**

(الاستیعاب جلد ۲ ص ۴۶۰)

حضرت ام سلمہ، حضرت عمرو بن ابی سلمہ، حضرت انس بن مالک، حضرت ابو الحمراء، حضرت معقل بن یسار اور حضرت عائشہ سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

(ترمذی شریف ص ۵۴۱ سطر ۱۴)

حضرت ام سلمہ، حضرت شہر، حضرت عمش، حضرت جعفر بن عبداللہ، حضرت حکیم بن سعید، حضرت ام سلمہ، حضرت شداد ابو عمار اور واثلہ بن اسقع، سیر اعلام النبلاء جلد ۳ ص ۱۹۰۔

حضرت ام سلمہ، حضرت انس بن مالک، حضرت عائش اور حضرت عمرو بن ابی سلمہ جامع الاصول جلد ا ص ۱۰۱۔

حضرت ابو سعید خدری، حضرت مجاہد، حضرت قتادہ اور حضرت کلبی، فتح المبین جلد ۷ ص ۳۶۳ سطر ۲۱۔

حضرت ابو سعید خدری، حضرت مجاہد اور حضرت قتادہ تفسیر النسفی جلد ۴ ص ۹۵۵ ارجح المطالب ص ۳۱۱۔

اہل بیت اور
اجماع اصحاب

گزشتہ صفحات کو لفظ "اہل بیت" کے ذیل میں جن روایات کو نقل کیا گیا ہے ان کی کثرت اور شہرت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ صدر اسلام میں اس لفظ کا مفہوم انتہائی واضح تھا اور اسی وضاحت پر اعتماد کر کے آیت نے بھی کسی کے نام کا ذکر کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی جبکہ ایسے اہم اور نازک موقعہ پر ان باتوں کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔ دیکھنا صرف یہ ہے کہ اس لفظ کی شہرت کن لوگوں میں تھی اور اس کے استعمال سے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یا علماء کا ذہن کن ذوات مقدسہ کی طرف منتقل ہوتا تھا۔

بیان میں طول دینے کی ضرورت نہیں ہے صرف چند مواقع کا تذکرہ کر دینا ہی توضیح مقصود کے لئے کافی اور وافی ہو گا۔

1۔ شداد بن عمار ناقل ہیں کہ میں واثلہ بن الاسقف کے پاس بیٹھا ہوا تھا' اتنے میں علی علیہ السلام کا ذکر آ گیا۔ لوگوں نے انہیں برے الفاظ سے یاد کیا اور جب مجمع برخواست ہو گیا تو واثلہ نے مجھ سے کہا ذرا ٹھہر جاؤ۔ تم سے اس شخص کے بارے میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں جس کا ابھی تذکرہ ہو رہا تھا۔ کیا تم اسے پہنچانتے ہو؟ یاد رکھو! میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں میں حاضر ہو رہا تھا کہ اتنے میں علی علیہ السلام و فاطمہ علیہا السلام و حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام سب آ گئے حضرت نے ان سب کے سر پر چادر ڈال کر یہ اعلان کیا **اللھم ھؤلا اھل بیتی انھب عنھم الرجس و طھرھم تطھیرا۔**

ترجمہ: خدایا یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے رجس کو دور رکھنا اور ان کو اس طرح پاک کرنا جس طرح حق طہارت ہے اس واقعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اہل بیت سے ذریت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا مراد ہونا اتنا واضح تھا کہ واثلہ نے ان لوگوں کی تردید میں آیت تطہیر کے علاوہ کسی اور فضیلت علی علیہ السلام کا ذکر نہیں کیا۔

2۔ حکیم بن سعد کا بیان ہے کہ ہم نے جناب ام سلمہ کے سامنے حضرت علی علیہ السلام کا ذکر کیا اور انہوں نے فرمایا کہ آیت تطہیر میرے ہی گھر میں نازل ہوئی ہے۔

(تفسیر ابن کثیر)

کھلی ہوئی بات ہے کہ اگر اہل بیت سے حضرت علی علیہ السلام کا مراد ہونا انتہائی واضح نہ ہوتا تو جناب ام سلمہ رضی اللہ عنہا ان کے بارے میں ہونے والے سوال کے جواب میں آیت تطہیر کے نزول کا ذکر نہ فرماتیں بلکہ حضرت علی علیہ السلام کے کچھ اور کمالات بیان کرتیں یا حدیث والے اہل بیت کا تذکرہ کرتیں۔ آپ کا ان تمام باتوں سے قطع نظر کر کے آیت تطہیر کے اہل بیت کا ذکر کرنا میرے دعویٰ کا ایک اور واضح اور بین ثبوت ہے جس میں تشکیک سو فسطائیت کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

۳۔ علامہ شیخ عبدالمجید شرنوبی ازہری تحریر فرماتے ہیں کہ لفظ "آل محمدؐ" کے معانی موارد و مقامات کے اختلافات سے بدلتے رہتے ہیں۔ زکواۃ کے سلسلے میں اس لفظ سے تمام بنی ہاشم مراد ہوتے ہیں۔ لیکن جب محبت "آل محمدؐ" کا تذکرہ ہوتا ہے تو اس سے مقصود صرف وہ اہل عباء ہوتے ہیں جنہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زیر کساء جمع کر کے بارگاہ احدیث میں دعا کی تھی۔ "خدایا یہ میرے اہل بیت ہیں انہیں پاک و پاکیزہ رکھنا جس پر آیت نازل ہوئی تھی اور وہ حضرات حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام اور ان کے ماں باپ تھے۔" اس روایت کو شیخ عبداللہ شبرادی نے اتحاف سینہ ص 5 پر ابن عساکر نے اپنی تاریخ ص 204 ج 4 پر محمد بن یوسف شافعی نے کفایت الطالب ج 2 ص 13 پر شیخ ابوبکر حنفی نے قرۃ العیون ج 1 ص 189 پر بن عبدربہ وغیرہ نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے جیسا کہ ہم نے سابق میں اشارہ کیا اور آئندہ بھی اسی کی طرف اشارے آتے رہیں گے۔

یہ باتیں اس بات کا زندہ ثبوت ہیں کہ آج کل کے قلمکاروں کی پیدائش سے پہلے نیک نیت علماء و اصحاب اہل بیت سے خمسہ نجباء کو مراد لیتے رہے ہیں۔ مگر افسوس کہ آج کل ان مولفین نے نہ احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احترام کیا اور نہ علماء کی تحقیقات کا بلکہ اپنی من مانی کرنے کے لئے سب کو مورد طعن بنا دیا اور اس طرح اپنے لئے راستہ ہموار کرلیا۔

جناب آیتہ اللہ فاضل لنکرانی اس اعتراض کا جواب یوں تحریر فرماتے ہیں:
اس میں کوئی شک نہیں یہ آیات مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں کیونکہ سورۃ احزاب کی تمام آیات مدنی ہیں۔ بالخصوص وہ آیات جن میں ازواج نبی کو خطاب کیا گیا ہے وہ اسی زمانے میں نازل ہوئی ہیں جس میں یہ مخدرات آنحضورؐ کی زوجیت میں تھیں اور آپ ان کی سرپرستی فرماتے تھے۔

لہٰذا ظن قوی یہی ہے کہ ان آیات کا نزول رسول خدا کی عمر کے آخری سالوں میں ہوا ہے جب آپ کی متعدد ازواج تھیں اور تقریباً" وہ سب یا ان میں سے اکثر زوجیت رسول میں رہیں۔ تاآنکہ نبی اکرم کی رحلت ہو گئی اور انہیں "ام المومنین" ہونے کا افتخار میسر ہوا۔

ان آیات میں ازواج رسول کو انتہائی اہم امور کے لئے خطاب کیا گیا ہے۔ انہیں انتہائی مفید اور سود مند نصیحتیں کی گئی ہیں، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ یہ خواتین نبی اکرم کی رحلت کے بعد آئندہ کے اسلامی دور میں اہم ترین کردار انجام دیں، اس لئے کہ ان کی ذمہ داری اس لحاظ سے بہت دشوار ہے کیونکہ ممکن تھا کہ وہ "ام المومنین" کے لقب کے سائے میں تخریبی عوامل کے زیر اثر آ جائیں اور حقائق سے نا آشنا افراد انہیں اسلام کے حقیقی راستے سے منحرف کریں اور ایسے اقدامات پر آمادہ کریں جن سے اسلام اور مسلمانوں کو ضرر پہنچے۔ اس لئے ان آیات میں اس سب مخدرات کو متوجہ کیا گیا ہے کہ ان مصالح کو یاد رکھیں اور مستقبل کے لئے اپنے کردار کا تعین کر لیں۔ کبھی بھی کوئی ایسا اقدام نہ کریں جس سے اسلام کو نقصان پہنچے اور اسلام کے حقیقی زعماء اور ذمہ دار افراد کے لئے مشکلات پیدا ہو جائیں، جس کے نتیجے میں بنیاد اسلام کمزور ہو جائے۔

پہلی آیت: ان آیات میں پہلی آیت میں ازواج رسول سے خطاب شروع ہوتا ہے۔ اس میں انہیں تذکرہ دیا جا رہا ہے کہ اگر وہ دنیا کی دلباختہ ہوئیں اور زنانہ خواہشات میں گرفتار ہو گئیں تو یاد رکھیں کہ مادی فکر اور دنیوی زندگی کو زیادہ اہمیت دینا زوجیت رسول اکرم کی شان کے لائق نہیں ہے لہٰذا اس صورت میں مناسب یہی ہے کہ جلد از جلد زوجیت کا افتخار ختم ہو جائے اور مشفقانہ انداز سے جدائی ہو جائے۔

دوسری آیت: میں یہ تذکرہ دیا گیا ہے کہ رسول اکرم (ص) تو سراپا توجہ بخدا ہیں اور ان کا

شادیوں سے بھی یہی مقصد مد نظر رہا ہے۔ اب اگر ازواج رسول بھی اسی ہدف کے لئے آمادہ رہیں اور اس رفاقت کو دوام دیں تو یہ افتخار آفرین روش ان کے لئے اجر عظیم کا موجب بنے گی اور رسول خدا کے ساتھ انہیں ابدی زندگی پانے کا عظیم مرتبہ حاصل ہو جائے گا۔

تیسری آیت: اس آیت میں ازواج رسولؐ کو ان کی حیثیت کے حساس ترین ہونے کی طرف متوجہ کیا گیا ہے اور کردار کے تحفظ کی اہمیت ان الفاظ میں بتلائی گئی ہے: "وہ یہ خیال نہ کریں کہ ان کا ظاہر بظاہر گناہ کرنا' قابل نفرت اقدام کرنا اور فحشاء آفرین عمل انجام دینا فقط اسی حدیث تک ناپسندیدہ ہے جتنا دیگر عوام سے۔ بلکہ زوجیت رسول کے شرف کی وجہ سے ان کی حیثیت حساس ترین ہو چکی ہے لہٰذا اب ان کا کوئی بھی غلط اقدام اور بد عملی سخت ترین سزا کا موجب قرار پائے گی۔"

چوتھی آیت یہاں تیسری آیت کے برعکس عمل کی حیثیت کو واضح کیا گیا ہے: "ازواج رسولؐ کا تقویٰ اختیار کرنا' خالص بندہ خدا بن جانا' اور رسول اکرمؐ کا پوری طرح مطیع بن جانا' ان کے لئے اجر و ثواب میں اس طرح دوگنا اضافہ کرے گا جس طرح بد کرداری کرنا' فحشاء پر عمل کرنا اور رسول اکرم کی نافرمانی کرنا ان کے لئے سزا کے دگنا ہونے کا موجب بنتا ہے۔ یعنی اگر وہ پسندیدہ خدا کردار اپنائیں گی تو اجر بھی دگنا' فائدہ زیادہ اور کریمانہ زندگی سے بہرہ برداری میں اضافہ ہو جائے گا۔"

پانچویں آیت: اس آیت میں گفتگو زیادہ وضاحت سے کی گئی ہے اور بڑی صراحت کے ساتھ انہیں سنا دیا گیا ہے "اپنی زندگی کے معیار کا عام عورتوں کی زندگی پر قیاس نہ کریں۔ بلکہ اگر بد کرداری اور ناپسندیدہ انداز زندگی سے پرہیز کریں اور خدائے قدیر کو مد نظر رکھیں تو یقین رکھیں کہ قادر متعال ان کو عظیم بدلہ دینے والا ہے کیونکہ وہ دیگر عورتوں کے ساتھ قیاس کے قابل نہیں لہٰذا انہیں اس قدر مصالحت آمیز اور ہر قسم کے مکر و فریب سے پاکیزہ انداز اپنانا ہو گا کہ اپنی گفتگو میں بھی احتیاط کو ترک نہ کریں اور دوسرے لوگوں سے بات چیت کرتے وقت بولنے کا انداز ایسا نہ اختیار کریں کہ مریض دلوں کے اندر شیطانی وسوسہ پیدا ہو جائے۔"

چھٹی آیت: اس آخری آیت میں مسلمانوں کے اجتماعی معاشرے کے اعتبار سے ان پر عائد ہونے والے فریضے کی وضاحت کی گئی ہے۔ "ان کا کام مسلمانوں کے اجتماعات میں حاضر ہونا

نہیں اور نہ ہی اسلام کے سیاسی امور میں مداخلت کرنا ان کا فرض ہے بلکہ خواتین کی شرعی ذمہ داری خانہ داری کرنا، خدا اور رسول کی اطاعت کرنا، نماز قائم کرنا اور مسلمانوں کے بیت المال کی مدد کرنا ہے۔"

نتیجہ یہ ہوا کہ رسولؐ خدا کی ازواج کے متعلق آنے والی ان آیات سے ان خانہ دار خواتین کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی بلکہ یہ آیات انہیں فضیلت کے حصول پر ترغیب دلا رہی ہیں اور انہیں آگاہ کر رہی ہیں کہ ایک ایسی خاتون جسے پیغمبر گرامیؐ کی زوجیت نصیب ہو اور وہ تا قیامت اس افتخار کو برقرار رکھنا چاہئے تو اس کے لئے اس کے فرائض کیا ہیں؟ یہ تاکیدات فقط اس لئے کی گئیں کہ ازواج رسول اپنی حیثیت کے مخالف اقدام نہ کریں، نہ ہی اسلام کے اہم امور میں دخالت کرنے لگیں۔ مستقبل کے فرائض اللہ تعالیٰ اور پیغمبر اکرم کی طرف سے مردوں کے دوش پر ڈالے جائیں گے کہ اسلام کا مستقبل تابناک ہو سکے۔ ان میں مداخلت محض اس توہم کا شکار ہو کر نہ کریں ہم ازواج نبی ہیں اس لئے اسلامی مملکت اور سیاست بھی ہماری وراثت ہے۔

ان آیات کریمہ سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ پلیدی سے دور رکھنے اور گناہوں سے پاکیزہ رکھنے کا ذات ازلیت کی طرف سے تکوینی ارادہ ازواج رسول کے بارے میں ہو اور وہ ان کی اخلاقی تہذیب اور پاکدامنی کا ارادہ کئے ہوئے ہو۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ "تردن" کا کلمہ بتا رہا ہے کہ ان کا طرز زندگی خود ان کے ارادے و مشیت پر اور ان کے اپنے دوش پر رکھا گیا ہے اور انہیں یاد دلایا جا رہا ہے کہ اگر دنیا کی فانی زندگی چاہتی ہو تو رسول سے جدا ہو جاؤ، تم ان کی رفاقت کے لائق نہیں ہو۔ اور اگر خدا و رسول کو چاہتی ہو تو تمہیں اجر عظیم دیا جائے گا۔ پس معلوم ہوا کہ ازواج نبی کے حق میں عام مشیت خدا سے بالاتر کوئی فوق العادۃ ارادہ نہیں ہے۔ یعنی وہ خود فیصلہ کر سکتی ہیں اور ان کا معاملہ خود ان کے لئے اپنے اختیار و ارادہ پر موقوف ہے کہ وہ جو چاہیں بنیں۔ بلکہ ان کو مختار قرار دے کر پھر انہیں نصیحت فرمائی گئی ہے کہ اگر وہ عقل و خرد کے مطابق صالحانہ روش اختیار کریں گی تو ان کا اجر دگنا ہو جائے گا۔ اس کے برعکس اگر وہ پستی کردار کا نفرت آفرین راستہ اپنائیں گی تو سزا بھی دگنی ہو گی۔ یہ اس لئے کہ تم رسول کی ازواج ہو۔ تمہیں چاہئے کہ اپنا راستہ خود منتخب کرو اور اساس زندگی کو سمجھ کر فیصلہ کرو کہ تم

اپنی زندگی کی عمارت کو کس نہج پر تعمیر کرنا چاہتی ہو۔

مختصر یہ کہ ان آیات کریمہ سے دو اہم نتیجے برآمد ہوتے ہیں:

1۔ ازواج پیغمبر کو حساس امور میں مداخلت نہیں کرنا چاہئے۔ وہ خانہ داری میں مصروف رہیں اور اندر رہ کر کسب فضیلت کی سعی کریں۔ بد رفتاری نہ کریں' خواہشات نفس سے محفوظ رہیں اور زنانہ توہمات سے دو چار نہ ہوں۔

2۔ ازواج نبی کی پاکیزگی و طہارت اور مافوق فضیلت کے بارے میں ازلی ارادہ بھی ثابت نہیں ہے۔ وہ سب ان امور میں اختیار رکھتی ہیں۔ اگر وہ زوجیت نبی کے افتخار کو ہمیشہ کے لئے برقرار رکھنا چاہیں تو ان کے لئے لازم ہو گا کہ صالحانہ کردار پر عمل کرتی رہیں۔

مخصوص آیت: آیت تطہیر

البتہ انہیں آیات کے درمیان ایک ایسا جملہ بھی موجود ہے جو ایک اہم معاملے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی خصوصی مشیت کا ذکر کر رہا ہے۔ ایک حسن انتخاب کے ساتھ' انداز کلام اور طرز سخن کو بدل دیا جاتا ہے۔ اس جملے میں اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ازلی تکوینی ارادے کی بات شروع ہو جاتی ہے اور مفہوم یہ بن جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حتمی فیصلہ ہے کہ ایسا خاندان بنائے جو مافوق فضائل رکھتا ہو اور پاکدامنی و لیاقت و شائستگی کے لحاظ سے انسانیت کے بلند ترین افق پر فائز ہو۔

سابقہ آیات کی "کُنَّ" کی ضمیر مونث کو بدل "کُم" کی ضمیر مذکر سے ایک مختصر جملے میں یوں ارشاد ہوتا ہے **انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھر کم تطھیرا**

یعنی اے اہل بیت فقط تمہارے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے' نہ کہ عام لوگوں کے بارے میں' اور نہ ہی ازواج رسول کے بارے میں بلکہ فقط بیت نبوت کے شائستہ و لائق افراد کے بارے میں کہ تم سے "رجس" یعنی شیطنت و زشتی' شک و تردد' امراض روحانی' بد اخلاقی و پست ہمتی اور تنگی صدر کو دور رکھے۔ ان حضرات کو ہر اس شے سے جو رجس میں شامل ہو دور کر دے۔ ایک ایسی پاکیزگی و طہارت ان کے فکر و روح کے افق پر ایجاد کر دے جو کبھی زائل ہونے والی نہیں' یہ پاکیزگی و طہارت ایسی دائمی ہو کہ اپنے ہوتے ہوئے دین پاک کو اپنی وجہ سے

تا ابد پاک و طاہر رکھ سکے۔

پس اس مقام پر قضائے حتمی اور ارادہ تکوینی کی بات کی گئی ہے۔ یعنی ایک ایسے خاندان کی پیدائش کا اراد ہے جو انسانیت کی بلند ترین سطح کا مالک ہو۔ تمام انحرافات، کجروی، پستی، آلودگی، شیطانی اعمال، قلبی اور روحی امراض کے تمام اقسام ان سے دور ہوں اور ان کے کردار میں مکمل طہارت، پاکدامنی، صفائی روح، تہذیب اور روحانیت اپنے تمام ابعاد کے ساتھ موجود ہو۔

واضح رہے کہ خاندان رسالت میں اس قسم کے گھرانے کا پیدا کرنا فضول اور لغو نہیں ہے بلکہ اس سلسلہ میں ایک اہم اور عظیم اسلامی مقصد سامنے ہے اور یہ مقصد مسلمانوں پر حکمرانی و امامت کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔

بنا بریں دیگر ادلہ سے قطع نظر درج ذیل دو دلیلوں سے ثابت ہے کہ آیت تطہیر کا خطاب رسول اکرمؐ کی ازواج محترم کے لئے نہیں ہے۔

1۔ ازواج مطہرات سے متعلق تمام آیات میں اس امر پر کوئی چیز دلالت نہیں کرتی کہ ان کے مقامات عالیہ تک پہنچنے کے بارے میں کوئی ازلی ارادہ خداوندی موجود ہے۔ بلکہ اس کے برعکس کلمہ "تردن" یہ بتا رہا ہے کہ دگنی سزا یا دگنی عقوبت تک پہنچنا خود ان کے اپنے تکوینی ارادہ و ذاتی مشیت پر موقوف ہے۔ اسی کلمے سے واضح کر دیا گیا کہ مخاطب افراد کی سرنوشت میں ان کا اپنا ارادہ و اختیار موثر بنتا ہے۔ پس جب ازواج مطہرات کا اپنا ارادہ ان کے انجام میں موثر ہوا تو پھر ان کی پاکیزگی کردار اور انواع رجس سے حفاظت میں اللہ تعالیٰ کے ازلی ارادہ کے لئے کوئی گنجائش نہیں رہتی۔

مزید وضاحت: ہم اس کو زیادہ واضح الفاظ میں یوں بیان کئے دیتے ہیں کہ ازواج نبیؐ سے متعلق آیات تصریح کر رہی ہیں اور انہیں تذکر دے رہی ہیں کہ ممکن ہے کہ تمہارا ارادہ ہو کہ دنیا کی مادی زندگی اور رسول خدا کی زوجیت کی شان سے گری ہوئی عادات کو اختیار کرو۔ ایسی صورت میں لازم ہے کہ زوجیت رسول والے لباس افتخار کو اتار دو، اس سے جدا ہو کر عام مسلمان عورتوں کی فہرست پر چلی جاؤ تاکہ ان کے زمرہ میں شامل ہو جاؤ اور زوجیت رسول خدا اور ام المومنین والے خصوصی مقام سے باہر نکل جاؤ۔ اب انہیں خواتین کے متعلق کیسے ممکن

ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ کر رکھا ہو کہ وہ انہیں ہر غلطی اور زشتی سے محفوظ اور پاکیزہ رکھے گا؟ جبکہ ارادہ ازلی الٰہی تو حتمی ہوتا ہے اور اس کی مراد حاصل ہوئے بغیر نہیں رہتی۔ تخلف از ارادہ ازلی ناممکن بات ہے۔ کیا یہ دونوں باتیں جمع ہو سکتیں ہیں؟ پس معلوم ہوا کہ مخدرات حرم رسول اس قسم کے ارادہ خداوندی سے باہر ہیں اور ان کی سرنوشت عام مسلمان خواتین کی طرح ان کے اپنے اختیار میں ہے یعنی ان کے ہر کردار کا تعلق ان کے اپنے ارادے سے ہے۔

2۔ مذکورہ آیات ایک خاص مقصد پر نظر رکھے ہوئے ہیں' جو یہ ہے کہ ازواج مطہرات کا فرض ہے کہ وہ خانہ داری کریں اور اپنے اندرونی ماحول میں ہر قسم کے عیوب سے پاکیزہ زندگی گزاریں۔ اپنے دامن کو محفوظ رکھیں' کوئی غلط روش نہ اپنائیں اور نہ ہی اسلامی مملکت کے اہم سیاسی امور میں دخل دیں لیکن آیتہ **انما یرید اللہ......** "میں اللہ تعالیٰ کے ایک ارادہ تکوینی کی نشان دہی کی جا رہی ہے کہ اس نے ایک ایسے خاندان کو وجود میں لانے کا ارادہ کر رکھا ہے جو پاکیزہ کردار ہو اور ان تمام اہم امور کو انجام دینا اس کا فرض ہو۔ پس یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ آیت کریم کا یہ حصہ ازواج نبی کو شامل ہو سکے' جبکہ گزشتہ آیات میں بتیس مرتبہ "کن" کی ضمیر جمع مونث لائی گئی اور اب یکدم اسے "عنکم" کی ضمیر جمع مذکر سے بدل دیا گیا۔ یہ مختصر اشارہ اس حقیقت کی طرف ہے کہ آیت تطہیر جن اہل البیت کی طہارت و پاکیزگی کو بیان کر رہی ہے ان میں ازواج رسول شامل نہیں ہیں۔

اب ہم آپ کے سامنے یہ واضح کرتے ہیں کہ ہماری اس گفتگو سے وہ لوگ اتفاق کرتے ہیں جو قرآن مجید کی روش اور اس کے رموز سے آشنا ہیں۔

ہماری گفتگو یہ تھی کہ آیت کریمہ **انما یرید اللہ........** کا ازواج مطہرات رسول سے ہر گز کوئی تعلق نہیں اور اس کا خطاب کسی طرح ان کو شامل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ آیت خاندن رسالت کے بعض خاص افراد کے دوش پر ایک اہم ترین فریضہ عائد کرنے کے درپے ہے اور بتا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ازلی قائم ہو چکا ہے کہ ان کو ہر رجس اور پلیدی سے دور رکھے اور ان کے روح مواج میں پاکیزگی اور طہارت کو ایجاد کر دے اور یہی وہ نکتہ ہے جس کی طرف قرآن کریم سے آشنائی رکھنے والے بزرگان متوجہ ہوئے۔ اس لئے انہوں نے ان آیات کی بحث

میں انہی معنی کو اختیار کیا ہے اور یہ آیات اس بات کی دلیل ہیں کہ ازواج پیغمبر کا فریضہ گھر میں رہنا' امور خانہ داری کو انجام دینا اور لباس تقویٰ میں ملبوس رہنا ہے۔

چنانچہ ہم ان ممتاز ترین افراد میں سے دو تین افراد کی گفتگو نقل کرنا ضروری سمجھتے ہیں' بلکہ زیادہ مناسب یہ ہو گا کہ نمونہ اول کے طور پر رسول اکرم کی ازواج میں سے ایک زوجہ کی گفتگو نقل کر دی جائے اور ساتھ ہی اس زوجہ کی شخصیت اور ان کے تعارف کے متعلق بھی دو تین جملے عرض کر دینا مناسبت سے خالی نہ ہو گا۔

1۔ حضرت ام سلمہؓ

اس حساس موقف کے بارے میں ام سلمہؓ کی گفتگو کی طرف توجہ کرنے سے پہلے ان کا تعارف کرائے دیتے ہیں تاکہ کوئی شخص اس خاتون کو خواہشات نفس میں گرفتار نہ سمجھے اور داستان کساء میں ان کی خواہش کو کسی زنانہ خواہش پر محمول نہ کرے۔

حضرت ام سلمہؓ ازواج رسول میں بعد از حضرت خدیجۃ الکبریٰ زوجیت رسول کی لیاقت کے لحاظ سے لائق ترین زوجہ کہلائی جا سکتی ہیں۔

حضرت ام سلمہؓ ازواج نبی میں امین ترین فرد ہیں۔ اسی لئے انہیں امامت کی امانتوں کا امین بھی بنا دیا گیا اور انہوں نے خود کو اس کا اہل بھی ثابت کیا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ام سلمہؓ بعد از خدیجہ الکبریٰ افضل ترین زوجہ رسول ہیں (2) وہ ازواج پیغمبر میں تنہا ایسی حق گو خاتون ہیں جنہوں نے حساس ترین مراحل میں بھی حقائق کی نقاب کشائی اور امیر المومنین علیؑ کی پشت پناہی میں کوتاہی نہیں کی۔

نبی اکرمؐ بھی آپ کی طرف خصوصی توجہ فرماتے تھے۔ اور فرماتے کہ آپ کا گھر برکت سے پر ہے۔ خاندان رسالت کے افراد بھی اپنے اسرار کے لحاظ سے ام سلمہؓ کو بیگانہ نہیں سمجھتے تھے چنانچہ حضرت امیر المومنین علیؑ کی شخصیت کے بارے میں انتہائی بلند ترین مضامین پر مشتمل روایات آپ سے ہی روایت ہوئی ہیں اور کسی بھی شخص کا تعصب آپ کو حق گوئی سے روک نہیں سکا۔

ممکن ہے کہ حضرت ام سلمہؓ کی شخصیت اور فضیلت کا بہترین نمونہ یہ آیت تطہیر ہی ہو

کیونکہ فریقین کا اتفاق ہے کہ یہ آیت ان کے ہی گھر میں نازل ہوئی۔ کلمہ "اہل بیت" کی وضاحت میں یہ بات بعد میں بیان ہوگی کہ اس "بیت" سے مراد حضرت ام سلمہ ہی کا گھر ہے، جو کہ ازواج پیغمبر کے بیوت میں سے ایک ہے۔ زیر بحث آیات میں یہی کلمہ دو مرتبہ صیغہ جمع میں موجود ہے "اہل بیت" کا عنوان بعد میں ایک مخصوص عنوان اور خصوصی لقب کی حیثیت اختیار کر لیا۔ اس عنوان کا سرچشمہ ام سلمہ کا ہی گھر بنا۔ خاندان رسالت کے مخصوص افراد کی نسبت جو آیت تطہیر کا مقصود ہیں، اسی بیت کی طرف قائم ہوئی ہے۔ یہ نکتہ حضرت ام سلمہ کی شخصیت کی عظمت اور ان کی فضیلت پر بہترین گواہ ہے۔ اس خاتون کے منصف مزاج اور پر سکون روح کا مالک ہونے اور رسول اکرم کے سامنے سراپا تسلیم ہونے پر یہی دلیل کافی ہے کہ جب جناب ام سلمہؓ کو رسول اکرم نے فرمایا "کہ یہ آیت آپ کو شامل نہیں اور آپ اہل بیت کا جزو نہیں ہیں" تو آپ نے سر تسلیم خم کر لیا۔

اگر ہم یوں کہہ دیں تو بے جا نہ ہو گا کہ حضرت ام سلمہ اس قدر عظمت کی مالک ہیں اور ان کا کلام اتنا معتبر ہے کہ شیعہ علماء کی کثیر تعداد کی توجہ امیر المومنین کے حق میں ان کی گفتگو سے متاثر ہونے کی وجہ سے ہوئی۔

مثلاً" زید بن صوحان جنگ جمل میں جب امیر المومنین علی کی حمایت میں معرکہ جنگ میں زخمی ہوئے تو وہ اپنے خون میں لت پت پڑے تھے تو حضرت علی علیہ السلام اس موقع پر ان کے سرہانے پہنچے۔ اس وقت موت کی آغوش میں انہوں نے آنکھیں کھولیں اور مولیٰ کی طرف دیکھ کر زیر لب آہستہ سے بولے "اے امیر المومنین میں آگاہی کے بغیر آپ کی مدد کے لئے نہیں آیا۔ میں نے زوجہ رسولؐ حضرت ام سلمہؓ کی گفتگو سنی جس سے مجھے یقین ہو گیا کہ آپ مسلمانوں کی حکومت کے لئے لائق ترین فرد ہیں۔ میں نے اس بی بی کے یہ جملے سنے کہ فرما رہی تھیں کہ میں نے پیغمبر اکرمؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا "**من کنت مولا فعلی مولا اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ و انصر من نصرہ و اخذل من خذلہ** (میں جس کا مولیٰ ہوں علی (ع) بھی اس کا مولیٰ ہے۔ اے میرے اللہ! اس کو دوست رکھ جو علی (ع) کو دوست رکھے اور اس کا دشمن بن جو علی سے دشمنی کرے اور اس کی نصرت کر جو علی کی مدد کرے اور اس کو ذلیل کر جو علی (ع) کی مدد چھوڑ دے)

"یہی امر موجب بنا کہ میں آپ کو تنہا چھوڑنے سے سخت تکلیف اٹھاتا اور مجھے خوف لاحق ہوتا تھا کہ اگر آپ کی مدد کو نہ پہنچا تو بروز قیامت مجھے بھی خداوند تعالیٰ اپنے حال پر چھوڑ دے گا اور میری مدد نہیں کرے گا۔"

(قاموس الرجال جلد 4 ص 256)

اس خاتون کے علم وفضل اور قرآن شناس ہونے کا گواہ وہ خط ہے جو آپ نے جنگ جمل کے موقع پر حضرت عائشہؓ کے نام لکھا تھا۔ اس خط سے آپ کی فصاحت و بلاغت واضح ہوتی ہے اور معلوم ہو رہا ہے کہ یہ خاتون بڑی حق شناس' قرآن کی عالمہ' خدا و رسول کی اطاعت گزار' منصف مزاج' امربالمعروف اور نہی عن المنکر کی پابند' حق گو' حق کی متلاشی' بے غرض و بے طمع' امیر المومنین علی (ع) کی مخلص و معاون' اسلام کو تقویت دینے اور مسلمان کا درد رکھنے والی تھیں۔ اسی جذبے سے سرشار ہو کر حضرت عائشہؓ کو لکھتی ہیں:

فرماتی ہیں:

"حرم نبی اکرمؐ کو بد خواہوں کی گزند سے محفوظ رہنا چاہئے۔ آپ پر اس کی حفاظت کے سلسلے میں اہم ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اے عائشہ! تو اس تقدس کے دفاع میں ایک سپر کی حیثیت رکھتی ہے' اگر کوئی ضرب تجھے پہنچی تو وہ خود رسول اکرم کے پاکیزہ پیکر کو پہنچے گی۔ اس مطلب سے غفلت نہ کرنا۔ اس مقام مقدس کی حفاظت کے بارے میں قرآن مجید نے تمہارے فرائض کو متعین فرما دیا ہے اور حکم دیا ہے کہ اپنے دامن کو اکٹھا کئے خانہ رسول خدا میں بیٹھی رہو اور عوام میں اس کو ظاہر نہ کرو۔ قرآن مجید نے تجھے اندرون خانہ بیٹھنے کا حکم دیا ہے۔ اس لئے خود کو آشکار نہ کرو۔ (یہ **وقرن فی بیوتکن** ...... کی آیت کی طرف اشارہ ہے)

(شرح حدیدی جلد 6 ص 219)

"اگر میں تمہیں رسول اکرمؐ کا فرمان یاد دلاؤں تو مار گزیدہ شخص کی طرح مضطرب ہو جاؤ گی اور اگر رسولؐ خدا (ص) ...... تمہیں اس حالت میں ملیں اور دیکھیں کہ ان کی جوان زوجہ ایک لشکر کا علم اٹھائے باہر نکل آئی ہے اور یوں ادھر سے ادھر دوڑ بھاگ کر رہی ہے جس طرح ایک پیاسا اونٹ ایک گھاٹ سے دوسرے گھاٹ کی طرف بھاگتا ہے' سیاسی امور میں سخت فعال ہو گئی ہے' اس نے رسول اکرمؐ کے عہد کو توڑ دیا ہے اور حجاب رسول کو دور پھینک دیا ہے تو بتاؤ

اس وقت رسول اکرمؐ کے سامنے کیا عذر پیش کرو گی؟ کیا تو نہیں جانتی کہ دین کا ستون عورتوں کے سہارے قائم نہیں ہے اور نہ ہی اس کے ارکان میں ڈالا گیا۔ نقص عورتوں کے ذریعہ قابل جبران ہے؟

"عورتوں کے متعلق پسندیدہ کردار یہ ہے کہ وہ اپنی آوازیں دھیمی رکھیں' بقدر ضرورت بلند کریں اور اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کرتی رہیں۔ تمہیں چاہئے کہ اپنے گھر کے کونے کو اپنی قبر بناؤ اور اسی میں رہو تا آنکہ اپنے شوہر رسول اللہ سے ملاقات کرو (اور آنحضرت کے عہد و پیمان کے برخلاف کوئی کام نہ کرو)"

یہ تھا وہ خط جو حضرت ام سلمہؓ نے حضرت عائشہؓ کو لکھا جس سے ان کی حیثیت واضح ہو جاتی ہے۔

2۔ حضرت عائشہ اور زید بن صوحان کا مکاتبہ

ایک دوسرا خط جس میں زبانی ہم آہنگی بہت اچھی طرح آشکار ہو رہی ہے' زید بن صوحان کا وہ جواب ہے جو اس نے حضرت عائشہؓ زوجہ پیغمبر اکرمؐ کو لکھا تھا۔

زید بن صوحان تابعین میں سے ایک بزرگ شخصیت ہیں۔ صعصعہ کے بھائی ہیں اور اویس قرنی کے ہم پلہ ہیں کہ جنہیں رسول اللہ (ص) کی زیارت کا شرف حاصل نہ ہوا' تاہم آنحضرت نے ان کے بہشتی ہونے کی خوش خبری دی۔ یہ جنگ جمل میں حضرت امیر المومنین (ع) کی حمایت میں شریک ہوئے اور بیعت شکن ناکثین کے خلاف معرکہ کار زار میں شامل ہوئے۔ جب حضرت عائشہؓ اپنے رفقاء سمیت بصرہ وارد ہوئیں تو انہوں نے زید کو ایک خط لکھا۔ یہ خط اور اس کا جواب کامل ابن اثیر' جلد چہارم' طبع بیروت کے صفحہ 216 پر درج ہے۔ اور کتاب "قاموس الرجال" میں زید کے حالات میں' نیز اسی طرح دیگر علم الرجال کی کتب میں بھی یہ خط معمولی کمی یا بیشی کے ساتھ موجود ہے۔ ہم اس کا متن "کامل ابن اثیر" سے نقل کر رہے ہیں۔

من عائشة ام المومنين الى ابنها الخالص زيد بن صوحان اما بعد فاذا تاتى كتابى هذا فاقدم فانصرنا فان لم تفعل فخذل الناس عن علی (ع)

"یہ خط ام المومنین عائشہ کی طرف سے اپنے خالص فرزند زید بن صوحان کے نام ہے۔ بعد از حمد و ثناء، اے زید! جوں ہی میرا یہ خط ملے فوراً" چلے آؤ اور ہماری مدد کرو اور اگر ایسا کرنے کے لئے تیار نہیں ہو تو پھر لوگوں کو علی (ع) سے دور رکھو تا کہ کوئی ان کی مدد کے لئے کوفہ سے باہر نہ آئے (واضح باد کہ اس وقت زید کوفہ میں تھے)

زید کا جواب

اما بعد فانا ابنک الخالص لئن اعتزلت و رجعت الی بیتک والا فانا اول من نابذک

اے عائشہ! میں آپ کا خالص فرزند (اور آپ ام المومنین) تب ہوں گی جب آپ جنگ سے باز رہیں اور اپنے گھر واپس چلی جائیں ورنہ میں وہ پہلا فرد ہوں گا جو آپ سے جنگ کرنے والے دشمنوں کی صف میں ہونگا" زید کی طرف سے عائشہ کے نام اس جوابی خط سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ اس دور کے مسلمان ہر طبقہ کے فرائض کے بارے میں کس قدر آگاہ تھے۔ زید کی نگاہ میں حضرت عائشہ اس وقت تک ہی ام المومنین کے لقب کی حقدار ہیں جب تک وہ اپنے مادری فرائض انجام دیتی رہیں اور اپنے امور خانہ داری میں مشغول رہیں۔ اس کے برعکس اگر وہ مسلمانوں کے اہم ترین امور حکومت میں دخل دینے لگیں تو وہ ام المومنین نہیں رہیں گی اور نہ ہی زید ان کا فرزند ہو سکے گا۔

زید قرآن کریم کی ان مذکورہ آیات میں بیان کردہ ازواج پیغمبر کے فرائض کو ام المومنین کے سامنے واضح کرتا ہے اور ان کے گوش گزار کرتا ہے کہ آپ کو اپنے گھر واپس پلٹ جانا چاہئے اور مردوں کا کام مردوں ہی کے لئے چھوڑ دینا چاہئے۔ بصورت دیگر آپ زوجیت پیغمبر اور ام المومنین کے افتخار سے محروم ہو جائیں گی۔ اس صورت میں نہ صرف یہ کہ میں آپ کا فرزند نہ رہوں گا بلکہ آپ کا جانی دشمن بن جاؤں گا اور میرا فرض ہو گا کہ اس تلوار سے جو میرے ہاتھ میں ہے اپنے فرض منصبی کو انجام دینے کے بعد آپ کو آپ کے گھر پلٹا دوں۔

طبری کہتے ہیں کہ اس خط کے بعد زید کہتے ہیں:

رحم اللہ ام المومنین امرت ان تلزم بیتھا و امرنا ان نقاتل فترکت ما امرت بہ

وامرتنا بہ و صنعت ما امرنا بہ و نہتنا عنہ

"اللہ تعالی ام المومنین پر رحم کرے۔ تعجب ہے کہ ان کا فرض گھر میں رہنا تھا اور ہمارا فرض یہ تھا کہ ہم میدان جنگ میں جائیں۔ لیکن وہ اپنا فریضہ چھوڑ کر جنگ کے لئے جا رہی ہیں اور انہوں نے اپنا گھر چھوڑ دیا ہے اور ہمیں حکم دیتی ہیں کہ خانہ نشین ہو جائیں۔ جو کام ہمیں کرنا چاہئے تھا اسے وہ کر رہی ہیں اور ہمیں اپنے فرض کو انجام دینے سے منع کر رہی ہیں۔"

ظاہر ہے کہ زید سمجھتے تھے کہ **وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ** والی آیت نے حضرت عائشہ کے فریضے کو واضح کر دیا ہے لیکن وہ اس کی مخالفت کرتے ہوئے بزعم خود زمام امور مسلمین کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہتی ہیں' اور عثمان کے خون کے بدلہ لینے کا بہانہ بنا کر اونٹ پر سوار ہو چکی ہیں۔

نیز زید کا عقیدہ یہ ہے کہ **انما یرید اللہ لیذھب .....** کے مطابق رہبری و حکومت کا فریضہ اہل بیت کے فرد حضرت امیرالمومنین علی (ع) کے دوش پر عائد ہوتا ہے۔ لہذا زید کا فرض ہے کہ اس رہبر کی حمایت کرے اور اگر معاملہ میدان جنگ تک پہنچے تو اپنے اسلامی فریضے کو ادا کرتے ہوئے اس زمام دار کی حمایت میں مردانہ وار جنگ کرے۔

وہ جانتے ہیں کہ اسلام کی سرنوشت کا فیصلہ عورت کے ہاتھ میں نہیں ہے **انما یرید اللہ ....** کی آیت حضرت عائشہ کی تطہیر نہیں کرتی۔ اسی لئے تو وہ ان کی یہ روش دیکھ کر تعجب کرنے لگتے ہیں۔ اگر حضرت عائشہؓ آیت تطہیر کی مصداق ہوتیں تو زید ام المومنین کے بارے میں کسی تردید کا شکار نہ ہوتے اور ان کے اقدامات کو اسلام کے تقدس کے خلاف جسارت قرار نہ دیتے۔ بلکہ بڑے یقین کے ساتھ کہہ دیتے کہ جو کچھ حضرت عائشہ کریں وہی حجت ہے' اس لئے وہ مورد عنایت خداوندی ہیں اور اللہ کا ازلی ارادہ ان کے بارے میں یہی ہے کہ انہیں تا ابد ہر پلیدی سے پاک رکھے۔ جبکہ انہی زید کو حضرت ام سلمہؓ (ع) کا فقط ایک جملہ حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام کی اطاعت اور حمایت پر قانع کر دیتا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ زید حضرت ام سلمہؓ کی گفتگو کو اپنا مستند قرار دیتے ہیں اور اس کا سہارا لیتے ہیں لیکن حضرت عائشہؓ کی کارروائی کو اسلامی رسم اور دینی روش کے مخالف قرار دیتے ہیں؟ اس کے سوا اور کوئی وجہ نہیں کہ وہ آیت تطہیر کو حضرت عائشہؓ اور دیگر ازواج نبی کے حق میں نہیں جانتے۔ وہ اس عنایت خداوندی کا حق دار امیر المومنین علی اور بقیہ اہل بیت کو مانتے ہیں۔ چونکہ حضرت ام سلمہؓ نے مذکورہ آیات میں بیان کردہ

ازواج پیغمبرؐ کے فرائض سے انحراف نہ کیا تھا' اس لئے وہ حضرت ام سلمہؓ کی گفتگو کو اپنا سہارا بناتے ہیں اور اسی وجہ سے حضرت علی (ع) کی رکاب میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔

۳۔ ابن عباسؓ اور حضرت عائشہؓ کی گفتگو

جنگ جمل کے بعد حضرت عائشہ بصرہ کے نزدیک بنی خلف کے محل میں چلی گئیں۔ حضرت امیر المومنین نے ابن عباس کو ان کے پیچھے روانہ کیا کہ جلد از جلد انہیں ان کے گھر مدینہ پہنچا دیں۔ عبداللہ بن عباس حضرت عائشہ کی رہائش گاہ پر آئے اور حاضر ہونے کی اجازت طلب کی۔ زوجہ پیغمبر نے انہیں اجازت نہ دی۔ لیکن ابن عباس بغیر اجازت طلب کے ہی آ گئے۔ اس پر حضرت عائشہ نے عبداللہ کو سرزنش کی اور کہا "میری اجازت کے بغیر تم میرے گھر میں کیوں آئے ہو اور میرے فرش پر کیوں بیٹھے ہو" ابن عباس نے کہا "آپ مجھے اسلامی قوانین و احکام یاد دلاتی ہیں جبکہ ہمیں چاہئے کہ ہم آپ کو تعلیم دیں۔ آپ کا گھر وہ تھا جس میں رسول اللہ نے آپ کو بٹھایا تھا اور حکم دیا تھا کہ اس سے باہر نہ آئیں اور امور مسلمین میں دخالت نہ کریں۔ لیکن آپ نے خود اپنے آپ پر ظلم کیا ہے کہ اس گھر سے باہر نکل آئی ہیں اور خدا کی سرزنش اور رسول کی نافرمانی کی مورد قرار پائی ہیں۔ جب آپ اپنے گھر واپس پلٹ جائیں گی اور اپنے مقام پر جا بیٹھیں گی تو نہ میں بغیر اجازت اندر آؤں گا اور نہ ہی آپ کے فرش پر بیٹھوں گا۔"

یہ ہے اس عبداللہ بن عباس کی گفتگو' جو مفسر قرآن اور معلم سنت رسول اللہ ہیں۔ اس سے صاف واضح ہو رہا ہے کہ ازواج پیغمبر کے حق میں نازل شدہ آیات نے ان کو سیاسی امور میں مداخلت سے روکا ہے اور خلاف ورزی کی صورت میں ان کو حد سے تجاوز کرنے والا قرار دیا ہے' یعنی ایسی صورت میں وہ ایک عام مسلمان خاتون سے زیادہ کی مالک نہیں ہیں۔

یہ خطوط اور گفتگو بطور نمونہ پیش کی گئیں ہیں جو مفاد آیت تطہیر کی وضاحت کرتی ہیں اور ان سے روشن ہو جاتا ہے کہ ازواج رسول کا اس آیت سے کوئی تعلق نہیں۔ ان شواہد کی بیشمار مثالیں بزرگان دین کے پاس موجود ہیں۔ لیکن ہم اس کتاب کو طولانی بنانے کے بجائے ان منازل سے جلدی گزر رہے ہیں۔

ایک اور اہم فریضہ

ہم بتا چکے ہیں کہ آیتہ تطہیر سے حضرات اہل بیت (ع) کے دوش پر ایک اہم ترین فریضہ عائد ہوتا ہے اور ہم یہ ثابت کریں گے کہ یہ فریضہ اہل بیت (ع) کے قوی و طاقتور شانوں اور امت کی ریاست و امامت کے سنگین بوجھ کے علاوہ اور کچھ نہیں اور جب ہم آئمہ طاہرین علیہم السلام کے فرامین میں اس آیت کریمہ کے استناد کا جائزہ لیتے ہیں اور انہیں خلافت کے موضوع میں اس آیت کو بطور دلیل پیش کر کے دیکھتے ہیں تو یہ نکتہ خوب روشن ہو جاتا ہے کہ اس آیت سے مراد ہرگز ازواج پیغمبر نہیں ہیں کیونکہ انہیں پردہ نشین رہنے کی تاکید ہے۔ لہذا یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ آیت تطہیر ان کے بارے میں گفتگو کرے۔

چنانچہ ذیل میں ہم چند ایسے موارد کا ذکر کیے دیتے ہیں جن میں رہبران اسلام نے خلافت کے اثبات میں آیت تطہیر کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

1۔ سقیفہ

رسول خدا (ص) کی رحلت کے بعد مہاجرین و انصار باہم دست و گریبان ہوئے۔ چنانچہ سب سے پہلے سقیفہ "بنی ساعدہ" میں انصار کا ایک گروہ مجتمع ہوا۔ یہ لوگ مدینہ کے رہنے والے تھے اور نبی اکرم کی مدد میں قیام کرتے رہے تھے۔ ان میں سے سعد بن عبادہ کی سخت کوشش تھی کہ وہ مسلمانوں کی ریاست و رہبری حاصل کرنے میں کامیاب ہوں اور خواہشمند تھے کہ اپنے اقتدار کو ثابت کریں۔ ادھر حضرات ابوبکر و عمر فوراً" سقیفہ پہنچے۔ مبادا کہ ان کی سالہا سال کی مساعی کے باوجود اقتدار انصار کے ہاتھ میں آ جائے۔ چنانچہ ایک عمومی اجلاس میں ایک مضطرب و پریشان حال مجمع کے سامنے حضرت ابوبکر نے گفتگو کا آغاز کیا۔ انہوں نے آخری تجویز یہ پیش کی کہ مملکت کا امیر مہاجرین سے ہونا چاہئے اور وزیر انصار سے۔ لیکن انصار کا ایک رئیس حباب بن منذر اس تجویز کے سامنے آڑے آیا اور اس نے اس کی سخت مخالفت کی۔ پس معاملہ سعد بن عبادہ کے حق میں ہونے لگا اور قریب تھا کہ اس کی مراد کے مطابق فیصلہ ہو جائے کہ ناگہان سعد کے چچا زاد بھائی بشیر بن سعد خزرجی نے مہاجرین کی ریاست کو ترجیح دی۔ وجہ یہ تھی کہ بشیر کے اپنے چچا زاد سعد سے تعلقات کشیدہ تھے اور وہ اس کے ساتھ حسد و رقابت رکھتا تھا۔ اس لئے اس نے تجویز پیش کی کہ یہ امر قریش کے رؤساء میں سے کسی ایک کے سپرد ہونا چاہئے۔ اس

پر بڑی کشمکش ہوئی اور طویل بحث ہوئی جس میں بڑے بڑے بے اساس اور بودے قسم کے استدلالات پیش ہوتے رہے۔ اسی شور و غوغا و مخالفت کی فضا میں حضرت ابوبکر کی حکومت قائم ہو گئی۔

(شرح حدیدی جلد 6 ص 7)

حضرت عمر اس واقعے سے بہت خوش ہوئے۔ اس طرح ان کے خواب شرمندہ تعبیر ہو رہے تھے۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ مستقبل میں مسلمانوں کے اجتماعی میدان کا واحد شہسوار وہ خود قرار پائیں گے لیکن اس کے ساتھ ساتھ انہیں امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی طرف سے بڑی بے چینی لاحق تھی کہ کہیں علی (ع) اپنے حق کے حصول کے لئے مطالبہ نہ کریں اور اس کوشش میں نہ اٹھ کھڑے ہوں۔ چنانچہ وہ حضرت فاطمہ زہراء (ع) کے گھر گئے اور وہاں سے علی (ع) کو ابوبکر کے پاس بلا لائے۔ علی نے ابوبکر کی بیعت سے سختی سے انکار کیا۔ عمر انہیں چھوڑنے کے لئے تیار نہ تھے۔ تو اس پر ابی طالب (ع) کے عظیم فرزند نے ان سے فرمایا "اے عمر! تمہاری ان سختیوں کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ تم بھی پستان خلافت سے پر برکت دودھ دوہنے کا ارادہ رکھتے ہو اور اس کے لئے آج ایسی مستحکم بنیاد رکھنا چاہتے ہو کہ کل اس کے دودھ سے خود کو سیراب کر سکو۔ لیکن جان لو کہ میں تمہاری اس تجویز کو بالکل بے وقعت سمجھتا ہوں اور ابوبکر کی جابرانہ و مستبداد خلافت کے تحت ہرگز نہ آؤں گا۔"

اس موقع پر ان کا حلیف ابو عبیدہ درمیان میں گویا ہوا اور امیرالمومنین علی علیہ السلام کے حق دار خلافت ہونے میں فقط یہ نقص نکالا کہ وہ ابھی نوجوان ہیں۔ چنانچہ ابوعبیدہ کی اس پوچ اور غیر سنجیدہ گفتگو کے جواب میں حضرت ابو تراب علی علیہ السلام نے اپنی قابلیت اور ریاست مسلمین کے لئے متعین و منصوب ہونے کے اثبات میں آیت تطہیر کی طرف اشارہ فرمایا اور یوں ارشاد فرمایا:

"اے گروہ مہاجرین (اے سرداران قریش)! محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکومت کو ان کے خاندان سے نکال کر اپنے گھروں کے اندر مت لے جاؤ۔ آل رسول کو اس مقام سے جدا نہ کرو جس کے وہ اہل اور حقدار ہیں۔ قسم بخدا اے گروہ مہاجرین! ہم ہی وہ ہیں جو تم لوگوں سے زیادہ اس خلافت کے حقدار ہیں' (لباس خلافت فقط ہمارے بدن پر ہی خوب سجتا

ہے) کیونکہ ہم اہل بیت ہیں۔ کیا کتاب اللہ کے قاری (عالم)' دین خدا کے فقیہ' سنت رسول کے عالم اور رعایا کے سیاسی و اجتماعی امور کے ماہر ہمارے علاوہ کوئی اور ہیں؟" جب یہاں امیرالمومنین علی (ع) کی گفتگو تمام ہوئی تو آپ کے اس محکم اور مدلل بیان کے بعد بشیربن سعد بولے "اے علی (ع)! اگر یہ گفتگو ہم نے ابوبکر کی بیعت سے قبل سن لی ہوتی تو انصار میں سے کوئی ایک فرد بھی آپ کے علاوہ کسی اور کو مسلمانوں پر حکومت کے لئے منتخب نہ کرتا۔ لیکن اب کیا ہو کہ معاملہ ہاتھ سے نکل چکا ہے۔

(شرح حدیدی ص 11 جلد 6)

ایک ادبی لطیفہ

حضرت علی' امیرالمومنین' علیہ السلام کی پوری گفتگو میں آپ کا پورا استدلال فقط ایک ادبی لطیفہ پر مشتمل ہے اور وہ ہے یہ جملہ **نحن احق بهذا الامر** یہ جملہ خود مبتداء اور خبر ہے کہ ہم مہاجرین سے زیادہ حقدار خلافت ہیں لیکن امیرالمومنین نے مبتداء اور خبر کے درمیان کلمہ "اہل بیت" استعمال کیا ہے اور وہ بھی کلمہ "اہل بیت" میں لام پر فتح کے ساتھ ہے جو اختصاص پر دلالت کرتا ہے اور آیت تطہیر (**ليذهب عنكم الرجس اهل البيت**) کی طرف اشارہ کر رہا ہے کیونکہ آیت کریمہ میں بھی (اہل بیت) فتح کے ساتھ آیا ہے جو اختصاص کی طرف اشارہ کر رہا ہے' بالکل اسی طرح جیسے **نحن معلشر الانبيا لا نورث** میں "معاشرالانبیاء" کے کلمہ کو فتح کے ساتھ پڑھا گیا ہے' جس سے مفتوح یعنی معاشر انبیاء کے اس حکم سے مختص ہونے اور حکم کے حصر رکھنے پر اشارہ ہے۔

بنا بریں حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام کے فرمان کا نتیجہ یہ بنتا ہے کہ ہم اہل بیت (کہ جنہیں آیت تطہیر میں ریاست و حکومت کی لیاقت کا مخصوص حامل بتایا گیا ہے) تم مہاجرین کی نسبت ریاست و رہبری کے زیاد حقدار ہیں اور یہ لباس خلافت فقط ہمارے ہی بدن پر موزوں بیٹھتا ہے۔

پس ابو عبید کی اس ناپختہ گفتگو پر' جس میں اس نے عوام کے سامنے دیگر افراد کے زیادہ لائق ہونے پر استدلال کیا تھا' امیرالمومنین علی علیہ السلام نے اپنے تمام فضائل اور دیگر ایسے

قاطع اور منہ توڑ دلائل و براہین کا مالک ہونے کے باوجود کہ جو بعد از رسول ان کے حقدار خلافت ہونے کی بڑی وضاحت کے ساتھ پیش کرتے ہیں' فقط اس آیت کریمہ کی طرف فرمایا اور اس آیت کریمہ کی دلیل آپ کی اہلیت پر اس قدر واضح تھی کہ بشیر بن سعد کو کہنا پڑا "اگر علی نے یہ باتیں ہمیں قبل ازیں یاد دلائی ہوتیں تو انصار میں کوئی فرد ان کی مخالف نہ کرتا اور سب یک آواز ہو کر کہتے: علی ہی پیشواء مسلمین ہے اور علی ہی اسلامی قافلے کے سالار ہیں۔"

2۔ شوریٰ

گیارہویں صدی ہجری کے اواخر اور بارہویں صدی کے اوائل کے علماء و محدثین میں ایک جلیل القدر شخصیت سید ہاشم بحرانی کی ہے' جو کثیر تالیفات کے مالک ہیں اور تفسیر "البرہان" ان کی مشہور ترین تالیف ہے۔ وہ اپنی تصنیف "غایت المرام" کے صفحہ 265 پر ابن بابویہ قمی کی ایک معتبر روایت عامر بن واثلہ سے نقل کرتے ہیں جو امیر المومنین علی علیہ السلام کے بزرگ اصحاب سے ہیں۔ اس روایت کے اندر یہ عبارت سامنے آتی ہے۔

ثم ذکر ما احتج بہ علی اہل الشوریٰ فقال فی ذالکۃ: نشدتکم باللہ ھل فیکم احد انزل اللہ فیہ ایتہ التطہیر علی رسول اللہ: انما یرید اللہ لیذھب .... قالوا اللھم لا

اس کے بعد حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اہل شوریٰ کے سامنے صرف اپنے ہی حقدار خلافت مسلمین ہونے پر دلائل پیش فرمائے۔ حضرت کے تمام دلائل میں ایک دلیل یہ تھی کہ آپ نے اہل شوریٰ کو قسم دیگر پوچھا "کیا آیتہ تطہیر علی کے سوا' جو افراد اہل بیت سے ہیں' کسی اور کے لئے نازل ہوئی ہے؟"

سب نے بیک آواز کہا "یہ آیت فقط اہل بیت ہی کے حق میں نازل ہوئی ہے"

پس معلوم ہوا کہ ہمارے امام عزیز نے دو مقامات پر اپنی لیاقت امامت کے بارے میں آیت تطہیر کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور واضح کیا ہے کہ آیت تطہیر نے ریاست اور امامت کی تکلیف کو متعین کر دیا ہے اور یہ آیت جن افراد کے حق میں نازل ہوئی ہے فقط وہی افراد مسلمانوں کی امامت و راہبری کے لائق ہو سکتے ہیں۔

ان میں ایک مقام تو وہ ہے جب رسول خدا کی رحلت کے بعد ابتدائی دور ہے۔ خلیفہ کی

تعیین کے لئے غوغا مچا ہوا ہے اور آیت تطہیر کے نزول کو بھی کوئی بہت زیادہ عرصہ نہیں گزرا۔

اور دوسرا مقام وہ چھ نفری شوریٰ ہے جسے عمر نے اپنے بعد خلیفہ کی تعیین کے لئے باہمی مشورہ کرنے کی خاطر منصوب کیا تھا اور انہیں حق دیا تھا کہ وہ اس کام کو انجام دیں۔ اس طرح انہوں نے ایک ماہرانہ چال کے ساتھ علیؑ کو اپنے مسلم حق سے دور رکھا اور رسول اکرمؐ کی رحلت کے تیرہ سال بعد اور شاید آیت تطہیر کے نزول سے تیرہ سال و چند ماہ بعد جب اس شوریٰ کا اجلاس ہوا تو وہاں بھی علی علیہ السلام نے اپنی اسی سابقہ گفتگو کا تکرار فرمایا اور اس آیت کریمہ کا استناد کرتے ہوئے واضح کیا کہ آپ کے وجود مقدس کے علاوہ کوئی دوسرا فرد اس بلند ترین مقام اور حساس ترین منصب کے لائق نہیں ہے۔

۳۔ امام حسن علیہ السلام اور آیت تطہیر

جب حضرت امام حسنؑ خلافت پر فائز ہوئے تو آپ نے سب سے اولین خطاب میں یہ ارشاد فرمایا:

ایھا الناس من عرفنی فقد عرفنی و من لم یعرفنی فانا الحسن بن محمد انا ابن البشیر انا ابن النذیر انا ابن الداعی الی اللہ عزو جل باذنہ انا ابن السراج المنیر انا من اھل البیت الذین اذھب اللہ عنھم الرجس و طھر ھم تطھیرا۔

(الحدیث 11)

"لوگو! جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے اور جو نہیں پہنچانتا وہ جان لے کہ میں حسن' محمد مصطفیٰ کا بیٹا ہوں۔ اس پیغمبر کا فرزند ہوں جو جنت کی بشارت دینے والے' دوزخ سے ڈرانے والے تھے۔ میں خدا کے اذن کے ساتھ خدا کی طرف بلانے والے نبی کا بیٹا ہوں جن کا نور اور وجود مقدس دلوں کو روشن کرتا ہے۔ لوگو! میں ان اہل بیت کے زمرے میں ہوں جن سے اللہ تعالیٰ نے ہر پلیدی اور روحانی پستی کو دور کر رکھا ہے اور جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حتمی فیصلہ ہے کہ ان کو پاک و پاکیزہ اور خلوص و صفا سے سرشار روح عنایت فرمائی ہے۔"

(قاموس الرجال جلد 6 ص 20)

اندازہ فرمایئے کہ اسلام کے دوسرے امام بھی جب مسند حکومت پر تشریف فرما ہوتے ہیں

تو اس منصب کی لیاقت کے استدلال پر اپنی نسبی اولیت کا مالک ہونے کے علاوہ آیت تطہیر کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ پس اگر یہ آیت اسلام کے والیان ریاست شخصیات کی تعیین سے کوئی ربط نہ رکھتی ہوتی تو امام حسن علیہ السلام کا اپنی زعامت و حکومت کی اولین تقریر میں اس آیت کا حوالہ دینا کوئی معنی نہ رکھتا اور اس آیت کریمہ کو مورد استناد بنانا ہرگز مناسب نہ ہوتا۔

ان تمام زندہ شواہد سے اہل بیت کا مقام اور اس عنوان سے ازواج نبی کا اخراج واضح ہو جاتا ہے۔ نیز یہ کہ آیت تطہیر اس طبقہ کے مردوں کے حکومت اسلامی کا اہل ہونے پر واضح دلالت کرتی ہے۔

علماء اہل سنت

الاستیعاب میں ہے کہ جب آیہ تطہیر نازل ہوئی تو حضور اکرمؐ نے حضرت ام سلمہ کے گھر حضرت فاطمہ، حضرت علی، حضرت حسن اور حضرت حسین کو بلایا اور **اللھم ھئو لاء** اھل بیتی **فاذھب عنھم الرجس و طھر ھم تطھیرا** ۔

(مراۃ المومنین ص ۶۰)

آیہ تطہیر میں اہل بیت سے خمسہ مطہرین مراد ہیں اگر ازواج مراد ہوتیں تو عنکن اور یطھر کن ہوتا۔

(رسول اللہ فی القرآن از کامل سلطاوی ص ۴۲۱ مصر)

جناب علامہ شیخ محمد نوی الجاوی مراح لبید جلد ۲ ص ۱۸۳ پر تحریر فرماتے ہیں۔

کہ خدا کی اس آیت **انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس** سے مراد یہ ہے کہ خدا نے خمسہ مطہرین کو اعمال شیطان سے بری رکھا ہے اور ایسے کام نہیں کرنے دیئے جن سے خدا ناراض ہوتا ہو۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے بھی اپنی تفسیر میں یہی فرمایا ہے کہ خدا نے خمسہ مطہرین کو گناہوں سے محفوظ رکھا ہے۔

جناب شیخ محمد امین مختار جکنی شنقیطی اضواء البیان جلد ۶ ص ۵۷۹ بیروت میں تحریر فرماتے ہیں کہ آیہ **انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس** اھل بیت سے مراد یہ ہے کہ ہستیاں اطاعت خدا والے تمام امور بجالا کر پاک ہو گئے اور برائیوں سے نافرمانیوں کے مقامات سے محفوظ رہ کر نجس نہ ہوئے کیونکہ جو لوگ ایسے ہوتے ہیں وہی اس کے مصداق ہوتے ہیں کہ خدا ان کی طہارت کی گواہی دے۔

امام ذھبی تاریخ اسلام جلد ۳ ص ۴۴ طبع بیروت پر تحریر فرماتے ہیں کہ آیہ تطہیر خمسہ مطہرین کی شان میں نازل ہوئی۔

محمد بن مدنی مغربی، فارسی نے الدررا المکنونہ ص 6 پر آیہ تطہیر کے بارے میں یہی تحریر فرمایا ہے کہ یہ آیت خمسہ مطہرین کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

تحفہ اشراف جلد ۸ ص ۱۳۰ طبع بیروت پر جناب جمال الدین المزی تحریر فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول خداؐ نے حضرت فاطمہ، حضرت علی، حضرت حسن اور حضرت حسین کو بلا کر فرمایا اے کہ اللہ یہ ہیں میرے اہل بیت۔

.غیث المرتاح ص ۹۰ پر شمس الدین محمد بن یوسف الزرندی مذکور بالا خیالات کا اظہار فرماتے ہیں۔

شیخ تقی الدین ابو الحسن الانصاری' الخزرجی الابتاج جلد ۲ ص ۳۵۶ پر تحریر فرماتے ہیں کہ قرآن و حدیث سے اہل بیت کی نص ثابت ہے۔

قرآن میں آیہ تطہیر نے ثابت کر دیا کہ اہل بیت خمسہ مطہرین ہیں جنہیں خدا نے نجاسات ظاہریہ و باطنیہ سے محفوظ رکھا ہے اور حدیث میں حدیث ثقلین سے ثابت ہے کہ حضور اکرمؐ کے بعد اہل بیت ہی قرآن کے صحیح مفسر اور دین اسلام کے بہتر محافظ ہیں۔

محمد بن حسن خشتی منہاج العقول جلد ۲ ص ۳۹۸ پر تحریر فرماتے ہیں کہ خطاء رجس ہے اور جب خدا نے اہل بیت کو رجس سے محفوظ فرما دیا تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اہل بیت مطہرین ہیں۔

جناب سید ابراہیم الحسنی الاشراف ص ۵ پر تحریر فرماتے ہیں کہ آیہ تطہیر سے ثابت ہوا کہ خدا نے آل محمد علیہم السلام کو رجس سے محفوظ رکھا ہے اور ان پر صدقہ حرام کیا ہے۔ یہ دونوں باتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ آل محمد علیہم السلام خدا کی تمام مخلوق سے افضل و اعلیٰ ہیں۔

فتح البیان جلد ۷ ص ۳۶۴ سطر آخر پر نواب صدیق حسن خان بھوپالی تحریر فرماتے ہیں کہ حدیث کساء کے مفسر ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں حضرت ام سلمہ سے کثیر طریقوں سے تحریر فرمایا ہے اور احمد بن حنبل نے بھی اپنی مسند میں متعدد مقامات پر روایت حضرت ام سلمہ کو جگہ دی ہے۔ ابن مردویہ اور خطیب بغدادی نے اسے ابو سعید خدری اور ترمذی' ابن جریر طبری اور ابن مردویہ سے عمرو بن ابی مسلم سے روایت کیا ہے۔

توثیق علماء و اہل سنت

آیہ تطہیر کی تفسیر میں خمسہ مطہرین کے حق میں جو احادیث بیان کی گئی ہیں وہ متواتر' صحیح اور مشہور ہیں اور امت محمدیہ نے بالاتفاق انہیں قبول کیا ہے اور انہیں سترہ سے زیادہ حفاظ حدیث نے بیان فرمایا ہے۔

(المقول الفصل جلد ۱ ص ۴۸)

امت محمدیہ نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ آیہ تطہیر حضرت محمد مصطفیٰ' حضرت علی'

حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ تاریخ آل محمد ص ۴۲

نزل الابرار میں علامہ بدخشی تحریر فرماتے ہیں کہ **وهذا الحديث حسن على راى اكثر العلماء و قد صححه بعضهم** یعنی یہ حدیث اکثر علماء کی رائے کے نزدیک حسن ہے اور بیشک بعض نے اس کی تصحیح کی ہے۔

(ارجح المطالب ص ۵۰ سطر آخر)

منہاج السنہ جلد ۳ ص ۴ پر ہے **اما حديث الكساء فهو صحيح رواه الاحمد الترمذى من حديث ام سلمته رواه مسلم فى صحيحه من حديث عائشہ**۔

یعنی حدیث کساء صحیح ہے اس کو امام احمد حنبل و ترمذی نے ام سلمہ سے اور مسلم نے اپنی صحیح میں عائشہ سے روایت کیا ہے۔

حدیث کساء متواترات میں سے ہے۔ مراۃ المومنین ص ۶۰۔

ابن حجر مکی صواعق محرقہ کے ص ۸۵ پر تحریر فرماتے ہیں کہ ان اکثر المفسرین **على انها نزلت فى على و فاطمته و حسن و حسين لتذكير ضمير عنكم و ما بعد** یعنی اکثر مفسرین کی یہ رائے ہے کہ یہ آیت جناب امیرو حضرت سیدہ و حضرات حسنین شریفین کی شان میں نازل ہوئی۔ عنکم و مابعد کے ضمیر مذکر ہونے کے سبب سے۔

یہ آیت فضائل اہل بیت کا سرچشمہ ہے اس آیت میں رجس سے مطلوب و مقصود گناہ یا شک ہے یعنی اس آیت کے لحاظ سے اہل بیت نبوت سے ہر گناہ اور شک دور ہے اور یہ چیز ان کی عصمت پر واضح دلیل ہے۔

تفسیر حسینی جلد ۲ ص ۲۰۰ پر ہے

صاحب عین المعانی تحریر فرماتے ہیں کہ بظاہر مراد اہل بیت سے ازواج رسول ہیں لیکن حضرت عائشہ و حضرت ام سلمہ و حضرت ابو سعید خدری و حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ مراد اہل بیت سے حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرت حسنین علیہم السلام ہیں۔

علامہ حسکانی نے شواہد التنزیل میں ایک سو اڑتیں احادیث نقل فرمائی ہیں جن میں واضح کیا گیا ہے کہ سورۂ احزاب کی اس آیت سے صرف پنجتن پاک مراد ہیں۔

جناب عطاء اللہ الحسینی اپنی کتاب تحفتہ الاحباء میں پانچ احادیث تحریر کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ آیہ تطہیر خمسہ مطہرین کی شان میں نازل ہوئی ہے یہی وجہ ہے کہ ان کو آل عبا کہتے ہیں چنانچہ بعض اہل کمال کہتے ہیں۔

علی الله فی کل الامور توکلی
وبالخمس اصحاب العباء توسلی
محمد المبعوث حقا وبنته
سبطیه ثم المقتدی المرتضیٰ علی

یعنی تمام امور میں خدا پر توکل کرتا ہوں اور اپنے جملہ امور میں آل عبا علیہم السلام سے توسل کرتا ہوں جو پانچ بزرگوار ہیں محمد مصطفیٰ کہ جو رسالت و نبوت کے لئے مبعوث ہوئے ہیں اور ان کی بیٹی فاطمہ زہرا اور حضور اکرمؐ کے دو نواسے حسنین علیہما السلام اور حضرت علی علیہ السلام جن کی ہم تقلید کرتے ہیں۔

جناب نواب صدیق حسن خان کتاب الفرع النامی کے ص 2 پر تحریر فرماتے ہیں۔

و علی اله الذین سائل الله عن عباده مودتهم و جعل رکن الایمان محبهم اذهب عنهم الرجس فطهر هم تطهیرا او رصلوات بوآل محمد علیهم السلام پر کہ خدائے ذوالجلال نے اپنے بندوں سے ان کی مودت کی بابت کہا اور ان کی محبت کو رکن ایمان قرار دیا اور ان سے ہر قسم کی نجاست کو دور کر دیا اور انہیں پاک کر دیا جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے۔

استدلالات

اس آیت کا آغاز کلمۂ حصر سے ہے جو اس بات کا مقتضی ہے کہ جو اندر ہیں وہ باہر نہ جائیں اور جو باہر والے ہیں اندر نہ آسکیں۔ جہاں بھی یہ کلمہ استعمال ہوتا ہے جو اس کے بعد مذکور ہے اس کے لئے یہ فعل ثابت ہے۔ یہ کلمہ اپنے مدخول کا اثبات ہے اور اپنے غیر مدخول کی نفی چاہتا ہے۔

ہمارا ارادہ کبھی پورا ہوتا ہے اور کبھی پورا نہیں ہوتا لیکن اللہ جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے تو وہ ضرور پورا ہوتا ہے اہل بیت محمد کی طہارت کا ارادہ مخلوق نے نہیں خالق نے فرمایا ہے لہٰذا یقین کامل ہے کہ اللہ نے انہیں ضرور پاک کر دیا ہے۔

اور جہاں ارادہ تکلیفی مراد ہے وہاں **مَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُم مِّنْ حَرَجٍ وَلٰكِن يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ** آیا ہے جو قرینہ حرج نہ ہونے کے احکام شرعیہ کے بجالانے میں بلکہ بجالانے احکام سے پاک ہو جانے سے ارادہ تکلیفی معلوم ہوتا ہے بر خلاف آیت تطہیر کے کہ وہاں حرج کا شبہ

بیان نہیں کیا گیا بلکہ صرف ارادہ الٰہی تطہیر موکد کے لئے ظاہر کیا گیا ہے اور کلمہ انما حصر سے ارادہ تطہیر پر خاص ہے اور دلیل ارادہ ایقاعی کی ہے اور کسی جگہ دیگر مومنین کے واسطے ایسے قرائن موجود نہیں۔

یُرِیدُ

یُرِیدُ بمعنی ارادہ یعنی اللہ نے ارادہ کیا ہے یہاں یہ فعل مضارع ماضی کے معنوں میں استعمال ہو رہا ہے بلکہ وہ قواعد نحویہ کی رو سے جامع از منہ ثلاثہ ہے یعنی اس کا اطلاق تینوں زمانوں پر ہوتا ہے جیسا کہ علم نحو کے مشہور ماہر صاحب مغنی اللبیب لکھتے ہیں۔

یعبر عن الماضی والاتی و بمعنی الحاظر بنحو ربک لیحکم بینکم یوم القیامۃ

(سورہ نساء آیت ۱۴۱ پارہ ۵ رکوع ۱۷)

ارشاد صاحب مغنی ہے کے مضارع کا اطلاق گزرے ہوئے زمانے آنے والے زمانے اور زمانہ حاضر پر ہے اس کی مثال اس آیہ مبارکہ میں ہے کہ تیرا رب تمہارے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کرے گا۔ اسی قسم کا لفظ یُرِیدُ آیہ تطہیر میں ہے کہ جو تینوں زمانوں کا جامع ہے بلکہ ارادہ اور مشیت الٰہی کے صیغوں کے لئے مفید مطلق ہونے کا ثبوت ہے اور حدیث زمانی اس میں معتبر نہیں۔ اس کی مثالیں ہم قرآن مجید کی آیات سے پیش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس آیہ شریفہ میں اس طرح فرماتا ہے وَيُرِيدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ

اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اپنے کلمات کے ذریعہ سے حق کو حق ثابت کر دیا جائے اور کافروں کی نسل کو قطع کر دے۔

دوسری آیتہ مبارکہ میں ارشاد ہے **يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَ يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ**

(آیت ۸۵ پارہ ۲ رکوع ۷)

اللہ تمہارے لئے ارادہ رکھتا ہے کہ تمہیں فراخی و آسانی اور تنگی کو تم سے دور کرے۔

اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۗ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ

(آل عمران آیت ۱۰۸ پارہ ۴ رکوع ۴)

اللہ کا ارادہ عالمین کے لئے ظلم کرنے کا نہیں ان تینوں آیتوں میں اللہ کا ارادہ ماضی، حال اور مستقبل میں محقق ہے اسی طرح سے آیتہ تطہیر میں اہل بیت سے رجس کو دور کرے اور انہیں پاک کرنے کا ارادہ تینوں زمانوں کے لئے ہے۔ نازل ہونے کے وقت اس ارادے میں خمسہ

نزول آیت کے وقت ہی اذهاب رجس و تطہیر نہیں ہوتی ہے بلکہ اس کا ارادہ جو ازلی ہے وہ عین فعل بن چکا تھا اور اس وقت نزول آیہ اعلان کے لئے تھا اور لِیُذھِبَ کا لفظ ہر رجس کے ازالہ کو ثابت کر رہا ہے ہر وہ رجس جو نوع انسان میں موجود خواہ وہ حسی ہو یا عقلی ہو یا حکمی ہو۔

ارادہ:۔

خدائے ذوالجلال جو اردہ فرماتا ہے فورا" ہو جاتا ہے خدا نے ایک حرکت ارادی سے یہ تمام مخلوق خلق فرمادی۔ اس کا ارداہ حادث نہیں بلکہ قدیم و ازلی ہے جس طرح وہ خود قدیم و ازلی ہے۔ ہمارے ارادہ کی تکمیل میں ہزاروں رکاوٹیں آسکتی ہیں لیکن اس کے ارادے کی تکمیل میں کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ تمام رکاوٹوں کا حل فرمانے والا ہے۔

خدائے ذوالجلال نے محمد و آل محمد علیہم اسلام کو طاہر بنانے کا ارادہ کیا اور اس ارادے کا اعلان بھی فرما دیا اگر لوگوں کی نظر میں آل محمد علیہم السلام طاہر نہیں ہوئے تو توہین آل محمد کی نہیں بلکہ خدا کی ہے کہ اس کا ارادہ پورا نہ ہوا۔ لہٰذا شک کرنے والے نوٹ فرمالیں کہ عداوت آل محمد علیہم السلام میں کہیں خدا کی توحید کے منکر نہ ہو جائیں۔

یرید اللہ سے ارادہ ایقاعی مراد ہے نہ کہ ارادہ تکلیفی جس پر قرینہ قدیم لِیُذھِبَ عَنکُمُ الرِّجسَ اور تاخیرِ وَ یُطَھِّرَکُم ہے ہر قسم کے رجس کو دور رکھنے کے بعد تطہیر ولالت کافی طہارت پر کرتی ہے اور یطھرکم کو موکد تطھیرا سے کرنا نیز موید اس کا ہے اور اہل بیت سے بیت النبوت مراد ہے نہ بیت سکنی۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مختلف موقعہ پر بار بار آیت تطہیرا کو صرف چار تن پاک پر پڑھا اور چادر میں لپیٹا پہلے آپ ملاخطہ فرما چکے ہیں کہ بعض روایات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ اللھم ھولاء اہل بیتی و خاصتی کہ یا اللہ یہ ہیں میرے اہل بیت اور میرے خاص لوگ۔ تو جن کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خاص کہہ دیا ہے بھلا وہ کیسے عام ہو سکتے ہیں۔ یا عام لوگ ان کا مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں۔

علامہ محمد مہدی الآصفی اہل بیت کے ص ۸۰ سطر ۱۲ پر تحریر فرماتے ہیں۔

یہ بات مشہور ہے کہ ارادہ الٰہی کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ۱۔ ارادہ تکوینی ۲۔ ارادہ تشریعی۔

(۱) ارادہ تکوینی: خدا کا ایسا ارادہ ہے کہ خدا اور اس کے ارادے میں کسی چیز کا حائل ہونا ناممکن ہو، یعنی خدا جو ارادہ کرے اس کا ہونا ضروری ہو۔ کوئی بھی شے اس کے ارادے کی کامیابی میں حائل نہیں ہو سکتی مثلاً" ارشاد ہے:

نجباء یعنی پنجتن پاک اصحاب کساء اور آل عبا عالم شہود میں اور وقت نزول میں نیز عالم شہود میں اوقات ولادت کے متعلق ارادہ ہوا اور اس سلسلے میں باقی آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کی ولادت کی امید تھی اس لئے ارادے کا تعلق زمانہ مستقبل سے بھی وابستہ تھا چونکہ باقی آئمہ علیہم السلام تعداد میں خمسہ نجباء سے زیادہ تھے اس لئے بقاعدہ تغلیب یُرِیْدُ کا اطلاق فعل مستقبل پر رہا آیہ تطہیر کا نزول 5ھ میں ہوا جو سورہ احزاب کے نزول کا سال ہے یوم بعثت کے فوراً" بعد کیوں نہ نزول ہوا۔ نزول کی تاخیر کی وجہ ولادت سیدا الشباب اہل الجنۃ یعنی الحسن و الحسین تھی۔ اگر یہ نزول مذکورہ سال کے بعد بھی ہو تو تاخیر کی وجہ ہم نے بتلائی ہے اس سے بڑھ کر کوئی اور نہیں ہو سکتی۔ فعل مضارع بمعنی ماضی کی وجہ وجیہ ازروئے تحقق نصوص صریحہ ہیں۔ سرکار رسالت محمد مصطفیٰؐ ارواحنالہ الفداء ان خمسہ اہل کساء میں موجود ہیں۔ اس لئے اذھاب رجس اور تطہیر آپ کے لئے یقیناً" قبل نزول ثابت و محقق ہے اور اس پر جمیع امت کا اتفاق ہے پس اہل بیت کے لئے بھی حکم اذھاب رجس و طہارت' رسول اللہؐ کے ساتھ مساوی طور پر ثابت ہے چونکہ اہل بیت اطہار ماسوائے نبوت و رسالت ہر امر میں ان سے ملحق ہیں جیسا کہ خداوند نے ایک دوسرے مقام پر اس امر کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

آیہ مبارکہ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ اتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ

(سورۃ الطور آیت ۲۱ پارہ ۲۷ رکوع ۳)

جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ان کی پیروی کی ان کی اولاد کو بھی ہم ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان کے اعمال نیک میں سے ہم کچھ بھی نہ کریں گے۔

اللہ: لفظ اللہ اس ابہام کو دور کرنے کے لئے ہے کہ اس ارادے کا فاعل اللہ کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔

لِیُذْهِبَ: لِیُذْهِبَ پر جو لام ہے وہ وقوع فعل کی علت کے مفید کرنے کے لحاظ سے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیہ مبارکہ میں فرمایا ہے۔

اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ

(سورہ یٰسین پ ۲۳ ع ۴ آیت ۸۳)

جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے ہو جا تو پس وہ ہو جاتی ہے یہ کُن فیکن میں کُن کا لفظ افہام و تفہیم کے لئے ہے بلکہ اس کا ارادہ عین فعل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ

اِنَّمَآ اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ

(سورہ یٰسین ۳۶' آیت ۸۲)

"اس کا امر صرف یہ ہے کہ کسی شے کے بارے میں یہ کہنے کا ارادہ کرے کہ ہو جا اور وہ شے ہو جاتی ہے"

(۲) ارادہ تشریعی: خدا اور اس کے ارادہ کے درمیان مکلف کا ارادہ حائل ہو سکتا ہو مثلاً" خدا کا ارادہ ہمیشہ بندوں کے اعمال سے متعلق ہوتا ہے لیکن اس کا پورا ہونا بندوں کے ارادے پر موقوف ہے۔ اگر بندے اس کو بجالائیں گے تو وہ ارادہ پورا ہو گا ورنہ پورا نہیں ہوگا۔

یاد رکھیے خدا کا تشریعی ارادہ بندوں کے انہیں افعال سے متعلق ہوتا ہے جن کو شریعت نے جائز قرار دیا ہے اور خدا کا تکوینی ارادہ امور تکوینی سے متعلق ہوا کرتا ہے۔

اب چونکہ خدا کے ارادہ تشریعی میں مکلف کا ارادہ حائل ہو سکتا ہے اور خدا کا ارادہ اس وقت تک پورا نہیں ہو سکتا ہے جب تک بندہ بھی اس کا ارادہ کر کے اس پر عمل نہ کر ڈالے۔ اس لئے ارادہ تشریعی میں مراد خدا کا پورا ہونا ضروری نہیں ہوا کرتا۔ ارادہ الٰہی اور مراد الٰہی میں تخلف ممکن ہو سکتا ہے کیونکہ کبھی بندہ خدا کا حکم نہیں مانتا اس کی معصیت کرتا ہے تو ایسی صورت میں خدا کا ارادہ تشریعی پورا نہیں ہوتا بلکہ بندہ کا ارادہ و اختیار ارادہ خدا اور مراد خدا میں حائل ہو جاتا ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خدا اپنے ارادے کو پورا کرنے سے عاجز ہے بلکہ خدا خود یہ چاہتا ہے کہ میرے ارادہ کی تکمیل بندہ کے ارادہ و اختیار پر موقوف ہو۔

ارادہ کی یہ دونوں قسمیں تھوڑے سے فرق کے ساتھ خود انسان کے ارادہ میں پائی جاتی ہیں مثلاً" کبھی انسان کا ارادہ بعض امور تکوینی سے متعلق ہوتا ہے جیسے کہ وہ خود پانی پینا چاہے یا خود لکھنا چاہے تو پانی پی سکتا ہے اور لکھ سکتا ہے۔ اسی کو ارادہ تکوینی کہتے ہیں اور کبھی انسان کا ارادہ دوسرے کا فعل سے متعلق ہوتا ہے مثلاً" کوئی چاہتا ہے کہ اس کا بیٹا اس کو پانی پلا دے یا اس کا بیٹا کچھ لکھ دے تو وہ اپنے بیٹے کو پانی پلانے یا لکھنے کا حکم دیتا ہے لیکن یہ بات اس کے بیٹے پر موقوف ہے کہ باپ کو پانی پلائے یا نہ پلائے' لکھے یا نہ لکھے۔ اسی کو ارادہ تشریعی کہا جاتا ہے مگر تھوڑے سے فرق و اختلاف کے ساتھ۔

اب اس کے بعد آیت تطہیر کی بحث میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ارادہ سے مراد خدا کا کون سا ارادہ ہے؟ اگر ارادہ تکوینی مراد ہے تو ارادہ کے ساتھ اہل بیت کی طہارت و عصمت ثابت ہو جائے گی اور اگر اردہ سے مراد تشریعی ہے اور آیت کا مطلب **یرید اللہ** سے یہ ہے کہ خدا اہل

بیت کی طہارت اور ان سے رجس کی دوری کا ارادہ و اختیار کے ساتھ چاہتا ہے تو پھر یہ آیت عصمت پر دلالت نہیں کرے گی کیونکہ خدا اپنے بندوں سے طہارت' عدل' حق وغیرہ کا جو ارادہ تشریعی کرتا ہے وہ سب کا سب پورا نہیں ہوتا بلکہ زیادہ تر پورا نہیں ہوتا کیونکہ بندے اس پر عمل نہیں کرتے لہٰذا اگر یہ مراد لی جائے تو اس آیت کی دلالت قطعی طور پر عصمت پر نہیں ہو گی۔

اس کے علاوہ ارادہ تشریعی مراد لینے پر کلمہ انما بے معنی ہو جائے گا اس لئے کہ انما کی دلالت محدودیت پر بہت ہی قوی ہے اور اگر ارادہ سے تشریعی ارادہ مراد لیا جائے تو یہ محدودیت ختم ہو جائے گی اور طہارت اہل بیت پر منحصر نہیں رہے گی کیونکہ طہارت کا ارادہ تشریعی خدا کا اپنے تمام بندوں کے لئے ہے صرف اہل بیت کے لئے نہیں ہے جس کو انما سے مخصوص کیا جائے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

مَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُم مِّنْ حَرَجٍ وَلٰكِن يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۔

(سورہ مائدہ ۵ آیت ۶)

"خدا تو یہ چاہتا ہی نہیں کہ تم پر کسی طرح کی تنگی کرے بلکہ وہ یہ چاہتا ہے کہ تم کو پاک و پاکیزہ کر دے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دے تاکہ تم شکر گزار بن جاؤ"

اس بنا پر ارادہ تطہیر کا صرف اہل بیت کے لئے مخصوص ہونا بے معنی سی بات ہے کہ صرف اہل بیت کے لئے اثبات طہارت ہے اور ان کے علاوہ دوسروں سے طہارت کی نفی ہے کیونکہ انحصار ایجابی و سلبی مفہوم سے مرکب ہوتا ہے۔ اس لئے آیت میں ارادہ تشریعی تو مراد ہی نہیں لیا جا سکتا پھر سوائے ارادہ تکوینی کے اور کوئی صورت نہیں ہے اور ارادہ تکوینی مراد لینے سے انما کا منحصر ہونا بھی باقی ہے اور اپنے مابعد سے مرتبط بھی رہتا ہے اور اگر ارادہ تکوینی مراد لیا تو اہل بیت کے لئے فوری عصمت و طہارت کا ثبوت ماننا پڑے گا۔

ارادہ خدا کا پورا نہ ہونا محال ہے

جب یہ بات طے ہو گئی کہ آیت میں ارادہ تکوینی مراد ہے تو پھر مراد خدا کا پورا نہ ہونا محال ہے اور اسی طرح اہل بیت تک رجس کی رسائی محال ہے یا یوں کہیے کہ کسی حالت میں بھی

ان سے طہارت کا جدا ہونا ناممکن ہے کیونکہ بدیہی بات ہے اور ہر مسلمان مانتا ہے کہ مراد خدا کا پورا نہ ہونا محال ہے اس لئے کہ اسی کا ارشاد ہے:

اِنَّمَآ اَمۡرُہٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیۡئًا اَنۡ یَّقُوۡلَ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ

(سورہ یٰسین ۳۶ آیت ۸۲)

"اس کا امر صرف یہ ہے کہ کسی شے کے بارے میں یہ کہنے کا ارادہ کرلے کہ ہو جاؤ اور وہ جاتی ہے"

اس لئے ان (اہل بیت) سے گناہ سرزد ہونا محال ہے اور اگر ارادہ کا یہ مطلب لیا جائے تو یہ کلمہ انما کے انحصار سے بھی مطابقت رکھتا ہے اور ایجابی و سلبی مفہوم دونوں اپنی جگہ پر درست ہیں اور اس میں وہ اشکال بھی لازم نہ آئے گا تو جو ارادہ کے تشریعی مراد لینے سے آتا ہے۔

پس اس آیت کی بنا پر اہل بیت کی طہارت لازمی اور رجس کا ان سے دور ہونا ضروری ہو گیا۔

کیا عصمت کا لازمہ جبر ہے؟

بعض ذہنوں میں یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ ارادہ کی اس طرح تفسیر کرنے کا نتیجہ یہ ہے کہ اہل بیت مختار نہیں رہے۔ ان سے گناہ کی قدرت سلب کرلی گئی وہ گناہ پر قدرت ہی نہیں رکھتے کیونکہ ارادہ تکوینی کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مراد خدا کے درمیان کسی بندے کا ارادہ حائل ہی نہ ہو سکے کوئی کچھ اور ارادہ کرے مگر جو خدا نے طے کر دیا وہی ہو گا۔

اس شبہ کا جواب مفہوم عصمت سمجھ لینے کے بعد بہت آسانی سے واضح ہو جائے گا کیونکہ یہ شبہ صرف ائمہ اہل بیت تک محدود نہیں ہے بلکہ انبیاء بھی اس میں شامل ہیں کیونکہ خدا کا ارادہ تکوینی عصمت انبیاء سے بھی متعلق ہے اور انبیاء کی عصمت بہرحال مسلم ہے چاہے وہ بعض چیزوں ہی کے لیے ثابت ہو۔ لہٰذا عصمت اہل بیت پر اعتراض ہوتا ہے وہی عصمت انبیاء پر بھی ہوتا۔

پس مناسب ہے کہ عصمت پر اس اعتراض کا جواب دیا جائے۔

عصمت کا مطلب یہ ہے کہ معصوم سے گناہ کا صادر ہونا محال ہے۔ البتہ معصوم سے گناہ

سرزد نہ ہونے کی وجہ جبر نہیں ہے۔ بلکہ عدم ارتکاب گناہ ایک مخصوص تربیت کا نتیجہ اور قوت ارادی و ضبط نفس کی بلندی کا لازمی نتیجہ ہوتا ہے۔ نیز ان تمام باتوں سے پیشتر توفیق و تائید الٰہی کا اپنے بندہ کے شامل حال ہونا سب سے زیادہ ضروری ہے اور خدا کی یہ تائید اس حد تک حاصل ہوتی ہے کہ بندہ سے گناہ صادر ہونا محال ہو جاتا ہے

عصمت کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ انسان سے اس کا ارادہ اختیار بالکل ہی چھین لیا جاتا ہے اور وہ مجبور محض ہوتا ہے یعنی اس کی حقیقت صرف ایک مشین کی سی ہو جاتی ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ عصمت کا مطلب یہ ہے کہ انسانی ارادہ اس قدر قوی اور بلند ہو جاتا ہے کہ پھر اس سے ارتکاب گناہ محال ہے

پس عصمت اور بندے سے ارتکاب گناہ کے محال ہونے کا مطلب سلب ارادہ و اختیار نہیں ہے بلکہ ارادہ کا اتنا قوی ہو جانا ہے کہ نفسانی خواہشات اس ارادہ پر غالب نہ آسکیں۔

جب ہماری سمجھ میں یہ بات آگئی کہ عصمت ارادہ واختیار سلب کر لینے کا سبب نہیں ہوا کرتی تو اب ذرا اونچے پیمانے پر سوچئے یعنی انبیائے کرام اور ائمہ معصومین کی عصمت کو سوچئے کہ ان کی یہاں معصیت' ارتکاب ظلم گناہ ناممکن ہے اور یہ سب خود ان حضرات کے ارادہ واختیار سے ہے ان سے ان کا ارادہ سلب نہیں کیا گیا اور نہ وہ مجبور و مغلوب و مقہور ہیں۔

اس وضاحت کے بعد آیت تطہیر میں ارادہ تکوینی کا سمجھ لینا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ یہ خداوند عالم کا لطف و کرم ہے اور اس کی تائید اور اس کا فیضان ہے جو اس کے صالح بندوں جیسے انبیاء اور ائمہ معصومین سے متعلق ہوتا ہے کہ خدا ان کے نفوس کو پاک کر دیتا ہے اور ان سے برائیاں دور کر دیتا ہے اور اپنے ارادہ تکوینی کے ذریعہ ان کے ارادوں کو بلندی عطا کر دیتا ہے اور اپنی قدرت کاملہ کے واسطہ سے ان کو ایسا ملکہ عطا کر دیتا ہے جس کے لیے معصیت وگناہ ناممکن ہوتا ہے اور وہ با ارادہ واختیار ہوتے ہیں۔

یہ تائید الٰہی معصومین سے ان کا ارادہ واختیار چھین نہیں لیتی بلکہ درحقیقت ان کے درجہ ارادہ و اختیار کو تقویت بخشتی ہے اور ضبط و قوت نفس میں مدد کرتی ہے یہاں تک کہ ان حضرات سے معصیت وگناہ کا سرزد ہونا محال ہو جاتا ہے۔

آیت اللہ محمد فاضل موحدی لنکرانی صاحب تحریر فرماتے ہیں
تیسرا نکتہ یہ تھا کہ "یرید اللہ" کے جملہ میں ارادے سے کیا مراد ہے؟
اس تحقیق سے قبل دو امور کو روشن کرنا ضروری ہے:
۱۔ ارادہ تکوینی اور ارادہ تشریعی میں فرق کیا ہے؟
۲۔ کیا قرآن مجید میں ارادہ کی یہ دو قسمیں ملتی ہیں یا نہیں؟

ارادہ تکوینی

جیساکہ الفاظ سے ظاہر ہے اس سے مراد حقیقت ارادہ اور اس کی تکمیل واقعی ہے۔ یعنی باری تعالیٰ یا ارادہ کرنے والا کوئی بشر اس ارادہ کو عملی جامہ پہنانا چاہتے ہیں (یا نہیں)۔

مثلاً ایک شخص کھانا کھانے کا ارادہ کرتا ہے۔ اس ارادے سے قبل وہ چند ایک مقدمات سے گزرتا ہے۔ یعنی شی مقصود کا تصور' اس کے فائدے اور نتیجے کی تصدیق' اس کی طرف میلان و رغبت' عزم وحزم اور ان سب کے بعد اس چیز کے لیے اسکا شوق اور اس کا ارادہ آتے ہیں۔ وہ شخص اپنے دل میں کھانا کھانے کا تصور کرتا ہے۔ اپنے اس کام کے فائدے کو مد نظر لاتا ہے اور اس کے صحیح ہونے کی گواہی دیتا ہے جس سے اس کے اندر طبعاً" کھانے کا میلان اور رغبت جنم لیتے ہیں۔ پھر یہ خواہش نفسانی اس کے عزم اور تصمیم کو سامنے لاتی ہے اور اس کا شوق جب مرتبہ کمال تک پہنچ جاتا ہے تو ارادہ بن جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ ارادہ کا ایک وجود ہے جو اپنے مزکورہ پانچ مقدمات' جن میں بعض تصور سے تعلق رکھتے ہیں' اور بعض نمایاں ہیں' کے بعد ظاہر ہوتا ہے۔

لیکن ارادہ تکوینی کی حقیقت کو ذات باری تعالیٰ کی درگاہ اقدس کی طرف نسبت دینا صحیح ہے کہ ارادہ اس ذات مقدس کی صفات میں سے ہے اور ہم مسلمان مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرید ہے' یعنی ارادہ کرنے والا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ارادہ خدا بھی ان پانچ مقدمات پر موقوف ہے جن کا تذکرہ ارادہ بشری کے سلسلہ میں ہوا ہے؟ ظاہر ہے کہ ارادہ خداوندی میں یہ بات غیر معقول اور ناجائز ہے کہ وہ بھی ان پانچ مقدمات پر موقوف ہو' کیونکہ اس باری تعالیٰ کا متاثر ہونا لازم آتا ہے جو اس کی ذات کے لیے نقص و عیب ہے۔ **وَ تَعَالَى اللّٰهُ عَن ذَالِكَ عُلُوًّا كَبِيرًا** اللہ تعالیٰ تو ہر قسم کے نقص سے پاک و پاکیزہ اور بلند و برتر ہے اور اس کی تمام صفات اس کی عین ذات ہیں۔

ارادہ تکوینی میں ارادہ مرید اور چاہنے والے کے فعل سے بھی متعلق ہوتا ہے مثلاً" خداوند تعالیٰ ارادہ کرتا ہے کہ عالم کو پیدا کرے یا زلزلہ لائے یا انسان پر فیضان وجود کرے۔ (اس کے برعکس) انسان ارادہ کرتا ہے کہ کھانا کھائے یا راستہ چلے' یا علم حاصل کرے وغیرہ وغیرہ۔

ارادہ خداوندی اور ارادہ انسانی میں ایک اور لحاظ سے بھی فرق واضح ہے۔ وہ یہ کہ جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے تو ناممکن ہے کہ پھر اس کی مراد واقع نہ ہو۔ وہ جو کچھ چاہتا ہے ویسا ہی ہو جاتا ہے لیکن انسان کے ارادہ میں ممکن ہے کہ اس کی مراد واقع نہ ہو۔ اس میں ارادہ اور مراد کے مابین جدائی ہو سکتی ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ انسان چاہئے کہ فلاں کام ہو جائے لیکن کسی وجہ سے وہ وقوع پذیر نہ ہو۔

ارادہ تشریعی

ارادہ تشریعی سے مراد ہے کسی دوسرے کے بارے میں ارادہ کرنا کہ وہ فلاں کام کو اپنی رضا اور اپنے اختیار کے ساتھ انجام دے۔ مثلاً" باپ ارادہ کرو کہ اس کا بیٹا سبق پڑھے۔ یعنی باپ نے پانچ مقدمات مذکورہ کے پیش نظر اپنے فرزند کے سبق پڑھنے کے لئے شوق پیدا کیا ہے اور اس کے اسی شوق سے یہ کیفیت پیدا ہوئی کہ اپنے بیٹے کو سبق پڑھنے کا حکم بھی دے۔ یا مثلاً" باپ چاہتا ہے کہ اس کا بیٹا غلط صحبت اختیار نہ کرے۔ اس کے لئے بھی مقدمات مذکورہ کے بعد اسے شوق موکد لاحق ہو گا اور یہ کیفیت سامنے آئے گی کہ وہ اپنے بیٹے کو غلط صحبت میں پڑنے سے منع کرے۔ پس اس شوق موکد کو جس کے بعد امر یا نہی وجود میں آتی ہے' ارادہ تشریعی کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ارادہ تکوینی کے بارے میں جو تحقیق پیش کی گئی ہے اس ذات مقدس کے ارادہ تشریعی میں بھی وہی بات اسی طرح ثابت ہے۔ (یعنی یہاں مقدمات پر موقوف ہونے والی بات نہیں ہے) اس لئے اللہ تعالیٰ کے ارادہ تشریعی سے مراد اس کے اوامر اور نواہی ہوتے ہیں۔

قرآن اور ارادہ تکوینی و تشریعی

قرآن مجید میں ارادہ کی ان دونوں قسموں کی بیشمار آیات کریمہ سامنے آتی ہیں۔ بطور اختصار چند ایک آیات کو منتخب کر کے پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) اِنَّ اللّٰہَ یُدخِلُ الَّذِینَ اٰمنُو اوَ عملو الصّٰلِحَاتِ جَنّٰاتٍ تَجرِی مِن تَحتِھَا الانھار اِنَّ اللّٰہَ یَفعَلُ مَا یُرِیدُ

(۲۲'۱۴)

یقیناً" اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو جو مومن ہیں' اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہیں اور نیک کام انجام دیتے ہیں' ایسے باغات میں داخل کرے گا جو گھنے درختوں والے ہیں اور ان کے نیچے نہریں جوش کھا رہی ہیں۔

خداوند تعالیٰ جو کچھ چاہتا ہے اور جس چیز کا ارادہ کرتا ہے وہ ہو کر ہی رہتا ہے۔ اس آیت میں لفظ "یرید" سے مراد ارادہ تکوینی ہے۔ یہ آیت ثابت کر رہی ہے کہ حق تعالیٰ کے ارادہ میں تخلف ممکن نہیں اور اس کی مراد یقیناً" واقع ہو کر رہتی ہے۔

(۲) اِنمَآ اَمرُہٗ اِذَآ اَرَادَ شَیئاً اَن یَّقُولَ لَہٗ کُن فَیَکُونُ (۸۲'

یقیناً" اس کا امر یہ ہے کہ جب وہ کسی شئے کے متعلق ارادہ کرتا ہے کہ اسے کہے کہ ہو جا' تو وہ ہو جاتی ہے۔ (یعنی وہ جو چاہتا ہے محض ارادہ کرنے سے ہی وہ ہو جاتا ہے)

یہ آیت اس بات کو بالکل واضح کر رہی ہے کہ ارادہ تکوین کی صورت میں محض عنایت الٰہی ہوتے ہی مطلوب نور وجود میں آ جاتا ہے۔

"سورہ ہود اور سورۃ برج" میں بھی ہمارے اس مدعا کی دلیل موجود ہے کہ ارادہ تکوینی جب اس ذات اقدس کی طرف سے ہو تو محض ارادہ ہوتے ہی مقصود وجود میں آ جاتا ہے۔ "فعال لما یرید" جس چیز کا حق تعالیٰ ارادہ کرتا ہے اسی کو انجام دیتا ہے اور اس کی مراد یقیناً" واقع ہو کر رہتی ہے۔

ارادہ تکوینی کے متعلق تو لا تعداد آیات موجود ہیں کہ جن میں واضح ہو رہا ہے کہ وہ ارادہ ایک قسم کی تکوین ہے اور اس کے ہاں اس ارادہ کی صورت میں مطلوب و مراد کا وقوع پذیر نہ ہونا ناقابل تصور و ناممکن ہے۔ ہم نے یہ چند آیات بطور نمونہ پیش کی ہیں۔

اب چند ایک آیات بطور نمونہ اس بارے میں پیش کی جاتی ہے کہ انسان بھی ارادہ تکوینی کرتا ہے لیکن انسان کے اس ارادے میں مراد وقوع پذیر ہونا ضروری نہیں بلکہ ممکن ہے کہ اس کا مقصود حاصل ہی نہ ہو پائے۔

(۱) یُرِیدُونَ لِیُطفِؤُا نُورَ اللّٰہِ بِاَفوَاھِھِم وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُورِہٖ وَلَو کَرِہَ الکٰفِرُونَ (الصف

(۸،۲۱)

کچھ کفار چاہتے ہیں کہ نور خدا کو پھونکوں (افتراء آمیز جملوں) سے خاموش کر دیں، جب کہ اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے اگرچہ وہ کفار ناراض ہی کیوں نہ ہوں (یعنی کفار کا یہ ارادہ کبھی پورا نہیں ہو گا)

(۲) یُرِیدُونَ اَن یَخرَجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا ھُم بِخَارِجِینَ مِنھَا وَ لَھُم عَذَابٌ مُقِیم (۵،۳۷)

کفار ارادہ کرتے ہیں کہ آگ سے باہر نکل جائیں لیکن وہ کبھی اس سے نہیں نکل پائیں گے اور ان کے لئے مستقل عذاب ہے۔

ان آیات میں یہ مفہوم روشن ہے کہ انسانوں کے ارادہ تکوینی کی مراد کا واقع ہو جانا ضروری نہیں۔ نیز اس سے یہ نتیجہ بھی برآمد ہوتا ہے کہ انسان اپنے ارادے میں اللہ تعالیٰ کے ارادہ ازلی کے سامنے مغلوب ہے۔ اگر انسان کچھ چاہتا ہو اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ اس کی خواہش کے خلاف ہو تو وہی ہوتا ہے جو خداوند تعالیٰ چاہتا ہے، نہ کہ وہ جسے انسان چاہتا ہو۔

نمونہ کے طور پر یہ چند آیات پیش کی گئی ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں ارادہ تکوینی کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس کی طرف بھی نسبت دی گئی ہے اور اسے انسان کی طرف بھی منسوب کیا گیا ہے لیکن یہ نکتہ بھی روشن ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ تکوینی کی مراد کا واقع ہونا لازمی ہے اور ناممکن ہے کہ وقوع پذیر نہ ہو۔ البتہ اس کے علاوہ باقی ہر مخلوق کے ارادے میں تخلف اور عدم وقوع بالکل ممکن ہے۔ اب ہمیں کچھ مثالیں ارادہ تشریعی کے بارے میں بھی بیان کرنا ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید کی چند آیات ملاحظہ ہوں:

یَاَیُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوا اِذَا قُمتُم اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغسِلُوا وُجُوھَکُم وَ اَیدِیَکُم اِلَی المَرَافِقِ وَ امسَحُوا بِرُؤُسِکُم وَ اَرجُلَکُم اِلَی الکَعبَینِ وَ اِن کُنتُم جُنُباً فَاطَّھَّرُوا وَ اِن کُنتُم مَرضٰی اَو عَلٰی سَفَرٍ اَو جَاءَ اَحَدٌ مِنکُم مِنَ الغَائِطِ اَو لٰمَستُمُ النِّسَاءَ فَلَم تَجِدُوا مَاءً فَتَیَمَّمُوا صَعِیداً طَیِّباً فَامسَحُوا بِوُجُوھِکُم وَ اَیدِیکُم مِنہُ مَا یُرِیدُ اللّٰہُ لِیَجعَلَ عَلَیکُم مِن حَرَجٍ وَ لٰکِن یُرِیدُ لِیُطَھِّرَکُم وَ لِیُتِمَّ نِعمَتَہُ عَلَیکُم لَعَلَّکُم تَشکُرُونَ (۵،۶)

اے اہل ایمان! جب نماز کے لئے اٹھو تو اپنے چہروں کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک

دھو ڈالو اور (کسی حد تک) اپنے سروں کا اور اپنے پاؤں کا ٹخنوں تک مسح کرو (یعنی وضو کرو) اور اگر تم جنب کی حالت میں ہو تو اپنے پورے بدن کو پاک پانی کے ساتھ پاک کرو (یعنی غسل کرو)' اگر مریض ہو تو یا حالت سفر میں ہو یا تم بیت الخلاء سے ہو آئے ہو (حدث اصغر کیا ہو)' یا تم نے اپنی بیویوں سے مباشرت کی ہو اور تمہارے پاس پانی نہ ہو تو صعید' یعنی خالص خاک یا زمین کی سطح سے تیمم کرو کہ اس سے اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کر لو۔ اللہ تعالیٰ تم پر کوئی سختی کرنا نہیں چاہتا' بلکہ اس کا ارادہ ہے کہ تمہیں پاک کرے اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کرے تاکہ تم اس کے شکر گزار بن جاؤ۔

اس آیت کریمہ میں **یرید لیطھر کم** میں جس ارادے کا ذکر ہے اس کے بارے میں مسلم ہے کہ وہ ارادہ تشریعی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا ان احکام کے بنانے سے ارادہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کو پاک کرے۔ پس یہاں ارادہ وضو' غسل اور تیمم کے احکام کی تشریع کا ہے اور اس کی غرض و غایت عوام کو کثافتوں اور احداث سے پاک کرنا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ کچھ لوگ ان احکام پر عمل کرتے ہیں اور کچھ لوگ ان کی پرواہ نہیں کرے۔ اب اگر اس سے ارادہ تکوینی مراد ہوتا تو کسی کی یہ جرات نہ ہو سکتی کہ وہ اس پاک ہونے انکار کر سکتا اور حکم کی نافرمانی کرتا۔ نیز ہم بتا چکے ہیں کہ ارادہ تشریعی کا تعلق دوسرے فرد کے فعل سے ہوتا ہے اور یہ کہ وہ اسے اپنے ارادہ و اختیار کے ساتھ انجام دے۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے افعال کے بارے میں ارادہ فرمایا ہے کہ وہ لوگ **یرید لیطھر کم** کے ارادہ تشریعی ہونے اور ارادہ تکوینی نہ ہونے میں کوئی شریک نہیں۔

(۲) سورۃ بقرہ میں آیت نمبر ۱۸۵ کے آخر میں یہ جملہ ہے۔

فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهرَ فَليَصُمهُ وَ مَن كَانَ مَرِيضًا اَو عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ اليُسرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ العُسرَ تم میں جو شخص ماہ صیام میں گھر میں حاضر ہو' تو اس پر روزہ رکھنا ضروری ہے اور اگر مریض ہو یا سفر میں ہو تو اسے دیگر ایام میں یہ روزہ رکھنا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کا تمہارے بارے میں ارادہ یہ ہے کہ وہ تمہارے لئے آسانی پیدا کرے نہ کہ سختی۔

سابقہ آیت کی وضاحت کی روشنی میں اس آیت میں بھی ارادہ تشریعی ظاہر ہو رہا ہے۔ روزہ کے قوانین کی تشریع فرماتے ہوئے مختلف حالات کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ مسافر ہونا یا نہ ہونا'

مریض ہونا یا نہ ہونا' ان سب صورتوں میں ایک حدف کو سامنے رکھا گیا ہے جو یہ کہ تم پر سختی نہ ہو (بلکہ آسانی رہے) اس لئے تم لوگوں کے لئے ضروری نہیں کیا کہ ماہ رمضان میں روزے رکھیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں آسانی اور راحت میں رکھنے کے قصد سے بیماروں اور مسافروں وغیرہ کو اس سے مستثنیٰ کر دیا ہے (کیونکہ ایسی صورت میں ان پر روزہ واجب کرنا ان کے لئے سختی و دشواری کا باعث ہوتا ہے) لہٰذا معلوم ہوا کہ یہاں ارادہ خداوندی تشریع حکم اور قانون بنانے سے مربوط ہے اور یہی تشریعی ارادہ ہوتا ہے۔

اب جب ارادے کی دونوں قسمیں روشن ہو چکیں تو اب یہ دیکھنا ہے کہ آیت تطہیر میں ارادہ خداوندی دونوں (تکوینی یا تشریعی) میں سے کون سا ہے؟

ارادہ در آیت تطہیر

اہل تسنن کے بزرگان اور چند ایک مفسرین نے آیت تطہیر میں ارادہ خدا کو تشریعی قرار دیا ہے اور ان کے اس نظریئے کی بنیاد اس آیت تطہیر کے ازواج نبی سے متعلق فرائض کو بیان کرنے والی آیات کے درمیان میں آنا ہے۔ اس وجہ سے ان کا عقیدہ ہے کہ آیت تطہیر بھی یا تو فقط ازواج کے حق میں ہے یا ازواج اور اہل بیت (پنجتن پاک) ہر دو کے بارے میں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ دیگر آیات میں ازواج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جن امور کی انجام دہی کا حکم دیا گیا ہے اور جن کی توثیق کی گئی ہے مثلاً" رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق زوجیت کی رعایت کرنا وغیرہ' یہ سب اسلامی احکام ہیں اور آیت تطہیر بھی انہی احکام کی تشریع کو بیان کر رہی ہے اور غرض یہ کہ وہ ازواج اور دیگر تمام وابستگان بہ رسول کو گناہوں اور آلودگیوں سے پاک کرے۔ چنانچہ ان صاحبان نے یہی اعتقاد قائم کر لیا ہے کہ آیت تطہیر میں ارادہ خدا تشریعی ہے ارادہ تکوینی نہیں۔

سید قطب "فی ظلال القرآن" میں کیا کہتے ہیں؟

آیت تطہیر کی توضیح کرتے ہوئے سید قطب کہتے ہیں "یہ آیت ایک بے نظیر لطف و کرم کے ساتھ ازواج رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کے اسباب اور ان کے مفادات کی وضاحت کر رہی ہے۔ ازواج رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ان احکام کے جاری کئے جانے کا

سبب سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان احکام کے ذریعہ انہیں پاک و پاکیزہ کرنا چاہتا ہے اور ان سے ہر طرح کی پلیدی کو دور کرنا چاہتا ہے۔ بنا بریں یہ اوامر و نواہی اور تذکرات ازواج نبی سے پلیدی کو دور کرنے اور انہیں پاک کرنے کا وسیلہ ہے"

پس سید قطب نے آیت تطہیر کو جس بنیاد پر سوچا ہے اس کے بعد اس کے پاس کوئی چارہ نہیں مگر یہ کہ وہ اس میں ارادہ خدا کو ارادہ تشریعی قرار دے' کیونکہ جب اس نے ان شرعی تکالیف کی علت پلیدی کو دور کرنا اور پاکیزگی کا پیدا کرنا قرار دیا تو پھر ان پر اوامر و نواہی کا جاری کرنا ان کے ثمر بخش ہونے کے لئے ہو سکتا ہے اور یہ ثمرات ان احکام پر عمل کرنے سے ہی حاصل ہوتے ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ کا ارادہ ان احکام کی تشریع کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا' بلکہ تشریع کا مقصد پلیدی کا دور کرنا اور طہارت کا ایجاد کرنا ہی ہو سکتا ہے۔

بالفاظ دیگر اگرچہ سید قطب اپنی گفتگو کے دوران صراحت سے کہتا ہے کہ "اہل بیت کی اس تطہیر اور رجس کے دور کرنے فاعل تو بذات خود خداوند تعالیٰ ہے اور وہ وہی ہے جو لفظ "کُن" کے خطاب سے وجود بخشتا اور مخاطب کو متحقق کر دیتا ہے" اب ان الفاظ سے تو ارادہ تکوینی ہی مراد دکھائی دیتا ہے۔ کیونکہ "کُن" کا خطاب تو ارادہ تکوینی کے موارد میں ہی ہوتا ہے بلکہ ارادہ تکوینی کا واضح ترین مورد یہی ہے۔ لیکن تعجب ہے کہ سید قطب اپنی گفتگو کے اول اور آخر میں آیت تطہیر کو ازواج رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے احکام کی علت اور غایت بیان کرتا ہوا نظر آتا ہے اور ان اوامر و نواہی پر عمل کرنے کو ہی رجس کے دور کرنے اور طہارت کے حاصل ہونے کا واحد وسیلہ قرار دیتا ہے' تو اس پر ارادہ تشریعی ہی منطبق ہو سکتا ہے کیونکہ ارادہ تشریعی میں مراد کا وجود میں لانا مکلف کے اپنے فعل سے متعلق ہوتا ہے۔ وہ خود اپنے اختیار سے اس کام کو انجام دیتا ہے۔ لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ سید قطب کا نظریہ ہے کہ یہ ارادہ تشریعی ہی ہے اگرچہ اس نے بالصراحت یہ الفاظ استعمال نہیں کئے۔ البتہ اس نے اپنی گفتگو کے دوران ارادہ تکوینی کی بعض خصوصیات کو بھی بیان کیا ہے۔

کیا آیت تطہیر میں ارادہ تشریعی ہے؟

سابقہ تحقیق سے واضح ہوا کہ قرآن کریم میں "تکوینی اور تشریعی" دونوں قسم کے ارادے موجود ہیں۔ لیکن ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ آیت تطہیر میں ارادہ باری تعالیٰ ارادہ تکوینی ہے۔

چند دلائل

(۱) جب کبھی لفظ "ارادہ" استعمال کیا جائے تو دیگر الفاظ کی طرح اس سے بھی اس کے ظاہری معنی مراد ہونا لازم ہیں کیونکہ جب بھی کسی لفظ کو اس کے ظاہری معنی کے غیر میں استعمال کیا جائے تو وہاں اس استعمال کی کوئی وجہ قائم کرنا ضروری ہوتا ہے اور اگر متکلم کوئی قرینہ نہ لائے تو قاعدۃ اس لفظ کو اپنے ظاہری معنی پر ہی محمول کیا جاتا ہے۔

اور یہ بات شک و شبہ سے بالا تر ہے کہ لفظ "ارادہ" کا ظہور تکوینی معنی میں ہے اور اس معنی میں لفظ "ارادہ" کا استعمال بھی کثیر اور فراواں تعداد میں موجود ہے بلکہ اس حد تک پہنچا ہوا ہے کہ لفظ ارادہ کو تشریعی کے معنی میں استعمال کرنا یعنی اوامر و نواہی سے حاصل ہونے والے تکلیفی احکام میں استعمال کرنا بہت قلیل اور نادر مقدار میں ہے۔ تلاش و استقراء سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں ۱۳۸ موارد پر لفظ "ارادہ" کا استعمال ہوا ہے، جن میں ۱۳۵ موارد ارادہ تکوینی کے معنی میں ہیں۔

اس سے جو نتیجہ برآمد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر کسی مقام کے بارے میں شک ہو جائے کہ یہاں مثلاً" آیت تطہیر میں' اس لفظ سے کون سے معنی مراد ہیں تو کثرت استعمال و ظہور کے معیار سے اور کوئی صورت سامنے نہیں آتی کہ ہم یہ فیصلہ کریں کہ یہاں بھی ارادہ تکوینی ہی مراد ہے' سوائے اس کے کہ اگر تشریعی کے مراد ہونے کا کوئی اور قرینہ موجود ہے۔

(۲) آیت تطہیر میں ارادہ کے معنی کی تعیین اس بنیادی فرق سے بھی ہو جاتی ہے جو ہم نے تکوینی اور تشریعی کے درمیان بیان کیا ہے اور جسے ان اقسام کو ایک دوسرے سے ممتاز کرنے کے لئے فصل ممیز کی حیثیت حاصل ہے۔ وہ یہ ہی کہ ارادہ تکوینی میں فعل کے وقوع کا تعلق خود ارادہ کرنے والے کے اپنے فعل سے ہوتا ہے' نہ کہ غیر کے فعل سے۔ جبکہ واضح ہے کہ آیت تطہیر میں مرید یعنی ارادہ کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور مراد اذھاب رجس اور تطہیر ہیں اور یہ دونوں خود اللہ تعالیٰ کے افعال ہیں' کیونکہ لفظ "**لیذھب**" اور "**یطھرکم**" دونوں میں ضمیر غائب کی برگشت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اور وہی ذات اقدس ہی ان دونوں افعال کو انجام دینے والی ہے۔

لہٰذا چونکہ اس آیت کریمہ میں ارادہ خود اللہ تعالیٰ کا فعل ہے' جو مرید ہے' اس لئے یہ ارادہ تکوینی ہے نہ کہ تشریعی' کیونکہ ارادہ تشریعی میں فعل کا تعلق مرید کے ساتھ نہیں ہوتا' غیر

کے فعل کے ساتھ ہوتا ہے۔

سوال

آیت وضو و غسل و تیمم میں جب **ولکن یرید لیطھرکم** میں ارادہ کا استعمال ہوا تو آپ نے کہا یہ ارادہ تشریعی ہے حالانکہ آیت تطہیر میں ارادہ کے تکوینی ہونے پر دلیل آپ نے پیش کی ہے وہی اس آیت میں بھی موجود نظر آتی ہے کیونکہ اذھاب اور تطہیر جس طرح اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا فعل ہیں اس آیت وضو میں **لیطھرکم** کی ضمیر کا مرجع بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے لہٰذا یہاں بھی تطہیر کا عمل اللہ تعالیٰ ہی کا فعل ہو گا (لہٰذا دو جگہ ارادہ ایک قسم سے ہونا چاہیے اور آپ نے دونوں میں فرق کیا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب

آیت وضو وغیرہ میں جو بات مسلم ہے وہ یہ ہے کہ وہاں قادر متعال ان تین قسم کی طہارتوں کی قانون گزاری اور تشریعی فرما کر نماز کو ان تین اقسام سے مشروط بنا رہا ہے۔ اس قانون گزاری کے باہمی تناسب سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ تطہیر سے مراد جسمانی گندگیوں اور نجاستوں کو دور کرنا ہے جس کے نتیجے میں واقعی اور معنوی طہارت حاصل ہو جائے گی اور اس قسم کی گندگی، کثافت اور آلودگی کو دور کرنا ایک مکلف کا اپنا فعل ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کا۔

پس آیت کی ابتداء والے قرینہ سے یہ امر متعین ہو جاتا ہے کہ حق تعالیٰ کا کام ہے طہارت کا قانون بنانا تاکہ تم اس قانون کے مطابق خود کو نجاست اور کثافت سے پاک کر لو۔ لہٰذا اس آیت میں استعمال کیا جانے والا ارادہ قانون طہارت کی تشریع سے ہی متعلق ہے۔ اسکے علاوہ کچھ نہیں (لہٰذا یہ ارادہ تشریعی بنتا ہے نہ کہ تکوینی)

(۳) ازواج رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے متعلق آیات بیانیہ میں دو دیگر مقامات پر بھی "ارادہ" کی لفظیں استعمال ہوئی ہیں۔ **اِن کُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا اور ان کنتن تردن اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ** ان دونوں مقامات میں "ارادہ" سے واضح طور پر تکوینی ارادہ مراد ہے۔ اس سے تائید ہو جاتی ہے کہ آیت تطہیر میں بھی ارادہ تکوینی ہی مراد ہے اور اسی قسم سے ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ان دونوں مقامات میں ارادہ کرنے والی ازواج رسول ہیں اور اس آیت

تطہیر میں ارادہ کرنے والا خود اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ آیات بیانیہ میں ساری گفتگو کا محور ارادہ تکوینی ہے اور کلام اسی کے گرد گھوم رہا ہے۔

(۴) اگر ہم کہیں کہ آیت تطہیر میں "ارادہ" تشریعی ہے تو پھر سوال پیدا ہوگا کہ ہمیشہ ارادہ تشریعی ہی میں بعض قوانین کی تشریع کی جا رہی ہوتی ہے۔ تو پھر اس آیت میں وہ قوانین کون سے ہیں جن کی تشریع کی جا رہی ہے؟ تو جواب میں "اطاعت از رسول' فحشاء میں نہ پڑنا' آخرت کی طرف متوجہ رہنا' دنیا سے دل نہ لگانا' نیک اعمال بجا لانا' اجنبی لوگوں سے ملاقات نہ کرنے" کا ذکر کرنا ہوگا کیونکہ آیات میں انہی احکام کو بیان کیا گیا ہے۔ لیکن اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ احکام فقط اہل بیت سے مختص ہیں' یا تمام مردوں اور عورتوں پر بھی انہیں احکام کو عائد کیا گیا ہے جبکہ واضح ہے کہ تمام لوگوں پر واجب ہے کہ وہ اپنی زندگی کو اس کے مطابق بنائیں؟

بنا بریں ان احکام پر عمل پیرا ہونے کا ارادہ تشریعی تمام لوگوں کے لئے ثابت ہے۔ رسول کی اطاعت سب پر واجب ہے۔ رسوا کن کام نہ کرنا سب کے لئے ہے۔ غیر مردوں سے میل جول نہ رکھنا سب عورتوں پر فرض ہے۔ پس اس ارادہ تشریعی کے فقط اہل بیت ہی تو مخاطب نہیں ہو سکتے اور نہ ہی فقط اہل بیت سے یہ کام مطلوب ہو سکتے ہیں حالانکہ تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ آیت تطہیر اہل بیت کے لئے ایک خصوصی فضیلت اور امتیاز ثابت کرتی ہے ان ہی کے ساتھ مختص ہے اور وہ مقدس افراد عام قانون سے مافوق حیثیت کا رنگ رکھتے ہیں۔ پھر بھی اس کو ارادہ تشریعی ہی بنا دیا جائے تو "اہل بیت" کے لئے کوئی خصوصیت اور امتیاز باقی نہیں رہتا اور نہ ہی کوئی خاص فضیلت ان کے لئے ثابت کی جا سکتی ہے لیکن اگر یہ ارادہ تکوینی قرار دیا جائے تو خاندان رسالت کے مخصوص افراد "اہل بیت" کی مخصوص فضیلت اور امتیازی شان ثابت ہو جاتی ہے۔

چونکہ گزشتہ بیانات کی روشنی میں ثابت ہے کہ آیت تطہیر کا مفہوم "اہل بیت" کے لئے خصوصیت اور برتری ثابت کرتا ہے تو اس کا نتیجہ ضروری طور پر یہی بنتا ہے کہ آیت کریمہ میں ارادہ تشریعی نہیں ہے بلکہ تکوینی ہے۔

(۵) گزشتہ مطالب میں غور و خوض کرنے سے روشن ہو رہا ہے کہ آیت میں ارادہ تکوینی ہے۔ ہم نے عرض کیا ہے کہ آیات بیانیہ خانوادہ رسول کو دو حصوں میں تقسیم کر رہی ہیں۔ (ایک ازواج رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسرے اہل بیت) ازواج رسول صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم اگر مقرر کردہ حکام پر مِن و عَن عمل کریں تو شائستہ اور تابعدار ازواج بن جائیں گی۔ اس طرح ان کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نسبت ہمیشہ کے لئے برقرار رہے گی ورنہ بصورت خلاف ورزی ان کے ساتھ وہی سلوک ہو گا جو ان آیات میں بیان کیا گیا ہے۔

دوسرا طبقہ اہل بیت ہے جنہیں امت کی زعامت و رہبری کے لئے تیار کیا گیا ہے۔ انہیں یہ آمادگی خود خالق کائنات نے عنایت فرمائی ہے اور اسی ذات اقدس کا یہ ارادہ ہے کہ وہ انہیں ہر رجس و پلیدی سے دور رکھے۔

بنا بریں **انما یرید اللہ**...... دیگر آیات کے مابین جملہ معترضہ بن جاتا ہے جس میں ایک حقیقی وجود اور معنوی کمال کی طرف متوجہ کیا گیا ہے اور وہ ہے "ایک خاص طبقے سے رجس کے دور رکھنے کا ارادہ۔"

لہذا آیت تطہیر والے ارادے کا گزشتہ آیات والے احکام کی تشریع کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے اور گزشتہ آیات آیت تطہیر کے ارادے کو تشریعی نہیں بنا سکتیں۔ پس آیت تطہیر والا ارادہ اپنے ظہور کے مطابق تکوینی ہے اور تکوینی ہونے پر پوری قوت کے ساتھ باقی ہے۔

آلوسی سے گفتگو

مفتی بغداد شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ نے آیت تطہیر میں ارادہ تکوینی ہونے کا نظریہ اختیار کیا ہے۔ تاہم ایک اور اشکال قائم کیا ہے اور گویا پھر اس کے جواب سے عاجز رہا ہے۔ کیونکہ جواب دیئے بغیر اس موقعہ سے گزر گیا ہے۔

وہ کہتا ہے کہ بعض صاحبان استدلال کرتے ہیں کہ آیت تطہیر میں ارادہ تکوینی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ تکوینی کی مراد قہراً حاصل ہوتی ہے اور ارادہ تکوینی کے بعد مراد کا عدم وقوع ناممکن ہے۔ بنا بریں "**اہل البیت**" "**حتما**" رجس اور پلیدی سے دور ہیں۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ آیت تطہیر کے نزول کے بعد پیغمبر اکرم نے دعا مانگی ہے اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کی ہے **اللھم ھؤلاء اھل بیتی فاذھب عنھم الرجس و ......** (اے خدا میرے اہل بیت یہی چند افراد ہیں۔ پس ان سے رجس کو دور رکھ اور پاک رکھ مکمل طور پر) تو اب اگر آیت تطہیر میں ارادہ تکوینی ہے تو پھر کیا یہ دعا کرنا ایک موجود کے وجود کو دوبارہ

طلب کرنا اور ایک ثابت شدہ امر کی درخواست کرنا نہ ہو گا جو تحصیل حاصل ہے؟ اور چونکہ رسول خدا کی دعا کے بر موقع ہونے میں کوئی شک نہیں کیا جا سکتا اس لئے یہی بات ماننا پڑے گی کہ ارادہ تکوینی نہیں ہے۔

ہم آلوسی کی طرح اس اشکال کا جواب دیئے بغیر نہیں گزرتے۔ جواب یہ ہے کہ کئی مرتبہ یہ بات بتائی جا چکی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ دعا مانگنا **اللھم ھؤلاء** ...... اور اس عبارت کا سیاق اور کلام کی ترکیب بتا رہی ہے کہ آپ کا مقصد یہاں صرف اہل البیت کا تعارف کرانا ہے لہذا اللہ تعالیٰ سے عرض کر رہے ہیں کہ لوگ پہچان لیں کہ اہل البیت کون ہیں اور اللہ تعالیٰ نے کن ہستیوں کے بارے میں ارادہ فرمایا ہے کہ ان سے پلیدیوں کو دور رکھے؟ ورنہ اگر ارادہ تشریعی ہی ہوتا تو یہی اشکال زیادہ واضح طور پر قائم ہو جاتا ہے کیونکہ اس صورت میں رسول اکرم کا یوں فرمانا کیا معنی رکھتا ہے کہ خدایا! میرے ان اہل بیت کو اپنے اوامرو نواہی میں شامل فرما اور ان کو تمام مناہی کے منحوس آثار سے دور فرما؟ کیا ان آیات کے اوامرو نواہی پہلے ان افراد کو شامل نہ تھے کہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اس دعا کے ذریعہ اہل بیت کو دوبارہ ان میں شامل کروانا چاہتے ہیں؟

آلوسی سے مزید گفتگو

تفسیر روح المعانی کے مطالعہ کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مولف علماء اہل سنت میں سے ایک محقق شخص ہے اور دانش سے خالی نہیں ہے۔ لیکن کبھی کبھی تعصب اسے کجروی پر آمادہ کر دیتا ہے۔ وہ آیت تطہیر میں ارادہ تکوینی کو تسلیم کرتا ہے اور کلمہ "اہل بیت" کے بارے میں بھی قائم ہے کہ یہ علی علیہ السلام، فاطمہ زہراء علیہا السلام اور آپ کے فرزندان حسنین علیہما السلام کو شامل ہے۔ لیکن جب ان دونوں نکتوں کے تسلیم کرنے کے بعد دیکھتا ہے کہ اس سے تو علی علیہ السلام اور دیگر ہستیوں کی عصمت، فضیلت اور گناہ سے پاکیزگی کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں نکلتا اور یہ ایسا امر ہے جو آلوسی اور اس کے مثل افراد کو سخت تزلزل کا شکار بنا دیتا ہے جس سے ان پر ایک اضطرابی حالت طاری ہو جاتی ہے اور ہاتھ پاؤں مارنے پڑ جاتے ہیں، تو آلوسی سخت روحانی بے چینی کا شکار ہو جاتا ہے۔ وہ ایک مذبوح حیوان کی طرح تڑپنے لگتا ہے اور ایک ناکام کوشش میں مصروف ہو کر آیت کے معنی اس انداز سے بیان کرنے کی سعی کرتا ہے جس سے

ارادہ تکوینی بھی رہے' لفظ "اہل بیت" آنحضرت کے داماد' آپ کی بیٹی اور ان کے فرزند کو بھی شامل رہے' لیکن اس کے باوجود یہ آیت پنجتن پاک' جو چادر کے نیچے جمع ہوئے تھے' ان کی عصمت و طہارت کی فضیلت کو ثابت نہ کر سکے۔

اس کی اس کوشش کے تحت بیان کی گئی گفتگو کا خلاصہ ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں:۔

آیت **انما یرید اللہ** ..... آیات بیانیہ کے اوامرو نواہی کے علل و اسباب کو بیان کرنے کی منزل پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ بیت نبی کے تمام افراد سے پلیدیوں کو دور کرے اور انہیں پاکیزگی و طہارت سے آراستہ فرمادے اور چونکہ وہ چاہتا ہے کہ یہ شہوات کے قریب نہ جائیں' اجنبی مردوں کے ساتھ میل جول نہ رکھیں' رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کریں' تقویٰ سے متمسک رہیں' درگار احدیت میں مخلص رہیں' اس لئے اس نے اوامرو نواہی صادر فرمائے' بنا بریں "اہل بیت" کے لئے یہ امرو نہی ان کی آزمائش کے لئے نہیں ہے بلکہ ان کے فضائل تک پہنچنے کا وسیلہ ہیں۔ ان لوازم پر غور کرنے سے ایک شرط سامنے آتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر یہ لوگ خدائے تعالیٰ کے اوامرو نواہی کی پابندی کریں' یعنی اوامر کی اطاعت کریں اور نواہی سے پرہیز کریں تو پھر ان سے رجس و پلیدی کا دور ہونا اور اس خاندان میں پاکیزگی اور طہارت کو ایجاد کرنے والا عمل مرتب ہو گا (ورنہ نہیں) اس کی مثال اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ہم نے ارادہ کیا کہ پانی پیاس کو دور کرے" واضح ہے کہ پانی کا صرف ارادہ کرنا تو پیاس کو دور نہیں کرتا بلکہ مخاطب صاحبان کی پیاس تب دور ہوتی ہے جب وہ پانی نوش فرما دیں۔ اگر پانی نہ پئیں گے تو ان کی تشنگی کبھی دور نہیں ہو گی۔

اس وضاحت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اہل بیت سے پلیدیوں کے دور کرنے کا ارادہ فرمایا ہے لیکن مشروط طور پر۔ یعنی اگر وہ پلیدیوں کو دور کرنے والے اور طہارت کو ایجاد کرنے والے اوامرو نواہی کی اطاعت کریں گے تو انہیں یہ عظمت حاصل ہو گی۔ پس معلوم ہوا کہ اذھاب رجس خود بخود نہیں اور حق تعالیٰ کا ارادہ بھی اہل بیت سے پلیدیوں کو دور کرنے سے متعلق نہیں ہے بلکہ یہ ارادہ اوامر کی اطاعت اور منہیات سے اجتناب کرنے کے ساتھ مشروط ہے۔

ان بیانات کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس فضیلت تک پہنچنے اور گناہ سے محفوظ رہنے کا معاملہ خود اہل بیت کے اختیار میں ہے اور یہ مصؤنیت اور فضیلت تبھی وجود میں آتی ہے جب وہ افراد راہ اطاعت اختیار کریں' ورنہ اس کے بغیر وہ بھی عام لوگوں کی طرح ہی ہوں گے لہٰذا یہ آیت اہل

بیت کی عصمت اور گناہ سے پاکیزگی سے اللہ تعالیٰ کے ارادہ پر دلالت نہیں کرتی بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہر کمال تک پہنچنے کا مسئلہ خود ان کی اپنی مرضی پر موقوف ہے۔" یہ تھا آلوسی کی اس مقام پر بیان کردہ گفتگو کا خلاصہ۔"

اس کا جواب: ہم بطور اختصار چند نکات پیش کرتے ہیں۔

۱۔ ارادہ تکوینی کے اعتراف کے بعد اسے اوامر و نواہی کی اطاعت سے مشروط کر دینا اپنے اس اعتراف سے انحراف ہے اور ضمنی طور پر ارادہ کو تشریعی کہہ دینا ہے کیونکہ جب یہ شرط لگائی تو معنی یہ ہو جائیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر امر و نہی کو وارد کیا ہے اور اس کا ارادہ یہ ہے اگر تم اس کے امر و نہی کی اطاعت کرو گے تو وہ پلیدیوں کو تم سے دور کر دے گا۔ یہ تو اسی طرح ہو گیا جس طرح اس نے نماز کے بارے میں فرمایا ہے نماز پڑھئے اور اگر نماز پڑھو گے تو تم کو حیوانی مقام سے انسان کے بلند ترین مقام تک پہنچا دے گی **الصلوٰۃ معراج المومنین** پس نتیجہ یہ ہوا کہ اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اسی طرح پلیدیوں سے دوری کا ارادہ فرمایا ہے۔ اس طرح یہ ارادہ تشریعی نہیں تو اور کیا ہے؟ لہٰذا جب آپ نے ارادہ تکوینی مان کر پھر اسے شرط سے مشروط کیا تو اس کا لازمی نتیجہ اس ارادہ تکوینی سے انحراف کر لینا ہوا۔

۲۔ کئی بار یہ تذکرہ ہو چکا ہے کہ آیت تطہیر ان آیات کے مابین ایک جملہ معترضہ ہے اور جملہ معترضہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آیت تطہیر دیگر آیات سے جدا ہے۔ ہم نے یہ بھی ثابت کیا کہ اس قسم کا انداز کلام عین فصاحت ہے اور قرآن کریم میں اس کے بکثرت نظائر بھی موجود ہیں۔ بنا بریں کسی بھی جداگانہ جملے کو دیگر آیات امر و نہی کی تعلیل یا شرط کے بمنزلہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔

اب آلوسی اور اس جیسے دیگر حضرات اگر یہ سوال اٹھائیں گے کہ آیت تطہیر اگر آیات سے جدا ہے تو پھر تدوین قرآن میں اس مقام پر کیوں آ گئی ہے؟ تو ہم اس سوال کا جواب بڑی تفصیل کے ساتھ دے چکے ہیں اور اس بات کو دہرانے کی ضرورت نہیں کہ ان آیات کریمہ نے خانہ پیغمبر میں موجود افراد کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے لہٰذا بد اندیش افراد کے ذہن میں جس توہم کے پیدا ہونے کا امکان تھا اس کو دور کرنے کے لئے اور اہل بیت (پنجتن پاک) اور دیگر رشتہ داران نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے جدا ظاہر کرنے کے لئے آیات کے مابین کا یہی مقام انتہائی مناسب ترین مقام تھا۔ جس سے واضح ہو گیا کہ دیگر رشتہ داران کے منحرف ہونے اور کجرو

ہو جانے کا امکان ہو تو سکتا ہے لیکن "اہل بیت" کے لئے اس قسم کا کوئی امکان نہیں ہے۔ انہیں تو اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی کجی اور پلیدی سے دور رکھنے اور کامل طور پر پاکیزہ رکھنے کا ارادہ فرما رکھا ہے۔

۳۔ اگر ہم اس شرط کو تسلیم کرلیں اور کہیں کہ "اہل بیت" اگر اللہ تعالیٰ کے اوامرو نواہی کی اطاعت کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو پلیدی سے دور کرنے کا ارادہ فرمائے گا' تو ہمیں قائل ہونا پڑے گا کہ آیت تطہیر نے اہل بیت کو کوئی فضیلت اور خصوصی امتیاز نہیں بخشا کیونکہ یہ تو ایک عمومی قاعدہ ہے جو تمام مسلمانوں کے لئے موجود ہے کہ اگر سب مسلمانوں حق تعالیٰ کے مطیع و فرمانبردار بن جائیں تو یہ عنایت خداوندی سب کے لئے موجود ہے کیونکہ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ کوئی مسلمان تقویٰ اختیار کرے 'رسول اکرم کی اطاعت کرے تمام برائیوں اور بد کرداریوں سے کنارہ کش ہوجائے ' پھر بھی عنایت الٰہی کا مستحق قرار نہ پائے اور اس کے باوجود کثافتوں اور گندگیوں سے ملوث اور آلودہ رہے ؟

اور کیا ممکن ہے کہ یہ قاعدہ فقط اہل بیت کے لئے ہو کہ اگروہ ایسے تابعدار بنیں تو وہ اس طرح محفوظ کردیئے جائیں گے اور دیگر لوگ نہیں ؟ کیا یہ قانون کے اندر عدم مساوات اور ناانصافی نہیں ہو گی؟ اور کیا اس پر یقین کرلینے کا مطلب یہی نہ ہو گا کہ اسلام بلاوجہ بعض افراد کو خصوصی مقام دے دیتا ہے ۔ نیز کیا یہ اس امر کا اعتراف نہ ہو گا کہ اسلام کے احکام پر عمل کرنا سب کے لئے برابر سعادت بخشنے کا باعث نہیں 'بلکہ اس میں بھی امتیاز برتا جاتا ہے؟

اور اگر آلوسی یہ کہے "کہ اہل بیت کی خصوصیت اور فضیلت فقط یہی ہے کہ پروردگار عالم ان کے نیک اعمال کو قبول کرنے میں نسبتاً" زیادہ مہربان ہے اور آیت تطہیر ان افراد کو اپنے نیک کردار کے قبول کئے جانے میں ذرا زیادہ امید دلا دیتی ہے تو ہم جواب میں کہیں گے کہ آیت کریمہ کے کس مقام سے آپ کو اس نکتے کی خوشبو آتی ہے؟ سوائے اس کے کیا ایک بنیادی اصول سے فرار کرنے کے لئے جائز ہے کہ انسان شور و غوغا اور دلیل و منطق سے عاری دعوؤں کا راستہ اختیار کرے؟ اعمال کی قبولیت اور زیادہ جزا کی امید دلانا کہاں اور رجس کا دور کرنا اور طہارت بخشنا کہاں؟ دونوں میں کتنا فرق ہے؟ کیا آلوسی آیت کریمہ کا مفہوم سمجھنا چاہتے ہیں یا جو کچھ اپنی سمجھ میں آیا ہے اور سطح خیال پر نقش بن کر ابھرا ہے' اسے آیت کریمہ سے جوڑنا اور اس پر تھوپنا چاہتے ہیں؟

مفسر کا فریضہ یہ ہے کہ وہ کتاب خدا کے بتائے ہوئے راستے کی پیروی کرے اور قرآن کریم کو اپنے افکار وعقائد پر حکمران بنائے' نہ یہ کہ اپنے خیالات کو کتاب مقدس پر حاوی کرنے لگ جائے اور مقام تطبیق میں سرتوڑ کوشش کرے کہ کسی طرح قرآن مجید کو اپنی فکر کے موافق بنالے ۔ واضح رہے کہ یہ نکتہ انتہائی اہم نکتہ ہے ۔ قرآن مجید کے بلند ترین مفاہیم ومقاصد کے ادراک میں اسے سب سے زیادہ دخل ہے اور ہر مفسر کے لئے ضروری ہے کہ وہ خود کو کتاب خدا کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی کوشش کرے' نہ یہ کہ قرآن کو اپنے مطابق بنانے میں لگ جائے۔

بہرحال گذشتہ بیانات کے بعد بلا تردید یہ کہنا صحیح ہے کہ آیت تطہیر میں اللہ تعالیٰ کا ازلی ارادہ تکوینی ہے اور یہی بات آیت کے ظہور نوعی کے عین مطابق ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایت ہے جو اس نے خانوادہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اس خاص طبقے (اہل بیت) پر فرمائی ہے اور اس سے اس ذات باری کا مقصدان ہستیوں کو بعد از رسول خدا امت کی زعامت وسرپرستی کے لئے تیار کرنا ہے۔ ان معنی کا آیت شریفہ کے ظاہری معنی سے کوئی ٹکراو نہیں اور کوئی خلاف ظاہر اقدام لازم نہیں آتا "درود فراواں بر پیروان حق۔"

ارادہ تکوینی اور جبر

کچھ صاحبان نے یہ گمان کیاہے کہ آیت تطہیر میں ارادہ تکوینی مان لینے سے جبر کو تسلیم کرنا پڑے گا اور جبر سے راہ فرار مشکل ہے' کیونکہ جب اللہ کاازلی ارادہ تکوینی اہل بیت کی عصمت اور پاکیزگی کے بارے میں ہے تو اب گناہ سے ان ہستیوں کا محفوظ رہنا حتمی ہوا۔ ایسا حکم عقلا" امر محال ہے' اس لئے کہ جب عصمت پروردگار کی مراد ہوتی تو ارادہ تکوینی میں مراد کا حصول حتمی اور اس کا عدم وقوع ناممکن ہو جاتاہے۔ لہٰذا اب ہل بیت سے گناہ صدور ناممکن اور ممتنع ہوا۔

اس لحاظ سے اب عقیدہ یہ بن جائے گا کہ اہل بیت کرام مجبور ہیں اور وہ اپنے ارادہ واختیار کے بغیر نافرمانی خدا اور گناہ سے محفوظ رہتے ہیں۔ لہٰذا وہ جبری طور پر ہمیشہ کے لئے پاک اور منزہ بنادیئے گئے ہیں ۔ لیکن کیا جبری عصمت ان کے لئے کوئی فضیلت ' افتخار اور برتری ثابت کر سکتی ہے؟

اشکال سے گلوخلاصی

اس سنگین شکل سے گلو خلاصی کے لئے علماء محققین نے مختلف راہیں اختیار کی ہیں اور زیادہ اہمیت مسئلہ جبر کے بنیادی حال کو دی گئی ہے۔ لیکن اگر ہم اس مشکل کے حل کی لئے ایک ایسا راستہ اختیار کریں جس سے یہ مجبوری لاحق ہی نہ ہوسکے تو یہ حل زیادہ معقول ہوگا اور خوش قسمتی سے اگر آیت کریمہ کے مفہوم میں ذرا دقت سے غور کیا جائے تو اس قسم کا کوئی اشکال لاحق ہی نہیں ہو سکتا' چہ جائیکہ بعد کو ہمیں اس کے جواب کی زحمت برداشت کرنا پڑے۔

آیت کریمہ میں ارادہ خداوندی سے متعلق کیا چیز ہے؟

اگر ارادہ خداوندی کا تعلق اہل بیت کو رجس اور پلیدی سے دور رکھنے سے ہو تو پھر یہ جبر بنتا ہے اور اگر اس سوال کا جواب مثبت دیا جائے تو یہ مشکل باقی رہتی ہے۔

یعنی اگر آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے کہ وہ اہل بیت کو گناہ سے محفوظ رکھے اور اس اہم امر کا محافظ خود پروردگار عالم کا ارادہ ہے' تو شک و تردید کا محل بنتا ہے۔ لیکن ایسا نہیں ۔ بلکہ جب ہم غور کرتے ہیں تو قرآن مجید کے الفاظ یہ ہیں "**یُرِیدُ اللّٰہُ لِیُذہِبَ عَنکُمُ الرِّجسَ**" (اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ تم سے رجس کو دور رکھے)

مزید وضاحت

کلام کی ترکیب کے لحاظ سے غور کیجئے تو لِیُذہِبَ کلمہ فعل یُرِیدُ کا مفعول ہے' یعنی تقدیر کلام یہ ہے **یُرِیدُ اللّٰہُ اَن یُّذہِبَ عَنکُمُ الرِّجسَ** یعنی خداوند تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ تم سے رجس کو دور رکھے (تم سے رجس کو دور کرنا) اور لِیُذہِبَ کے مفعول بہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ہم قرآن مجید میں بہت سی آیات میں دیکھتے ہیں کہ کلمہ یُرِیدُ کے بعد کبھی لام لایا گیا ہے اور کبھی اس قسم کی آیت میں اَن لایا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں سورۃ توبہ کی آیت ۵۵

اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَہُم بِہَا فِی الحَیٰوۃِ الدُّنیَا اور اسی سورۃ کی آیت ۸۵ میں فرمایا: **اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰہُ اَن یُّعَذِّبَہُم بِہَا فِی الدُّنیَا** ان دو آیتوں کا ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوا کہ پہلی آیت میں لام 'لام غایت نہیں ہے بلکہ لام ۔ بمعنی اَن ہے جو تاویل مصدر میں ہوتا ہے اور دوسری آیت میں **اَن یُّعَذِّبَہُم** کے یُرِیدُ فعل کا مفعول بہ ہونے میں کوئی شک نہیں۔ لہٰذا "لِیُذہِبَ" بھی تاویل مصدر میں ہونے کی وجہ سے مفعول بہ ہے۔

۔ قرآن مجید میں یہی نکتہ ایک دوسری جگہ ملاحظہ فرمائیے:

یریدون لیطفؤانور اللہ بافواھھم (سورۃ صف آیت۸)

اس معنی میں ہے **یرید ون ان یطفؤانور اللہ بافوھھم** (سورۃ توبہ آیت ۳۲)

یعنی پہلی آیت میں "لام" سے اور دوسری آیت میں "ان" سے تعبیر فرمایا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اس قسم کے موارد میں "لام" اور "ہم معنی ہوتے ہیں۔ پس یرید اللہ" کے فعل کا مفعول بہ بنتے ہیں۔ اس وضاحت کے بعد یہ نکتہ روشن ہو گیا کہ آیت تطہیر میں ارادہ خداوندی کا متعلق "اذھاب" (دور رکھنا) ہے (جو یُذھِبَ کا مصدر ہے) یعنی خداوند تعالیٰ نے دور رکھنے کا ارادہ کیا ہے ' اہل بیت سے رجس کو دور رکھنے 'بایں معنی کہ اللہ تعالیٰ اہل بیت اور رجس وکثافات کے مابین فاصلہ ڈال رہا ہے۔ یعنی پلیدیاں اور کثافتیں اہل بیت سے دور رہیں۔ مطلب یہ کہ جہاں اہل بیت ہوں گے رجس وہاں سے دور ہو گا تاکہ اہل بیت کبھی بھی پلیدی اور گناہ کے نزدیک نہ ہونے پائیں

پس حق تعالیٰ کا ارادہ یہ نہیں کہ وہ گناہ کا ارتکاب نہ کریں ' بلکہ اللہ تعالیٰ کے ارادے کی مراد فاصلہ پیدا کرنا ہے۔ یہی فاصلہ اہل بیت کو منزہ ومبرّیٰ رکھتا ہے۔ ان کے مقابل وہ لوگ ہیں کہ گناہ اور ان کے درمیان قرب اور نزدیکی رہتی ہے۔ یہ افراد پلیدی ونافرمانی کے قریب ہیں یہی قرب ان کی بدبختی کا باعث بن جاتا ہے۔ اسی لئے تو رب العالمین قرآن مجید میں گناہ کے قریب ہونے سے نہی فرماتا ہے: **وَلَاتَقرَبُوالفَوَاحِشَ مَاظَھَرَ مِنھَا وَمَابَطَنَ** (سورۃ الانعام آیت۱۵۱

"اور برائیوں کے قریب مت جاو خواہ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ"

پس آیت تطہیر کا مفہوم اہل بیت اور رجس کے درمیان فاصلہ ڈالنا ہوا (رجس سے مراد معنی وضاحت عنقریب آئے گی) یہ فاصلہ عنایت الٰہی ہے' جو مخصوص افراد کے لئے ہے۔ اس میں عدم صدور گناہ پر کوئی جبر نہیں ہے۔ انسان اور گناہ کے درمیان دوری اور فاصلہ ایجاد کرنا جبر نہیں توفیق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ عنایت ہر ایک کے لئے نہیں ہوتی بلکہ یہ توفیق انہیں صاحبان کے لئے ہوتی ہے جن پر خدا زیادہ مہربان ہوتا ہے اور ہر ایک کو یہ توفیق نصیب نہیں ہوتی۔

کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی زندگی کا ماحول اور ان کی روش کچھ اس طرح ہوتی ہے کہ وہ ہمیشہ گناہ کے پڑوسی بن جاتے ہیں۔ نافرمانی خدا پر ان کی دسترس آسان ہو جاتی ہے مثلاً" وہ

بد کاروں اور بد معاشوں کے درمیان رہتے ہیں۔ فریب کاروں کے اندر ان کی گزران ہوتی ہے۔ ناموس فروشوں کے محلے میں ان کی رہائش ہوتی ہے۔ یقیناً" یہ ایک بد بختی ہوتی ہے جو بعض افراد کے دامن گیر ہو جاتی ہے۔ دور حاضر کو دیکھیئے کہ اس میں پورا جہان تجاوزات' معاصی اور گو ناگوں گناہوں میں گھر چکا ہے اور لوگوں کی اکثریت ان برے حالات سے دو چار ہے۔

لیکن کچھ افراد ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں قادر متعال خصوصی توفیقات بخشتا ہے۔ ان کے اور گناہوں کے درمیان جدائی کے فاصلے ڈال دیتا ہے۔ اس پر آشوب اور عصیان زدہ جہان میں بھی ایسی مہربانی کا صدور موجود ہے۔ ایسے افراد یقیناً" مورد عنایت خداوندی ہوتے ہیں اور اہل بیت علیہم السلام کے حق میں اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ رحمت و عنایت ہوتی ہے کہ ان کے اور مطلق رجس کے درمیان لطف و کرم الٰہی سے جدائی ہو گئی ہے۔ وہ ہر قسم کے ہرزہ گرائی سے جدا ہیں۔ ان کے اور گناہوں کے درمیان لاکھوں میل کا فاصلہ ہے۔ وہ ہر گز گناہ سے آلودہ نہیں ہوتے۔ لیکن یہ نا آلودگی جبری اور قہری طور پر نہیں بلکہ چونکہ ان سے نجاستیں اور پلیدیاں دور ہو گئی ہیں' ان کی مواج اور بزرگ روح میں کوئی رخنہ نہیں ڈال سکتیں۔ اس لئے ان کا ضمیر ان آلائشوں سے بالکل پاکیزہ رہتا ہے۔

بنا بریں اللہ تعالیٰ کا ارادہ رجس اور اہل بیت کے درمیان فاصلہ ایجاد کرنے سے متعلق ہے نہ کہ ان کے گناہ سے محفوظ رکھنے سے' تاکہ جبر لازم آ جائے اور کہا جائے کہ وہ گناہ کرنے پر مجبور ہیں۔ البتہ یہ دور رکھنا اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایت ہے اور اس عنایت کی توفیق سے تعبیر کیا جاتا ہے لہٰذا اس توفیق کو "جبر" سے موسوم کرنا درست نہیں ہے۔

(آیت تطہیر میں اہل بیت کے درخشندہ ستارے ص ۱۲۵ سطر ۵)

عَنکُمْ: عَنْ حروف جار معتزلین کہتے ہیں کہ اذھاب رجس نزول کے وقت ہوا یعنی جس وقت آیت نازل ہوئی تو رجس دور کیا گیا اس سے پہلے وہ متصف بہ رجس تھے یہ رجس نزول آیت پر دور ہوا۔ یہ اعتراض چند وجوہات کی وجہ سے باطل ہے چونکہ شئی متجاوز یعنی دور ہونے والی چیز کے لئے متحقق و موجود ہونا ضروری نہیں ہے جیسا کہ آیہ تطہیر میں دو قضیہ منطقیہ موجود ہیں ایک سالبہ مطلقہ او دوسرے موجبہ مطلقہ' سالبہ مطلقہ یُذھِبَ عَنکُمُ الرِّجسَ یعنی تم سے رجس دور ہو گئی اور اس کے بعد موجبہ مطلقہ ہے یُطَھِّرَکُمْ تَطھِیراً یعنی اے اہل بیت تم سے رجس کا دور ہو جانا رجس کے لئے سلوب و منفی ہے اور طہارت کے لئے مثبت ہے اس لئے سلب منفی

کا وجود نہیں ہونا چاہئے جیسا کہ قرآن مجید میں کلمہ توحید لا الہ الا اللہ میں ہے کیونکہ الٰہ کا وجود حقیقی موجود نہیں۔ لفظ الٰہ منفی کر دیا گیا ہے ایسی ہی اور بہت سی مثالیں موجود ہیں اس لئے اہل بیت میں رجس صرف نزول آیت کے وقت منفی ہونے کا شبہ منحرفین کے باطل مزخرفات میں سے ہے۔

کُمْ: ضمیر جمع مذکر مخاطبین ذکور کے لحاظ سے ہے اور وہ حضرت رسول ثقلین سرکار ولایت امیر المومنین علی المرتضیٰ اور حضرات حسنین علیہم السلام ہیں حالانکہ عصمت کبریٰ حضرت فاطمہ زہرا بھی مخاطبین میں شامل ہیں چونکہ تغلیب مخاطبین کی تعداد سے ہوتی ہے اس لئے خطاب کا صیغہ' مذکر لایا گیا ہے۔ اگر خطاب عورتوں یعنی ازواج نبی سے ہوتا تو لا محالہ تعداد ازواج نبی کے لحاظ سے عَنكُنَّ اور كُنَّ کے صیغے ہوتے چونکہ ازواج آل عبا کے مقابلہ میں زیادہ تھیں لیکن موجودہ زمانے کے لوگوں نے اس زمانے میں ایک نیا اعتراض پیدا کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ سورہ ہود کی اس آیت میں حالانکہ صرف ایک عورت سے خطاب ہے لیکن جمع حاضر مذکر کا صیغہ کیوں ہے آیہ مبارکہ اس طرح پر ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر میں فرشتے آئے اور انہوں نے حضرت اسحاق کی ولادت کی بشارت دی تو ان کی زوجہ محترمہ حضرت سارہ بھی موجود تھیں انہوں نے اس بشارت پر حیرت زدہ ہو کر جو الفاظ زبان پر جاری کئے وہ قرآن مجید میں ان الفاظ میں بیان ہوئے ہیں۔

ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوزٌ وَهٰذَا بَعْلِي شَيْخًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيبٌ

(سورۂ ہود پ ۱۲ ع آیت ۷۲)

کیا میں جنوں گی حالانکہ میں (بڑھیا عورت) ہوں اور یہ میرا شوہر بوڑھا ہے یہ تو عجیب بات ہے۔ فرشتوں نے حضرت سارہ کے ان الفاظ کا جواب اس طرح دیا۔

اَتَعْجَبِينَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهُ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ

(سورہ ہود آیت ۷۳ پارہ ۱۲ رکوع ۷)

انہوں نے کہا کیا تو خدا کے امر سے تعجب کرتی ہے۔ اے اہل بیت یہ تم پر اللہ کی رحمت اور برکتیں ہیں جو اللہ حمید اور مجید ہے۔ اس میں مذکر کا صیغہ اس لئے استعمال کیا گیا ہے چونکہ عربی زبان میں عجوز ایسی عورت کو کہتے ہیں جس میں عورتوں کی خصوصیت حیض سلب ہو چکی ہو کیونکہ خطاب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ایک ایسی عورت تھی جس سے

عورتوں کی خصوصیات سلب ہو چکی تھیں اس لئے مذکر کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔

اہل بیت کا لفظ مخصوص مفید تخصیص ہے حافظ سیوطی نے بھی کہا ہے کہ لفظ اہل بیت یہاں پر اختصاص کے لئے ہے اور یہاں حرف ندا محذوف اور دراصل یا اہل بیت ہے۔ اہل بیت لغت عربی میں کن معنوں میں استعمال ہوتا ہے اس تطہیر میں ہم روشنی ڈالتے ہیں کہ وہ معنی کیا کیا ہو سکتے ہیں۔

ان مخاطبین کی وجہ سے اس وقت حاضر تھے خمسہ نجباء یعنی پنجتن پاک بیت رسالت میں مجتمع تھے اس لئے نے فرمایا تھا۔ **ھٰؤلا اھل بیتی** یہ ہیں میرے اہل بیت اللہ تعالیٰ نے سرکار رسالت کے اسی لفظ کو آیہ تطہیر میں اختیار کر لیا ہے۔

پہلی حدیث

دوسرے معنی ایک حدیث میں یوں بیان ہوئے ہیں کہ سرکار رسالت نے ارشاد فرمایا **ان اللہ خلق الخلق وجعلنی فی خیرھم ثم جعلھم قبائل فجعلنی فی خیرھم وجعلھم بیوتا وجعلنی فی خیرھم انا خیرکم بیتا وخیرکم نسبا**

(مودۃ القربیٰ ہمدانی)

اللہ تعالیٰ نے خلق کو پیدا کیا اور مجھے ان میں سے بہترین قرار دیا پھر ان کے قبیلے بنائے اور مجھے بہترین قبیلے میں رکھا۔ پھر گھر بنائے اور مجھے بہترین گھر میں رکھا میں تم سے بہترین ہوں گھر کے لحاظ سے بھی بہترین ہوں قبیلے کے لحاظ سے بھی بہترین ہوں نسب کے لحاظ سے بھی۔

دوسری حدیث

واثلہ بن اسقع کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو منتخب کیا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو اولاد میں سے بنو کنانہ کو منتخب کیا اور بنو کنانہ میں سے قریش کو چنا۔ اور قریش میں سے بنی ہاشم کو چنا اور مجھے بنی ہاشم سے منتخب کیا اور اس طرح سے میں نسب کے اعتبار سے کل عالم کا انتخاب ہوں یہ حدیث صحیح ہے (صحیح ترمذی اردو ترجمہ جلد ۲ حدیث ۱۶۶۳ صفحہ ۳۵۰ مطبوعہ آرام باغ کراچی)

تیسری حدیث

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ قریش نے آپس میں ایک بحث کے ضمن میں اپنے حسب و نسب کا ذکر کیا اور آپ کی مثال کھجور کے اس درخت سے دی ہے جو زمین کے ایک ٹیلے پر ہو(یعنی نمایاں حیثیت اور عزت کا مالک ہونا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے ان کے بہترین فریق میں رکھا اور دونوں فریقوں کو بہتر اس نے تمام قبیلوں کو بہتر بنایا تو مجھے سب سے اچھے قبیلے میں رکھا پھر اس نے گھرانے بہتر بنائے تو مجھے سب سے اچھے گھرانے میں رکھا۔ اس طرح میں ان میں سے سب سے اچھے گھرانے کا ہوں یہ حدیث حسن ہے(صحیح ترمذی جلد ۲ اردو ترجمہ حدیث ۱۴۶۴ صفحہ ۳۵۰)

چوتھی حدیث

حضرت مطلب بن ابی وداعہ فرماتے ہیں کہ حضرت عباس نبی کریم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے پاس آئے اور ایسے معلوم ہوتا تھا کہ گویا انہوں نے حضور کے متعلق کوئی بات سنی تھی اس کو سنانے حضور کے پاس آئے جب رسول صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے وہ بات سنی تو آپ منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا میں کون ہوں لوگوں نے عرض کیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں آپ پر سلامتی ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو بنایا۔ پھر اس کے دو فرقے کئے تو مجھے اچھے فرقہ میں رکھا پھر اس کے قبیلے بنائے اور مجھے سب سے اچھے قبیلے میں رکھا پھر اس کو گھروں میں تقسیم کیا تو مجھے گھر اور شخصیت کے لحاظ سے سب سے اچھا بنایا حدیث حسن ہے۔

(صحیح ترمذی اردو ترجمہ جلد حدیث ۱۴۶۵ صفحہ ۳۵۰)

پانچویں حدیث:۔

حضرت واثلہ بن اسقع فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ قبیلے کو برگزیدہ کیا پھر بنی کنانہ میں سے قریش کو چنا اور قریش میں سے بنو ہاشم کو منتخب کیا اور بنو ہاشم میں سے مجھے برگزیدہ کیا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(صحیح ترمذی اردو ترجمہ جلد ۲ حدیث ۱۳۶۶ صفحہ ۳۵۰' مطبوعہ اصح المطابع ارم باغ کراچی)

اہل بیت میں لفظ "بیت" ہے اور بیت کے مختلف اقسام ہیں۔ بیت سکنی' بیت نسب' بیت سکنی اس گھر کو کہتے ہیں جس میں سکونت کے لحاظ سے لوگ رہتے ہوں یعنی جو مکانیت کے لحاظ سے بیت ہو۔ ظرف مکان میں اہل خانہ' بیویاں' غلام و کنیز وغیرہ سب آباد ہوں۔ لیکن اس لفظ اہل بیت میں بیت سکنی مقصود نہیں ہے۔ بیت نسب سے مراد ایک ہی نسب کے لوگوں کا اجتماع ہے اس لحاظ سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے چچا ابو لہب بھی اہل بیت کہلائیں گے اس لیے اہل بیت کے لفظ میں بیت نسب مراد نہیں ہے۔ پھر بیت شرف اور بلند عظمت لوگ ایسے افراد ہوں گے جو شرف میں اکٹھے ہوں۔ ان کو اہل بیت شرف کہیں گے جو شرف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے شریک ہوں انہیں شرف کے لحاظ سے اہل بیت کہیں گے اہل بیت اطہار کئی شرف ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ شریک ہیں مثلاً شرف عصمت شرف علم لدنی شرف حرمت صدقہ اور درود میں یعنی وہ درود جو جزو نماز ہے اہل بیت اس شرف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ شامل ہیں موجودہ زمانے کے لوگوں نے درود کے متعلق ایک اشکال پیدا کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ درود کے متعلق جو آیت احزاب میں ہے وہ اس طرح ہے اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔

(سورۂ احزاب پ ۲۲ ع ۴ آیت ۵۷)

اللہ اور اس کے فرشتے النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں تم بھی اے مومنو ان پر درود و سلام بھیجو جو سلام بھیجنے کا حق ہے۔

عنکم میں بعیدی کا تاثر پایا جاتا ہے یعنی نجس آل محمد علیہم السلام کے نزدیک آ نہیں سکتا اور پاک ان سے دور نہیں جا سکتا۔ اور یہ قُربِ بُعد جسمانی نہیں بلکہ روحانی ہے ان کی طہارت جسمانی قرب کی محتاج نہیں اگر ان سے تعلق رکھنے والا کوسوں میل دور ہو وہ پھر بھی ان نظر کرم سے بہرہ ور ہو کر اپنے ظاہر و باطن کو پاک کر کے خدا سے جنت کے ٹکٹ خرید سکتا ہے بلکہ دوسروں کی شفاعت کا باعث بن سکتا ہے۔

اَلرِّجس:

پہلے ہم کتب لغات و تفاسیر سے رجس کے معنی جان لیں۔
اَلرِّجس: قبیح کام کرنا' برے فعل پر عذاب شیطان کا وسوسہ' خفیف حرکت' المنجد ص ۴۳۵ کالم ۳
مصباح اللغات ص ۲۵۷ کالم ۱
الرجس: رجس' رجاستہ قبیح کام کرنا المنجد ص ۴۳۵ کالم ۲
لغات کشوری ص ۲۰۸ کالم ۳ پر ہے کہ رجس کے معنی پلیدی اور عذاب گناہ کے ہیں۔
تفسیر حقانی جلد ۳ ص ۱۸۶ سطر ۱۲ پر ہے۔
الرجس: میل کچیل ظاہری کے سوا انسان کی اخلاقی بھی میل کچیل ہوتی ہے جو مکارم اخلاق اختیار کرنے اور ذکر اللہ اور اس کے احکام پر عمل کرنے سے دور ہوتی ہے وہ کسی دریا یا کنوئیں کے پانی یا کسی مصالح یا صابن سے دور نہیں ہوتی۔
تفسیر مظہری جلد ۷ ص ۳۰۷ سطر ۱۹ پر ہے
رجس سے مراد ہے عمل شیطانی یعنی گناہ اور ہر وہ رکعت جس میں کوئی شرعی یا ایسی طبعی برائی ہو جو اللہ کو ناپسند ہو۔
تاریخ جرجان کے ص ۳۶ پر ہے۔
حضرت عکرمہ حضرت ابن عباس اور وہ حضور اکرمؐ سے بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ تحقیق خدا نے ایک قوم کو گناہوں سے پاک کیا ہے ان میں سے اول حضرت علی ہیں۔
رجس کے معنی گندگی' میل اور غلاظت کے ہیں اور یہاں رجس سے مراد ایسا گناہ ہے جو قلوب کو آلودہ کر دے۔ بعض نے کہا کہ رجس کے معنی گناہ ہیں۔ بعض نے کہا کہ رجس کے معنی عمل شیطان ہے۔ اہل بیت کے لئے یہی ترجمہ کیا جائے گا کہ خدا نے انہیں گناہوں سے پاک رکھا ہے۔
تفسیر جلالین کی جلد ۲ ص ۳۴۵ حاشیہ بیضاوی پر ہے کہ رجس کے معنی گناہ کے ہیں۔
شرح نووی جلد ۲ ص ۲۸۳ سطر ۸ پر ہے کہ رجس کے معنی شک اور عذاب کے ہیں۔
البستان جلد ۱ ص ۸۶۸ کالم ۲ سطر ۹ پر ہے کہ رجس سے مراد عمل قبیح ہے سطر ۲۲ پر ہے کہ رجس کے معنی معاصی' غضب اور ایسے عمل کے ہیں جو کہ عذاب و عتاب' شک اور عیب

تک پہنچائے۔

(تفسیر کبیر جلد ۲ ص ۲۰۹ سطر ۲۰ پر ہے)

لِیُذهِبَ عَنکُمُ الرِّجسَ کا معنی ہے تم سے گناہ کو دور کرے اور تمہیں کرامت کی خلعت پہنائے۔

تفسیر روح المعانی جلد ۲۲ ص ۱۲ سطر ۱ اور تفسیر بحر المحیط جلد ۷ ص ۲۳۱ سطر ۲۵ پر ہے۔

دراصل رجس کے معنی گندا اور میلا ہونا ہے اور مجازی طور پر اس سے اکثر طور پر گناہ مراد لیا گیا ہے سدی کے نزدیک گناہ زجاج کے نزدیک فسق اور نے رجس سے مراد شیطان لیا ہے۔

تفسیر روح المعانی جلد ۲۲ ص ۱۲ سطر ۱ تفسیر بحر المحیط جلد ۷ ص ۲۳۱ سطر ۲۶ پر تحریر ہے۔

حسن نے کہا کہ الرجس سے مراد شرک' شک' بخل' طمع' خواہشات اور بدع ہے اور بعض نے کہا ہے کہ رجس سے مراد گناہ' عذاب' نجاست اور نقائص ہے۔

روح المعانی جلد ۲۲ ص ۱۲ سطر ۱۴ پر ہے۔

لِیُذهِبَ عَنکُمُ الرِّجسَ سے مراد ہے کہ خدا نے تم سے ذنوب' معاصی اور منکر باتوں سے محفوظ فرما لیا ہے اور تمہیں تقوٰی' معروف باتوں کی طرف رغبت دلائی ہے اور بعض لوگوں نے اس سے گناہوں سے محفوظ رہنا مراد لیا ہے۔

سطر ۱۵ پر تحریر ہے۔

خدائے ذوالجلال کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ اہل بیت سے رجس یعنی انہیں گناہ سے محفوظ رکھے اور معروف پر عمل کریں اور مناہی سے بچتے رہیں۔

تفسیر خازن جلد ۵ ص ۳۱۳ سطر ۴ تفسیر معالم التنزیل جلد ۵ ص ۲۱۳ سطر ۱۹ پر ہے حضرت ابن عباس نے کہا کہ رجس سے مراد گناہ ہے اور گناہ بھی ایسا جو کہ شرک کے باعث ہوتا ہے جس کے ہوتے ہوئے انسان معروف پر عمل نہیں کرتا اور مناہی سے محفوظ نہیں رہتا۔

تفسیر فتح القدیر جلد ۴ ص ۲۹۶ سطر آخر پر ہے۔

رجس سے مراد گناہ اور مناہی میں احکام خدا کی خلاف ورزی ہے۔

تفسیر طنطاوی جلد ۶ ص ۲۸ سطر آخر پر ہے۔

کہ رجس سے مراد وہ نجاست ہے جو کہ دامن کو داغدار کردے۔

تفسیر طبری جلد ۲۲ ص ۵ سطر ا پر ہے۔

اللہ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ اے اہل بیت میں نے تم سے برائیوں اور فواحش کو دور کر دیا ہے اور تمہیں اس آلودگی سے پاک کر دیا جو گناہ گار لوگوں میں پائی جاتی ہے۔

سطر ۵ پر ہے۔

قتادہ آیہ تطہیر کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اہل بیت محمد ہیں جنہیں خدا نے گناہوں سے محفوظ اور اپنی رحمت سے مخصوص فرمایا ہے۔

ابن وھب کہتے ہیں کہ یہاں رجس سے مراد شیطان ہے۔

تفسیر فتح البیان جلد ۷ ص ۳۶۳ سطر ۹ پر ہے۔

رجس سے مراد گناہ ہے اور گناہ بھی وہ جو تمہارے اعراض کو داغدار کر دے اور یہ آلودگی اس وقت ہوتی ہے جب کوئی خدا کے احکام کی خلاف ورزی کرے اور مناہی پر عمل کرے۔

تفسیر بحر المحیط جلد ۷ ص ۳۳۱ سطر ۲۴ پر ہے۔

رجس کا لفظ گناہ، عذاب، نجاست اور نقائص کے لئے استعمال ہوتا ہے اور خدا نے ان سب کو اہل بیت محمدؐ سے دور کر دیا ہے۔

النہایہ میں ابن اثیر جزری تحریر فرماتے ہیں کہ رجس کے معنی مندرجہ ذیل ہیں قذر اور کبھی کبھی قبیح و حرام فعل و عذاب و لعنت و کفر کے لئے بھی یہ معنی تعبیر کئے جاتے ہیں۔

تفسیر کشاف جلد ۲ ص ۲۱۲ پر رجس کے معنی گناہ تحریر ہیں۔

اسعاف الراغبین ص ۱۵۴ پر تحریر ہے کہ رجس کے معنی گناہ اور شرک کے ہیں۔ یہی معنی صواعق محرقہ کے ص ۸۵ پر تحریر ہیں۔

تفسیر نیشاپوری کی جلد ۲۲ کے ص ۱۰ پر ہے کہ گناہ کے لئے رجس کا اور تقویٰ کے لئے تطہیر استعارہ ہے۔

ابن تیمیہ منہاج السنہ جلد ۲ ص ۲۰۳ پر تحریر فرماتے ہیں کہ **ان اللہ یذھب جمیع الرجس فان النبی دعا بذلک** کہ خدا تمام رجس کو لے گیا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی چیز کی دعا کی تھی۔

امام راغب اصفہانی المفردات میں طہر کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں کہ تطہیر کا لفظ اجسام و اخلاق اور افعال سب کی پاکی کے لئے آتا ہے جل شانہ نے فرمایا **وثیابک فطھر** یعنی اپنے

کپڑے میل سے پاک کر اور فرمایا اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ الخ معلوم ہوا کہ کپڑے و بدن کا نجاست سے پاک کرنا مراد نہیں ہے بلکہ سوائے تطہیر نفس یہاں اور کچھ مراد نہیں لے سکتے کہ مدح اسی کے متعلق ہے۔

رجس

لغات القرآن ص ۱۷۹ پر ہے۔

رجس: راء کے زیر سے خبیث شے اور عذاب اور غضب کے بھی فرمایا' خبیث شے ہے شیطان کے کام سے اور فرمایا خبیث ان کے خبیث کے ساتھ اور فرمایا اور ڈالے گا اللہ غضب اور عذاب ان لوگوں پر جو نہیں سمجھتے۔

منتہی الارب جلد ۲ ص ۱۲۷۔

پلیدی' گناہ کفر و بد کار پلید و زشت و کاریکہ موجب عذاب باشد و شک وعفونیت و خشم و لعنت و منہ قولہ تعالیٰ ویجعل الرجس علی الذین لا یعقلون قالہ الفراء۔

سورہ المائدہ میں ہے۔

یا ایھا الذین امنوا انما الخمرا و المیسر و الانصاب و الا زلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون

مسلمانو شراب اور جواء اور بت پرستی ان میں سے ہر ایک کام تو بس ناپاک شیطانی کام ہے تو اس سے بچتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

قل الا اجد فی ما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمہ الا ان یکون میتۃ او ما مسفوحا او لحم خنزیر فانہ رجس او فسقا اھل لغیر اللہ بہ فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فان ربک غفور الرحیم

اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو کہ کوئی کھانے والا ان چیزوں میں سے جن کو تم حرام کہتے ہو کچھ کھائے اور تو میری طرف جو وحی آتی ہے اس میں تو میں اس پر کوئی چیز حرام پاتا نہیں مگر یہ کہ وہ چیز مردار ہو یا بہتا ہوا خون یا سور کا گوشت کہ یہ چیزیں بے شک ناپاک ہیں یا وہ جانور موجب نافرمانی ہو کہ خدا کے سوائے کسی دوسرے کے لئے ذبح اور نامزد کیا گیا ہو اس پر بھی جو شخص بھوک سے لاچار ہو اور نافرمانی کا ارادہ نہ رکھتا ہو اور نہ وہ ضرورت سے تجاوز کرنے والا ہو

اور وہ ان ناپاک چیزوں سے کچھ کھالے تو اے پیغمبر تمہارا پروردگار بیشک بخشنے والا ہے۔

سورہ اعراف میں ہے۔

قال قد وقع علیکم من ربکم رجس و غضب ھود نے جواب دیا کہ بس جان رکھو کہ کوئی دم میں تمہارے پرودگار کی طرف سے تم پر عذاب اور غضب نازل ہوا۔

ان آیات سے ثابت ہوا کہ رجس کے معنی عمل شیطان' ناپاک اور عذاب ہونے کے ہیں اور پھر جن ہستیوں سے رجس کو دور رکھا گیا ہو وہ نہ غیر معصوم ہیں نہ ناپاک اور نہ عذاب کے مستحق۔

الرجس

اور لفظ الرجس جو محلی باللام ہے یہ لام استغراق ہے یعنی رجس کے تمام اقوام و افراد پر چھایا ہوا ہے اور ہر جس قسم کے رجس' اذھاب کے تحت آ سکتے ہیں وہ سب اس میں شامل ہیں خواہ رجس ظاہری ہو حسی ہو یا باطنی عقلی ہو یا حکمی۔ خواہ وہ منکرات کبیرہ کے متعلق ہو یا معاصی صغیرہ کے متعلق سہو سے ہو یا عملاً" اسے برائی کے وساوس یا خطرات کے متعلق ہو یا اس میں شک و تردد ہو جو معرفت ذات و صفات الٰہیہ کے متعلق ہو سکتا ہے خواہ وہ ایسے افعال کے متعلق ہو جن کے لئے ترک اولیٰ لازم ہے۔ یا وہ عدم طمانیت قلبی ہو۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو باوجود معصوم ہونے کے عارض ہوئی تھی ان تمام چیزوں کا اذھاب لازم ہے چونکہ رجس پر لام استغراق داخل ہے لہٰذا اہل بیت اطہار ہر نجاست خبیہ سے بھی پاک ہیں خواہ وہ بول و براز اور پیشاب و پاخانہ ہی کیوں نہ ہو۔ بعض علماء کے نزدیک یہ طہارت باطنیہ رکھتے ہیں چنانچہ بیٹ اور گوبر ماکول اللحم جانوروں کا طاہر ہے اگرچہ وہ خوراک میں شامل نہیں ہے چنانچہ عام طور پر احکام تکلیفی آئمہ معصومین علیہم السلام کے لئے مخصوص نہیں ہیں بلکہ انہوں نے احکام افہام و تفہیم کے لئے اختیار کیا ہے حضرات اہل بیت علیہم السلام ہر شک اور تردد سے اس درجہ پر پاک ہیں کہ انبیاء ما سلف میں سے کوئی بھی اس درجہ کو حاصل نہیں کر سکا چونکہ اس آیت کی بلاغت اس امر کی گواہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے لئے اس قسم کی صریح نص وارد نہیں ہوئی۔

الرجس پر الف لام استغراق کا ہے یعنی نجاست کی تمام اقسام ان سے دور ہیں۔

آپ نے گزشتہ صفحات میں الرجس کے ذیل میں علماء اہل سنت کی کتب سے رجس کے درج ذیل معانی پڑھے ہیں۔

شرک: کہ رجس کا ایک معنی شرک بھی ہے خدا نے قرآن میں بھی فرمایا ہے کہ مشرک نجس ہیں لیکن اہل بیت محمد علیہم السلام کی کسی بھی فرد نے زندگی کے کسی بھی شعبے میں شرک نہیں کیا بلکہ حضرت علی علیہ السلام کو کرم اللہ وجہہ کہتے اس لئے ہیں کہ جب لوگوں کے ماتھے بتوں کو سجدہ کر رہے تھے ان کا ماتھا اس وقت بھی بتوں کے سامنے نہیں جھکا تھا۔

گناہ: اگر رجس کا معنی گناہ ہے تو یہ افراد معصوم پیدا ہوئے اور عصمت کی حالت میں اللہ کے پاس تشریف لے گئے۔

شک: اگر رجس کا معنی شک ہے تو انہوں نے کبھی بھی توحید خدا اور نبوت مصطفیٰ میں شک نہیں کیا لیکن لوگ ان کے مقابلے میں ایسے لوگوں کو خلیفہ رسول تسلیم کرتے ہیں جو کہ اعلان اسلام کے بعد بھی خدا کی توحید میں شرک اور مصطفیٰ کی نبوت میں شک کرتے رہے۔

عذاب: اگر رجس کے معنی عذاب کے ہیں تو انہوں نے زندگی بھر ایسا کوئی کام نہیں کیا کہ یہ عذاب کے مستحق ہوں بلکہ اپنے ماننے والوں کو عذاب سے بچائیں گے۔

معروف: اگر رجس کے معنی معروف پر عدم عمل کے ہیں تو ان ہستیوں نے کبھی بھی کسی معروف کام کو نہیں چھوڑا۔

مناہی: اگر رجس کے معنی مناہی کے نزدیک جانا ہے تو ان ہستیوں نے کبھی بھی ایسا عمل نہیں کیا کہ خدا نے منع فرمایا ہو اور انہوں نے اس پر عمل فرما کر خدا کو ناراض کیا ہو۔

فسق: اگر رجس کے معنی فسق کے ہیں تو انہوں نے کبھی بھی فسق نہیں کیا بلکہ فاسق بنتے بھی ان کو نہ ماننے سے ہیں۔

بخل: اگر رجس کے معنی بخل کے ہیں تو یہ ہستیاں خدا کی رحمتیں تقسیم کرنے والے ہیں بخل کرنے والے نہیں۔ کبھی کوئی سائل چاہے نبی، چاہے ولی، چاہے فرشی مخلوق میں سے چاہے عرشی مخلوق میں سے کبھی ان کے در سے خالی نہیں گیا۔

طمع: اگر رجس کے معنی طمع کے ہیں تو یہ لوگ طمع نہیں کرتے ان کا تو دعویٰ ہے کہ خدا ہم جنت کے طمع میں تیری عبادت کرتے ہیں نہ دوزخ کے خوف سے بلکہ تیری اس لئے عبادت کرتے ہیں کہ واقعی تو عبادت کے لائق ہے تو جو ہستیاں خالق کی بارگاہ سے طمع نہیں رکھتیں مخلوق سے طمع کیسے رکھیں گی۔

تقویٰ: اگر رجس کے معنی وہ امور ہیں جو تقویٰ کی منزل حاصل کرنے کے راستے میں حائل ہیں

تو یہ لوگ صرف متقی ہی نہیں بلکہ امام المتقین ہیں۔

نقص: اگر رجس کے معنی نقص کے ہیں تو خدا نے انہیں خود تمام نقائص سے منزہ کر کے خلق فرمایا اورانہوں نے خود ساری زندگی میں کوئی ایسا عمل نہیں کیا جس سے ان کے درجات اور کمالات میں کوئی نقص پیدا ہوا ہو اور خدا کے فضل سے انہوں نے جو کام بھی کیا کامل کیا نقص تو ان کے نزدیک آیا ہی نہیں۔

علامہ محمد مہدی الآصفی آیہ تطہیر ص ۹۰ سطر ۸ پر تحریر فرماتے ہیں:

الرجس: پلیدی ناپاکی ہے جس سے انسان نفرت کرے اور یہ رجس کبھی تو مادی اور ظاہر حالت ہوتی ہے اور کبھی نفسانی حالت۔ پہلے کی مثال

اَو لَحمَ خِنزِیر فَاِنَّهٗ رِجسٌ

"یا سور کا گوشت ہو کہ یہ سب رجس اور گندگی ہے" (سورہ انعام ۱۴۵)

دوسرے کی مثال:

وَاَمَّا الَّذِینَ فِی قُلُوبِهِم مَرَضٌ فَزَادَتهُم رِجساً اِلیٰ رِجسِهِم

"اور جن کے دلوں میں مرض ہے پس اس نے ان کی نجاست پر نجاست بڑھا دی اور وہ کفر کی حالت ہی میں مرجاتے ہیں" (توبہ ۱۲۵)

اسی طرح خداوند عالم کا ارشاد ہے۔

وَمَن یُّرِد اَن یُّضِلَّهٗ یَجعَل صَدرَهٗ ضَیِّقاً حَرَجاً کَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَاءِ کَذٰلِکَ یَجعَلُ اللّٰهُ الرِّجسَ عَلَی الَّذِینَ لَا یُؤمِنُونَ

"اور جس کو گمراہی کی حالت میں چھوڑنا چاہتا ہے اس کے سینہ کو تنگ و دشوار گزار کر دیتا ہے گویا (قبول ایمان) اس کے لئے آسمان پر چڑھنا ہے جو لوگ ایمان نہیں لاتے خدا ان پر برائی کو اسی طرح مسلط کر دیتا ہے" (انعام ۱۲۵)

پس آیہ کریمہ واضح الفاظ میں دلالت کرتی ہے کہ خدا نے اہل بیت سے رجس کو دور کر دیا ہے اور ظاہری سی بات ہے کہ رجس کی واضح ترین اقسام معصیت و گناہ ہے اوراس کو خدا نے اہل بیت رسولؐ سے دور کر دیا ہے اور رجس سے یہ دوری خدا کے ارادہ تکوینی کی بنا پر ہے جس کے لئے ارشاد ہے۔

اِنَّمَا اَمرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَیئاً اَن یَّقُولَ لَهٗ کُن فَیَکُون

"لہٰذا اس آیت کے بموجب اہل بیت سے گناہ و معصیت کا سرزد ہونا محال ہے"

طبری اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اے اہل بیت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خدا کا ارادہ ہے کہ تم سے برائیوں کو دور کرے اور اہل معاصی میں جو عیوب ہوتے ہیں ان سے تم کو پاک و پاکیزہ قرار دے۔ ہم نے جو بات کہی ہے ویسی ہی بات اہل تاویل نے بھی کہی ہے۔"

اس کے بعد ابن زید کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں:

"رجس سے مراد یہاں پر شیطان ہے اور اس کے علاوہ رجس سے مراد شرک ہے"

(تفسیر کبیر جلد ۲۲ ص ۵)

شیخ محی الدین بن العربی نے اپنی کتاب فتوحات مکیہ کے باب ۲۹ میں لفظ رجس کی تفسیر **بکل مایشین** (ہر وہ چیز جو باعث برائی ہو) سے کی ہے لیجئے ان کی عبارت کا ترجمہ پیش خدمت ہے:

"حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ذکر فرمایا ہے کہ خدا نے ان کو اور ان کے اہل بیت کو پاک قرار دیا ہے اور ان حضرات سے رجس (ہر وہ چیز جو باعث عیب ہو) کو دور کیا ہے کیونکہ عربوں کے نزدیک رجس قذر (گندی چیز) کو کہتے ہیں۔ اسی طرح فراء نے (بھی) حکایت کی ہے"

(الفصول المہمہ ص ۲۱۸)

نیشا پوری اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"گناہوں کے لئے رجس سے استعارہ کیا گیا ہے"

(تفسیر نیشا پوری جلد ۲۲ ص ۱۰)

جناب آیتہ اللہ فاضل لنکرانی تحریر فرماتے ہیں:

کلمہ "رجس" قران مجید میں دس مقامات پر استعمال ہوا ہے۔ ان دس آیات میں غور کرنے سے رجس کے معنی واضح ہو سکتے ہیں۔

"رجس" کا ایک جامع مطلب ہے جسے پلیدی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ البتہ روح کی پلیدی اور آلودگی' کے مختلف اسباب ہو سکتے ہیں اور کئی قسم کے عوامل سے یہ پلیدی روح میں پیدا ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں ان عوامل کو بھی رجس سے تعبیر کیا گیا ہے مثلاً" سورۃ مائدہ کی آیت

(۹۰) میں شراب، جواء، بت، آلات جواء کو رجس سے موسوم کیا گیا ہے اور اس مفہوم کو ان چار چیزوں پر محمول کیا گیا ہے لیکن یہ چاروں چیزیں رجس پیدا کرنے کے عوامل ہیں۔ پس رجس اس اثر کا نام ہے جو ان عوامل کے ذریعہ پیدا ہوتا ہے۔ اس سورۃ کی آیت (۹۱) بھی اس مفہوم کو ثابت کرتی ہے آیت (۹۰) یہ ہے:

اِنَّمَا الخَمرُوَالمَیسِرُ وَ الاَنصَابُ وَ الاَزلَامُ رِجسٌ مِّن عَمَلِ الشَّیطَانِ فَاجتَنِبُوہُ لَعَلَّکُم تُفلِحُونَ ۔

اور آیت (۹۱) یہ ہے **اِنَّمَا یُرِیدُ الشَّیطَانُ اَن یُّوقِعَ بَینَکُمُ العَدَاوَۃَ وَالبَغضَآءَ فِی الخَمرِ وَالمَیسِرِ وَ یَصُدَّکُم عَن ذِکرِ اللّٰہِ وَ عَنِ الصَّلٰوۃِ فَھَل اَنتُم مُّنتَھُونَ ۔**

شراب، جواء، بت اور جوا بازی کے آلات رجس ہیں۔ یہ برائیاں کار شیطان ہیں، پس اس پلیدی سے دور رہو، اس امید کے ساتھ کہ تم فلاح پاؤ۔ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ مسلمانوں کے مابین دشمنی اور کینہ و بغض پیدا کردے۔ یہ مقصد وہ جوا اور شراب کے ذریعہ حاصل کرتا ہے اور تمہیں یاد خدا اور نماز سے بھی روکتا ہے تو کیا ان اعمال سے تم اپنی خود داری کو بچالو گے؟

ان دو آیات میں رجس کا مفہوم واضح ہے۔ شراب انسان کی عقل کو زائل کردیتی ہے۔ جواء کینہ اور نفس کی رذالت خواہی کی پرورش کرتا ہے۔ اس کا نتیجہ عقل کا زائل ہونا، نفس کے اندر رذائل کی تربیت، عدم توجہ بخدا، عالم غیب سے بے اعتنائی، اور عروج انسانی کی طرف پرواز سے بے پرواہی کی شکل میں سامنے آتا ہے۔ انہی (بے عقلی اور رذیلت خواہی) جیسے خصائل رذیلہ کو قرآن مجید میں رجس سے موسوم کیا گیا ہے۔ ان غلیظ اور کثیف موجودات کے عوامل شراب اور جوا جیسے اور ہیں کہ انہیں بھی قرآن نے رجس سے تعبیر کیا ہے۔ واضح ہے کہ ان اسباب و عوامل کو ان کے آثار سیئات کی وجہ سے رجس کا نام دے دیا گیا ہے۔ ان عوامل کے آثار عمل سے ظاہر ہوتے ہیں، اسی لئے آیت کریمہ میں ان کو **مِن عَمَلِ الشَّیطَان** یعنی کار شیطان کہا گیا ہے۔ کیونکہ یہ سب کام شیطان کی تحریک سے متحقق ہوتے ہیں۔ شیطان کا مقصد اس تحریک سے وہی ہوتا ہے جو شیطان ان چار چیزوں کے ذریعہ حاصل کرنا چاہتا ہے اور جن کو مقصود قرار دے کر وہ ناآگاہ لوگوں کو تحریک کرتا ہے۔

سورۃ انعام کی آیت (۱۲۵) میں تنگی سینہ اور گرفتاری روح کو بھی رجس سے تعبیر کیا گیا ہے۔

فَمَن يُرِدِ اللّٰهُ اَن يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ وَمَن يُّرِدْ اَن يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۔

اگر اللہ تعالیٰ کسی شخص کو ہدایت فرمانا چاہتا ہے تو اس کے باطن کو وسیع اور قلب میں وسعت پیدا کر دیتا ہے تاکہ وہ اسلام کی ہر حقیقت کو تسلیم کر سکے اور جس کو ہدایت نہ فرمانا چاہے تو اس کے سینے کو تنگ کر دیتا ہے کہ وہ تنگی سینہ سے اس طرح سانس لیتا ہے کہ اس کا دل دھڑکنے لگتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر رجس کو وارد کر دیتا ہے جو ایمان نہیں رکھتے۔

ملاحظہ فرمایئے کہ اس آیت میں "ضیق صدر" یعنی تنگی سینہ کو رجس سے تعبیر کیا گیا ہے اور عل ضیق صدر کو جعل رجس کے ساتھ ایک شی سمجھا گیا ہے۔

پس جو روح کسی قسم کی وسعت نہ رکھتی ہو' بلکہ خفقان کی حالت کا شکار ہو اور مذموم اور گھٹیا صفات و اخلاق نے اسکے تنفس کی راہوں کو بند کر دیا ہو جس سے وہ تنگی تنفس کی کیفیت کی حامل ہو گئی ہو تو اس کو رجس کا نام دیا گیا ہے۔ جس روح پر رجس کی گرفت ہو جاتی ہے وہ ایسی روح ہوتی ہے جس کے تار و پود مذموم اخلاق سے بنے ہوئے ہوتے ہیں' وہ گھٹیا زندگی کی عادی ہو جاتی ہے اور کسی بھی ایسے عامل کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتی جو درخشاں اور روشن انسانی زندگی دینے کا موجب بنتا ہو۔

اس کے برعکس جو لوگ وسیع الصدر ہوتے ہیں' ناگوار حالات کو روحانی وقت ہاضمہ سے ہضم کرتے رہتے ہیں' ان میں سعادت بخشنے والے اور درخشاں زندگی دینے والے عوامل کو قبول کرنے کی پوری استعداد موجود ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ کی مہربانی سے انہیں ایک وسیع اور کھلا سینہ نصیب ہو چکا ہوتا ہے۔

پس رجس یعنی "صدر ضیق" گرفتار اور علیل روح اور اخلاقی پستیوں سے پر سینہ ہوتا ہے' چنانچہ ایک اور آیت میں اسی مناسبت سے قلبی امراض مثلاً" بخل' حسد' کینہ' جہالت وغیرہ کو بھی رجس سے تعبیر کیا گیا ہے۔

وَ اَمَّا الَّذِینَ ین فِی قُلُوبِهِم مَرَضٌ فَزَادَتهُم رِجسًا اِلیٰ رِجسِهِم وما تو اوهم کافرون

(سورۃ توبہ آیت 1۲4)

جب کوئی آیت نازل ہوتی ہے تو جن لوگوں کے قلوب میں بیماری ہے (بیمار روح کے مالک ہیں) وہ ان کی بیماری میں مزید اضافہ کر دیتی ہے اور یہ اضافہ اس قدر خطرناک حد تک پہنچ جاتا ہے کہ ان کے کفر و الحاد کی حالت میں ہلاک ہونے کا موجب بن جاتا ہے۔ اس آیت میں رجس اسی روحانی بیماری کو کہا گیا ہے چنانچہ فرمایا کہ ان کے رجس میں اضافہ ہوتا جاتا ہے جبکہ ابتداء آیت میں فرمایا تھا **فی قلوبهم مرض** یعنی ان کے دل میں مرض ہے یعنی وہی رجس پھر **رجس الی رجسهم** رجس پر رجس بڑھتا جاتا ہے یعنی اس کی اس قلبی بیماری میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور وہ بیماری شدید تر ہوتی جاتی ہے۔ بنا بریں یہ قلبی مرض ہی رجس ہوا۔

ابن عباس کی گفتگو

ابن عباس نے جو اسلام کے عالیقدر مفسر اور حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کے شاگرد ہیں، بھی آیت تطہیر کے کلمہ "رجس" سے قلبی مرض مراد لیا ہے۔ آپ نے ایک مرتبہ حضرت عمر کے جواب میں جب حضرت عمر نے بنی ہاشم کے قلوب کو ملاوٹ اور چالبازی سے آلودہ گمان کیا تو کہا:

لاتنسب قلوب بنی ہاشم الخش فان قلوبهم من قلب رسول الله الذی طهره الله و زکاء وهم اهل البیت الذین قال تعالیٰ اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰه ......

(1) (اے عمر) بنی ہاشم کے قلوب کی طرف ملاوٹ و آلودگی کی نسبت مت دیجئے کیونکہ ان کے دل پیغمبر کے دل ہیں اور پیغمبر وہ ہیں جن کے دل کا اللہ تعالیٰ نے تطہیر و تذکیہ فرمایا ہے۔ یہ وہی اہل بیت ہیں جن کے بارے میں آیت تطہیر نازل ہوئی ہے جس میں ان کو ہر رجس و پلیدی سے پاک رکھنے کے عزم کا اعلان کیا گیا ہے۔

آیات کا نتیجہ

ان آیات سے روشن ہوا کہ رجس ایک ایسا مرض ہے جو روح کو آفت زدہ کر دیتا ہے۔

شراب اور جواء رجس ہیں کہ وہ عقل کو زائل کرتے اور کینہ وری پیدا کرتے ہیں، روح ملکوتی اور صفائے باطنی کو ختم کرتے اور حق کے جمال و کمال کی طرف سے انسان کی توجہ کو دور کرتے ہیں۔

تمام ایسے تنگ سینے جو اخلاقی کثافتوں سے بھرے ہوں سب رجس میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ایسے سینے فضائل و معنویات کے لئے آمادگی نہیں رکھتے۔ اور نہ ہی کمال کی طرف رخ کرتے ہیں۔ یہ زندگی کی شہوات، کینہ و بغض، حسد و بخل کی دلدلوں میں پھنسا دیتے ہیں اور انسان کے ہاتھ پاؤں بندھ جاتے ہیں۔ اس آلودگی رجس کا نتیجہ ہوتا ہے کہ انسان کی عاقبت خراب ہو جاتی ہے اور برا انجام اس کا منتظر ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ تمام ایسے روحانی امراض جو انسان سے تابندگی، صفائے باطن، وسعت روح، عظمت نفس، حقیقت بینی، حق جوئی اور حقائق و معنویات جیسی صفات کر سلب کر لیتے ہیں، ان کو رجس سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اب واضح ہو گیا کہ قرآنی اصطلاح میں رجس کے معنی کیا ہیں؟ ان آیات پر غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ بد بختی کے سارے عوامل اور روحانی امراض کی بنیادی علت کا نام رجس ہے۔ یہ ایسی خطرناک بیماری ہے جو حقائق کے ادراک سے انسان کو عاجز کر دیتی ہے۔ عصیان و نافرمانی میں اس قدر اضافہ کر دیتی ہے کہ انسان ہر معنوی اور روحانی صفت و کمال کے مقابلے میں سرکش اور متجاوز بن جاتا ہے اور بالآخر اسے کفر و الحاد کا مرتکب بنا دیتی ہے۔ انسان سے تمام فضائل چھین لیتی ہے اور روح کی کثافتوں اور پستیوں میں ڈبو دیتی ہے۔ ان تمام گندی خصلتوں کو "ضیق صدر" سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔

لہذا آیت تطہیر کے معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بیت کے سینے کو ضیق صدر کے مرض میں گرفتار نہیں کیا۔ ان کے قلوب کو قلبی امراض کا شکار نہیں ہونے دیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان اخلاقی جراثیم کو ان سے دور رکھا ہے، ان کے اور ان امراض کے درمیان زیادہ فاصلے بڑھا دیئے ہیں اور اس کی بجائے انہیں شرح صدر اور کھلے سینوں سے سرفراز فرمایا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ادراک کرنے، معنویات کو تسلیم کرنے اور درگار خداوندی کے سامنے خضوع برتنے کے راستے میں رکاوٹ بنتے ہیں، کوسوں دور ہیں۔ وہ شرح صدر اور وسیع سینوں کے بسبب، جو ان کو

رب العالمین نے عنایت فرمائے ہیں، تمام حقائق کو درک کرتے ہیں، باریکیوں کو سمجھتے ہیں اور کمال مطلق حق تعالیٰ کے سامنے مطیع محض ہو جاتے ہیں۔ امراض روحانی سے دوری اور وسعت صدر سے ہم آغوشی نے ان ہستیوں کو انسانیت کی بلند ترین چوٹی پر پہنچایا ہے کہ وہ اب پروردگار کے خالص بندے بن کر فضائل و مناقب کے بحر بے کنار کے مصداق ہیں۔

رجس سے یہ فاصلے اور فضائل سے پیوستگی، حق تعالیٰ کی مہربانی ہے **فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام**

پس اہل بیت علیہم السلام کا گناہ کے قریب نہ جانا ان کی وسیع روح، فضائل سے معمور دامن، حقائق کے گہرے اور اللہ تعالیٰ سے عشق کا نتیجہ ہے نہ کہ جبری طور پر اور نہ ہی نا آگاہانہ انداز سے، ان کے باعظمت نفوس کجروی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے خوگر نہیں۔ ان کی فروتن و سراپا تسلیم ارواح نے انہیں اپنے پرودگار کا مطیع بنا دیا ہے۔ ان کے قلوب وسیع ہمیشہ حقائق کے گہرے ادراک کے موجب رہتے ہیں اور یہی وہ ادراک ہے جو ان کے ہر روز زیادہ سے زیادہ حضرت محمد مصطفیٰ، قرآن اور پروردگار کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کا باعث ہے۔

لہٰذا گناہ سے دوری اور طغیان و سرکشی سے بعد کا موجب ان کی عظمت روح، انشراح صدر ہیں اور ان کا روحانی امراض میں مبتلا نہ ہونا ہے۔ اس شرح صدر و عدم ابتلاء امراض کا باعث اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایت اور مہربانی ہیں جو اس ذات قدسی نے اس خاص بلند مرتبہ طبقے سے مختص فرمائی ہیں۔

اس طرح ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ گناہ کے قریب نہ جانے کی وجہ ان کا گناہ کو اختیار نہ کرتا ہے، یا اس کا سبب ان کی روحانی وسعت اور افکار زندہ و جدید کے لحاظ سے بلند ترین مقام تک پہنچا ہوا ہونا ہے۔ تاہم یہ وسعت توفیق کے ساتھ ہوتی ہے جو پرورو عالم کی خاص عنایت ہوتی ہے۔ اور یہ عنایت بھی انسان کے اپنے نیک انتخاب اور عمدہ اختیار کا نتیجہ ہوتی ہے۔

بنا بریں آیت تطہیر اہل بیت کی عظمت روح کی شاہد اور افکار بلند کی گواہ ہے۔ وہ ثابت کرتی ہے کہ یہ ہستیاں تمام نفسانی بیماریوں سے محفوظ ہیں اور یہ عظمت، بلند فکری سلامتی نفس عنایات الٰہیہ ہیں۔ یہی وہ امور ہیں جو اہل بیت کو گناہ و تجاوز سے محفوظ رکھے ہوئے ہیں درگاہ خداوندی میں تسلیم محض بنائے ہوئے ہیں اور ہر فضیلت کے لئے آمادہ کئے ہوئے ہیں۔ ایک بڑا

انسان کبھی بھی پلیدی کے قریب نہیں جاتا نہ ہی زندہ افکار کبھی خرافات کا سہارا لیتے ہیں۔ وسیع اور صحیح و سالم نفس کبھی ان روحانی آلودگیوں میں مبتلا نہیں ہوتا جن کو گناہ کہتے ہیں۔ آیت تطہیر ظاہر کر رہی ہے کہ یہ عنایات اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے ساتھ اس عظیم خاندان پر وارد ہوتی ہیں۔
اگر ان بے کراں عنایات و عطایا کا نام جبر ہے تو صد آفرین اس شخص کو جو اس جبر کا قائل ہے۔
حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام اس عطیہ خداوندی کی موجودگی میں گناہ سے پرہیز کرتے تھے۔
اگر پورا جہان آپ کی نگاہ میں چیونٹی کے منہ سے جو کا ایک چھلکا چھین لینے سے بھی کمتر مقام رکھتا تھا اور آپ پوری کائنات کے عوض یہ معمولی سا تجاوز کرنے کے لئے آمادہ نہ تھے تو اس کی وجہ بھی یہی روحانی عظمت اور تسلیم بخدا ہونے کی لذت کا ادراک تھا۔ اسی طرح اگر پورے عالم اسلام پر حکومت کرنا آپ کے نزدیک ایک ٹوٹے ہوئے جوتے کے تسمے سے بھی کم قیمت تھا تو اس کا سبب بھی یہی تھا کہ آیت تطہیر نے انہیں ایسا فوق العادۃ ادراک عنایت کر رکھا تھا جس کے بعد وہ ہر قسم کے رجس سے دور اور محفوظ ہو چکے تھے۔

اگر حضرات امام حسین علیہ السلام یزید کے استبدادی چنگل سے ملت مسلمہ کو آزاد کرانے کے لئے اپنے ششماہے بچے اور اٹھارہ سالہ نوجوان بیٹے کو قربان کرنے اور اپنی باعظمت خواتین کو قید کرانے کے لئے حاضر ہو گئے، تو یہ بھی اسی عنایت خداوندی کا نتیجہ تھا جس کے سبب وہ رجس سے دور ہوئے، عشق خدا و تسلیم در ارادہ حق میں اس قدر بلند ہو گئے کہ دنیا اور دنیا پرستوں سے محبت بڑھانا اور اپنے جگر گوشوں سے دل لگانا انہیں بہت کمتر محسوس ہوا اور یہ دنیوی امور ان کی مبارک نظروں میں بے حیثیت ہو کر رہ گئے تھے۔

(آیت تطہیر میں اہل بیت کے درخشاں چہرے ص ۱۵۱ سطر ۳)

جناب مولانا سید ذیشان حیدر جوادی اہل بیت کے ص ۲۸ سطر ۸ پر تحریر فرماتے ہیں:

لفظ "اہل بیت" کا مقصود واقعی دریافت کرنے کے لئے کلمہ "الرجس" کو پیش نظر رکھنا بھی ایک ناگزیر امر ہے اس لئے کہ آیت مبارک کے اہل بیت کے لئے جس کے معنی و مصداق پر غور کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ کن ہستیوں سے یہ رجس دور رکھا گیا ہے اور کن افراد کی شخصیتیں رجس سے آلودہ ہیں۔

علماء لغت نے رجس کے مختلف معانی بیان کئے ہیں اور قرآن کریم نے بھی شراب، قمار،

بت پرستی جیسے اعمال کو رجس سے تعبیر کیا ہے لیکن ان تمام معانی کا خلاصہ ہے گندگی اور پلیدی۔

اب اگر رجس سے مراد کوئی خاص گندگی ہے تو اس سے بچنے والے مصداق آیت ہوں گے اور اگر تمام گندگیاں ہیں تو ان سے دامن بچانے والے ہی اہل بیت کا مصداق بن سکیں گے۔

گزشتہ تحقیق میں یہ اشارہ کیا جا چکا ہے کہ کلمہ الـ مختلف معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ استغراق یعنی عمومیت، جنس یعنی اصل ذات، عہد یعنی کسی خاص شے کی طرف سے نوع کا اشارہ۔

آیت مذکور میں عہد مراد لینے کے لئے قرینہ و دلیل کی ضرورت ہے جو بظاہر آیت میں موجود نہیں ہے اس لئے یہاں پر الـ سے مراد یا استغراق ہوگا یا جنس اور دونوں صورتوں میں اہل بیت علیہ السلام وہ افراد قرار پائیں گے جن سے پروردگار عالم نے ہر قسم کے رجس کو دور کر دیا ہے۔

استغراق کی صورت میں یہ بات انتہائی واضح ہے اس لئے کہ استغراق کے معنی ہیں تمام افراد اور جس ذات سے رجس کے تمام افراد دور کر دیئے جائیں گے اس کا بالکل پاک و پاکیزہ ہونا انتہائی ضروری ہوگا۔

جنس کی صورت میں اس کا معنی مراد لینا اس لئے لازمی ہے کہ جنس کا وجود ایک ایک فرد کے وجود سے ضرور ممکن ہو جاتا ہے لیکن جنس کی نفی تمام افراد کی نفی کے بغیر ناممکن ہے۔ آپ شہر میں عالم کے وجود کی خبر دیں گے تو ایک عالم کی موجودگی سے بھی صادق القول کہلائیں گے لیکن اگر عالم کے عدم کی خبر دیں گے تو جب تک ایک عالم بھی باقی رہے گا آپ کو صداقت شعار نہیں کہا جا سکتا۔ اس لئے کہ ابھی عنوان عالم کا ایک مصداق باقی ہے۔

آیت تطہیر نے اہل بیت علیہ السلام کے سلسلے میں رجس کو ثابت نہیں کیا ہے کہ کسی ایک رجس کے مراد لینے سے آیت کے معنی مکمل ہو جائیں بلکہ رجس کی نفی کی ہے جس کا امکان اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتا جب تک اہل بیت علیہم السلام سے رجس کے تمام افراد دور نہ ہو جائیں اور یہی وہ حقیقت ہے جس پر بعض علماء عامہ کی غلط فہمی کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ اہل بیت سے مراد ازواج رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ازواج کا دامن تمام رجس سے پاک نہیں ہے۔ ان کے کردار میں غیر معصوم ہونے کے رشتے سے کمزوریاں نکل سکتی

ہیں اور نکلی ہیں۔ اس لئے رجس سے چند مخصوص گندگیوں ہی کو مراد لینا چاہئے۔

اس خیال کو غلط فہمی اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان حضرات نے استدلال میں الٹی شکل اختیار کی ہے۔ قاعدہ تو یہ ہونا چاہئے تھا کہ رجس کے معنی کی عمومیت سے اہل البیت کا تعین کیا جاتا اور ان حضرات نے علٰحدہ سے اہل البیت علیہ السلام کے افراد معین کر کے ان کے کردار کی روشنی میں رجس کے معنی معین کرنا شروع کر دیئے اور یہی وہ بنیادی غلطی ہے جس سے تفسیر و تاریخ دونوں کے چہرے کو مسخ کیا جا رہا ہے۔ ارباب قلم شخصیتوں کے کردار کی روشنی میں مرتب کرتے ہیں اور اس طرح اسلاف کی زندگی کو دیکھنے کے لئے کوئی صاف و شفاف آئینہ باقی نہیں رہ جاتا۔

اہل البیت

اہل البیت میں جو بیت کا لفظ ہے اس پر الف لام تعریف کا موجود ہے اور بیت خانہ کعبہ ہے جس کے متعلق ارشاد ہوا اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیۡ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ ھُدًی لِّلۡعٰلَمِیۡنَ (سورہ آل عمران آیت ۹۰ پارہ ۴ رکوع ۱)

تحقیق سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لئے بنایا گیا وہ مکہ میں مبارک ہے اور لوگوں کے لئے ہدایت کا باعث ہے۔ بیت پر الف لام تعریف کا ہے اس لئے لفظ اہل البیت کے معنی یہ ہوں کہ ایسے لوگ جن کو خانہ کعبہ پر وہ حقوق حاصل ہوں جو اہل خانہ کو اپنے گھر پر ہوتے ہیں۔

معنی بیت

عربی زبان میں گھر کے لئے دو لفظیں آتی ہیں دار اور بیت اور اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کو دار اللہ نہیں کہا بلکہ بیت اللہ کہا ہے اور بیت کا لفظ بات بیت سے مشتق ہے جس کے معنی رات بسر کرنا ہے تو بیت کا معنی ہوا رات بسر کرنے کی جگہ' اللہ کی ذات اس سے منزہ ہے کہ وہ کہیں رات بسر کرے لَا تَاخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوۡمٌ نہ اس ذات کو اونگھ آتی ہے اور نہ نیند' اس سے معلوم ہوا کہ عالم الغیوب کے علم میں یہ چیز تھی کہ کچھ لوگوں نے اس گھر میں رات بسر کرنی ہو گی چنانچہ مولود کعبہ نے اور ان کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد نے ولادت کے وقت خانہ کعبہ میں رات بسر کی۔ معلوم ہوا کہ اہل بیت کو خدا کے گھر پر وہ خانہ کعبہ ہو یا مسجد حقوق اہلیت حاصل ہیں جیسا کہ مسجد نبویؐ سے صحابہ کا سد باب ہوا لیکن سرکار رسالت اور سرکار ولایت کے دروازے بند نہیں ہوئے۔ حضرت علی علیہ السلام کی ولادت خانہ کعبہ میں ہوئی۔

(مروج الذہب صفحہ ۱۷۵ ازالتہ الخفاء مقصد صفحہ ۲۵۱ مطالب السئول صفحہ ۲۵)

موت ہو یا ولادت جو ہو اپنے گھر میں ہو

مولد و مشہد تمہارا گھر خدا کا ہو گیا

(ابن عقیل)

کسے را میسر نہ شد ایں سعادت
بکعبہ ولادت بمسجد شہادت
(محتشم کاشی)

یہ وہی خانہ کعبہ ہے جس کے متعلق دو عظیم الشان نبیوں کو اسے پاک رکھنے کا حکم دیا چنانچہ خداوند عالم ارشاد فرماتے ہیں۔

وَ عَہِدۡ نَاۤ اِلٰۤی اِبۡرٰہٖمَ وَ اِسۡمٰعِیۡلَ اَنۡ طَہِّرَا بَیۡتِیَ لِلطَّآئِفِیۡنَ وَ الۡعٰکِفِیۡنَ وَ الرُّکَّعِ السُّجُوۡدِ

(سورۃ البقرہ آیت ۱۲۵ پارہ ۱ رکوع ۱۵)

ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو حکم دیا کہ تم دونوں میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں، رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک رکھیں۔ حضرت امیر المومنین کا خانہ کعبہ میں پیدا ہونا جس کے لئے دو نبیوں کو پاک کرنے کا حکم دیا تھا اس بات کی دلیل ہے کہ مولود کعبہ نجاست حسی و باطنی سے پاک تھے۔

اسی سلسلہ میں ایک عربی شاعر نے کہا ہے۔

هو الذی کان بیت الله مولده فطهر البیت من ارجاس اوثان

ترجمہ: یہ وہ بزرگوار ہیں کہ اللہ کا گھر ان کی ولادت کی جگہ ہے انہوں نے بیت اللہ کو بتوں نجاستوں سے پاک کر دیا۔

لفظ اہل بیت باوجود اتنی توجیہات کے مخالفین آل اطہار نے اس آیہ مبارکہ میں شبہ پیدا کر دیا ہے اور وہ اس طرح سورہ احزاب میں جہاں ازواج کا تذکرہ ہے اور وہ تذکرہ لفظ ازواج سے کیا گیا ہے آیہ تطہیر کو رکھ کر یہ غلطی پیدا کی گئی ہے کہ یہ آیہ مبارکہ ازواج کی شان میں ہے حالانکہ اس آیت کے سیاق و سباق میں ازواج کا ذکر لفظ ازواج سے ہے اور تنبیہہ زجر و توبیخ سے مملوء ہے۔

جناب علی محمد صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

جاننا چاہئے کہ تحقیق اطلاق اہل بیت کا جناب علیؑ اور حسن و حسین اور سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا علیہم السلام پر بروایات مشہورہ بکثرت کتب تفسیر وحدیث فریقین میں وارد ہے اور بڑی بھاری دلیل اس پر آیت تطہیر اور آیت مباہلہ اور حدیث کساء ۔ جیسا کہ اس کو حضرت ام سلمہؓ سے ترمذی دولابی اور بیہقی و احمد طبرانی نے روایت کیا ہے کہ اور ابن عمرؓ سے بیہقی اور حاکم نے روایت کیا اور حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ جس کو مسلم اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور واثلہ بن اسقع سے احمد و ابوحاتم و حاکم نے روایت کیا اور حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ جس کو مسلم اور ترمذی نے روایت کیا اور واثلہ بن اسقع سے احمد و ابوحاتم و حاکم و بیہقی و دیلمی نے اور جناب حسن بن علیؑ سے چند طریق مروی ہے جن سے بعض کی سند حسن ہے یہ کہ امام حسنؑ نے فرمایا میں اسی اہل بیت سے ہوں جن کو اللہ تعالیٰ نے پاک کیا ہے اور پلیدی کو ان سے دور کیا ہے اس حدیث کو ابن سعد نے روایت کیا ہے اور ابوسعید خدری سے اس حدیث کو بغوی نے اپنی تفسیر میں اور ابن جریر و احمد نے مرفوعاً" روایت کیا ہے کہ آیت تطہیر پانچ تن کے حق میں اتری ہے اور علیؑ سے دیلمی نے اور سعد بن وقاص سے نسائی نے اور جابر بن عبداللہ سے حکم نے روایت کیا ہے مستدرک میں اور ابن عباس سے ابوحاتم نے سیرۃ حلبیہ وغیرہ سے روایت کیا۔

اور صواعق محرقہ صفحہ ۸۵ میں ہے کہ اکثر مفسرین اس پر متفق ہیں کہ آیت تطہیر علیؑ و فاطمہؑ و حسنینؑ کے حق میں اتری ہے الخ واسطے مذکر ہونے ضمیر کے دوسرے ضمیرما بعد اس کا مذکر ہونا بھی اس کا موید ہے (اسی طرح بعینہ فارسی ترجمہ اس کا مدراج النبوۃ مطبوعہ نو لکشور ج، ص ۳۶۴ میں ہے۔

بعدہ لکھا چنانچہ اکثر روایات دال بر آنست)

صواعق صفحہ ۹۰ میں ہے۔ ابوبکرؓ نے کہا علیؑ عترت رسول اللہ ہیں اور صواعق صفحہ ۸۹ میں ہے دیلمی نے ابوسعید خدری سے روایت کی کہ نبیؐ نے فرمایا آیت۔ سے مراد یہ ہے کہ دن قیامت کے حکم ہو گا کہ سب کو کھڑا کرو تحقیق ان سے ولایت علیؑ کا سوال کیا جانا ہے اور یہی مراد ہے اس کے اس قول سے جو فرمان الٰہی میں مروی ہے کہ سوال ولایت علیؑ اور ولایت اہل بیت کا ہو گا اور پھر کہا کہ معنی یہ ہیں کہ اس امر سے لوگ پوچھے جائیں

گے کہ کیا اہل بیت کو دوست رکھا جائے حق دوسی کا جیسا کہ اس کی نبیؐ نے وصیت فرمائی تھی یا کہ حق مودت اور وصیت کو ضائع کیا ہے؟ اگر ضائع کرنے والوں پر مطالبہ اور سزا ہوگی۔ ختم ہوئی عبارت صواعق کی۔

تفسیر وحیدی برحاشیہ قرآن مترجم وحیدی مطبوعہ لاہور گیلانی پریس پ ۵۴۹ میں حاشیہ ص۷ پر مولوی وحید الزماں صاحب لکھتے ہیں بعضوں نے اس کو خاص رکھا ہے نبی گھر والوں سے یعنی حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ اور حسن و حسینؓ سے مترجم کہتا ہے کہ صحیح مرفوع حدیثیں اسی کی تائید کرتی ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خود بیان فرما دیا کہ میرے گھر والے یہ لوگ ہیں تو اس کا قبول کرنا واجب ہے اور ایک قرینہ اس کا یہ ہے کہ اس آیت کے اول و آخر جمع مونث حاضر کی ضمیرے خطاب ہے اور اس میں جمع مذکر کی ضمیر سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت ان آیتوں کے بیچ میں رکھ دی گئی ہے جن میں مطہرات سے خطاب تھااور شاید صحابہ نے اجتہاد سے ایسا کیا واللہ اعلم انتنھی۔
اب تو راز فاش ہوگیا کہ اس آیت کو صحابہ نے کسی اپنی مصلحت سے اس موقعہ پر جما دیا ہے ورنہ اس کا موقعہ اور ہے انوار لغتہ پ ۲۲ ص۵۱ میں مولوی صاحب موصوف بذیل حدیث کساء لکھتے ہیں صحیح یہ ہے کہ آیت تطہیر میں یہی پانچ حضرات مراد ہیں گو عرب کے محاورہ میں اہل بیت ازواج کو بھی شامل ہے اس آیت سے بعضوں نے یہ نکالا ہے کہ یہ حضرات خطاء اور گناہ سے معصوم تھے خیر اگر معصوم نہ تھے تو محفوظ تو ضرور تھے)
اور آیت مباہلہ کا بیان صواعق صفحہ ۹۳ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو تیرے ساتھ جھگڑا کرے اے نبیؐ بعد علم آ جانے کے پس کہہ دے تو کہ آ جاؤ ملالیں ہم اپنی اولاد کو اور ہم اپنی عورتوں کو اور تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنے نفسوں کو اور تم اپنے نفسوں کو پھر مباہلہ کریں اور ہم کہیں جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہو۔

صواعق طبع مصر ۸۶ میں اسی طرح مرقوم ہے بلکہ اس کے آخر میں **وطهرهم تطهيرا** بھی ہے اور بالفاظ **نحن اهل البيت الذين قال الله فهم انما يريد الله الآية** خط امام حسنؓ علی بن برہان الحلبی نے سیرۃ حلبیہ طبع مصر جلد ۳ ص ۳۳۲ میں نقل کئے گئے ہیں اور مروج الذہب جلد۲ ص ۳۰۷ سے مصالحت معاویہ کے بیان میں مرقوم ہے اس خطبہ امام حسنؓ میں احد الثقلین کا لفظ بھی ہے کہ میں ان میں سے ایک ثقل ہوں اور شرح فقہ اکبر

علی قادری مطبوعہ محمدی لاہور ص ۱۴۸ میں ہے **الا ولاد فاطمتہ فانہم یفضلون علی اولاد ابی بکر و عمر و عثمان لقربہم من رسول اللہ فہم العترۃ الطاھرۃ والذریتہ الطیبتہ الذین اذھب اللہ عنہم الرجس و طھرھم تطھیرا" کذا فی الکفایتہ**

یعنی اولاد فاطمہ بوجہ قرب رسولؐ کے باقی سب سے افضل ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے پاک کیا ہے پاک کیا ہے حق کرنے کا اور پلیدی کو ان سے دور رکھا نیز دیکھو حاشیہ متعلقہ خطبہ امام حسنؑ جو بیان مصالحت امام حسن بامعاویہ میں لکھا گیا ہے **طھرھم تطھیرا** بہ صیغہ ماضی امام حسنؑ میں اس کی کافی دلیل ہے کہ آیت تطہیر انہی کے حق میں اتری اور یہ طاہر مطہر و معصوم ہیں **لیذھب عنکم الرجس** کے بعد تاکید **ویطھر** کم سے پھر ذکر مفعول مطلق سے موکد کرنا اس پر دال ہے کہ ارادہ تکلیفی نہیں بلکہ ایقاعی ہے اس پر شاہد عادل خود امام ہے کہ مقام احتجاج پر اپنی طہارت کا ذکر فرمایا اور مثل عبارت شرح فقہ اکبر مندرجہ حاشیہ مذکور کے شرح عقائد نسفی طبع نو الکشور کے حاشیہ نمبر ۵ قرو کمال و کفایہ سے ص ۱۱۷ میں بھی ہے نیز مثل فرمان امام حسنؑ کے امام حسینؑ و حضرت زینبؑ کا خطبہ مصالحت معاویہ حال مروان کے حاشیہ میں بحوالہ تذکرہ صفحہ ۱۳۴۔ ۱۱۴۔ ۱۴۷ ملاحظہ ہو اور دیکھو درمیان تطہیر و مودت عبارت صواعق محرقہ و شرح فقہ اکبر و فرعی نامی وغیرہ لفظ **اذھب و طھر** بصیغہ ماضی کا اقرار اور خطبہ امام میں طبری و کامل کا حوالہ اور بیان مصالحت معاویہ اور دیکھو تقریر عبداللہ بن عباس کی تقریر مکالمہ عمرو ابن عباس میں جو خلافت کے غاصبانہ ہونے کے بارہ میں مروی ہے ابن عباس نے تطہیر سے استدلال کیا ہے اور مقدمہ ابن خلدون مطبوعہ مصر صفحہ ۲۱ میں دربیان ادریس از اولاد امام حسنؑ لکھا ہے **علی ان تنزیہ اھل البیت عن مثل ھذا من عقائد اھل الایمان فاللہ سبحانہ قد اذھب اللہ عنہم الرجس و طھرھم تطھیرا ففراش ادریس طاہر من الدنس و منزہ عن الرجس بحکم القرآن** اس عبارت ابن خلدون متعصب سنی سے میری غرض فقط یہ ہے کہ اس میں ابن خلدون نے طہارت اہل بیت کو تسلیم کیا اور اس اعتقاد کو ایمان کی جزو قرار دیا ہے اور اس کے خلاف جو اعتقاد رکھے اس کو داخل دروازہ کفر سمجھا ہے اور قرآن کے حکم تطہیر کو اس بارہ میں قطعی اعتقاد کیا ہے اور کتب بالا سب میں صیغہ ماضی استعمال ہوا ہے جو طہارت واقع شدہ کا مظہر ہے پس یہ اعتراف معتبرین علماء سینوں کے طہارت آئمہ طاہرین کی ثابت ہوئی خسمہ نجبا کے علاوہ دیگر

آئمہ طاہرین کی طہارت بہ اخبار ہر امام کے اپنے ما بعد اعتراف علماء مخالفین کے ثابت ہے کتب بالا کی عبارت بہ تفسیر آیت تطہیر سے مطلق وذریت طیبہ طاہر ثابت ہے اور چونکہ نبی کی اولاد سب نبی نہیں ہوتے اور نہ امام کی اولاد سب امام لہٰذا علیٰ سبیل التنزل اہل بیت میں سے چند نفوس طاہرہ کا ہونا لازمی اور علیٰ سبیل التغلیب ذریت طاہرہ کا اطلاق ہوتا چلا آیا ہے اس کی تشخیص کہ کون کون سے ایسے ہیں مشک آنست کہ خود بگوید نہ کہ عطار بگوید۔ اپنی آپ دلیل ہوتے ہیں کہ مخالف و موافق کو اقرار طہارت و فضائل ان کے لئے چارہ نہیں ہوتا اور ان کی تطہیر عام افراد بلکہ خواص میں بھی نہیں ملتی ہے اور ہر معصوم اپنے مابعد کی عصمت و امامت و طہارت کی خبر دیتا ہے جو دلیل قطعی ہوتی ہے اور آیت تطہیر کی تفسیر سمجھی جاتی ہے جیسا کہ زیادہ حصہ احکام کا قرآن میں ہے اور تفسیر و تشریح سب کی احادیث سے ہوتی ہے انوار اللغتہ پارہ اول صفحہ ۵۰ طبع لاہور میں علامہ وحید الزمان سنی حدیث نقل کرتے ہیں **سئل الصادق من الال فقال ذریتہ محمد فقیل لہ من الاھل فقال الائمتہ** پھر اسی کے صفحہ ۵۱ لغت اہل میں لکھا پھر پوچھا گیا کہ عترت کون ہیں فرمایا کملی والے۔ (ضروری نوٹ) نسیم الریاض شرح شفاء عیاض جلد ۳ صفحہ ۵۶ میں بعد حدیث کساء لکھا ہے آیت تطہیر میں جب ارادہ تطہیر کو خدا تعالیٰ نے ظاہر فرمایا تو مراد کا پورا ہونا ضروری ہے پھر اس اظہار کا طہارت کیا ہے یا تو تاکید کے لئے ہے یا اظہار قدر کے واسطے ہے کہ لوگ سمجھیں یا دوام و ثبات کے لئے ظاہر فرمایا اسی دوام کی دعا نبیؐ نے حدیث کسا میں فرمائی۔ **اھدنا الصراط المستقیم** ہمیشہ نماز میں پڑھا جاتا ہے اس میں جہلا ملاؤں کا جواب ہے جو کہتے ہیں مراد ارادہ تکیفی ہے یا یہ کہ نبیؐ نے دعا کیوں کی اگر وہ پاک ہو چکے تھے صراح میں ہے **وعترۃ وخویشان و نزدیکان مرد تو عترتی اھل بیتی** نے ہر شبہ کو دور کر دیا ہے جو سینوں کے دل میں آئے ہیں کیونکہ جو اصل اور سبب سے اقرب ہیں جن کے بغیر کوئی اور مقصود حدیث ثقلین سے نہیں ہو سکتا علامہ وحید الزمان انوار اللغتہ مطبوعہ بلوراب صفحہ ۶۸ میں لکھتے ہیں۔ **سئل الصادق من اھل بیت قال الائمتہ** امام صادق سے پوچھا گیا کہ اہل بیت کون ہیں فرمایا امام پھر پوچھا گیا عترت کون ہیں فرمایا کملی والے یعنی حضرت علیؑ و فاطمہؑ و حسنینؑ ۱۲ مترجم۔

آیہ مباہلہ کی توضیح یہ ہے کہ آیت مباہلہ ندع ابناء الایہ کی ضمیر متکلم مع الغیر مثل

آیت تعالو الی کلمتہ سواد بینا و بینکم عام ہے کوئی لفظ تخصیص اقربا رسول پر دال نہیں بذریعہ نبی عام مسلمانوں اور عام نصاراے نجران کے درمیان قول و قرار تھا کیونکہ مقابلہ میں کوئی جھوٹا نبی اور اس کے رشتہ دار نہیں تھے بلکہ قائد نصاریٰ کے درمیان جو اختلاف تھا اس میں سچوں اور جھوٹوں کا فیصلہ مباہلہ پر قرار دیا گیا یہ مفسرین اہل تسنن کو خود ساختہ تغیر ہے کہ وہ صرف قریبی رشتہ داران رسولؐ کے لئے ہی حکم تھا یہ امر قرآن سے ثابت نہیں ہوتا جب حکم عام ہے تو صحابہ میں سے بہ قبول سینوں کے عمر رسیدہ اور خدا رسیدہ اور افضل الناس یار غار جو قریبی رشتہ دار یعنی خسر بھی تھے۔ حضرت دویم بھی ایطرح تھے کہ ان کی دو صاجزادیاں رسولؐ کی ازواج میں تھیں ایک صاحب تو نبیؐ کی غلطیوں کی اصلاح بھی کرتے تھے اور نبیؐ کے بعد نبی ہونے کی قابلیت بھی رکھتے تھے ایک اور قریبی عزیز تھے یعنی حضرت عثمان انفساء کا صحیح مصداق اور صدق میں بے شبہ اعلیٰ فرد بجز علیؑ کے نبیؐ کو معلوم نہیں ہوا اس بناء پر حضرت علیؑ ہی مع حسنینؑ بر مقابلہ دیگر صحابہ **کُونُوامَعَ الصَّادِقِین** کے صحیح مصداق اور پیشوا قابل اقتدا ہو سکتے ہیں دوسرا کوئی ان کے برابر نہیں ہے اور نہ عورتیں میں بجز ایک زہرا علیہا السلام کے اس پایہ کی کوئی عورت نبیؐ کو معلوم ہوئی جس کو مباہلہ میں شامل فرماتے کلمہ نساء نا تو ازواج کو شامل تھا بلکہ یہی معنی متبادر تھا کلمہ بنانا اور نہیں ہوا کہ بیٹی کو ہی لے جائے اور بقول سینوں کے ازواج میں سے محبوب ترین زوجہ اور دنیا کی سب عورتوں سے افضل نبیؐ کے پاس حضرت عائشہ بھی موجود تھیں مگر نبی نے اس کو یا کسی دوسری عورت کو مباہلہ میں جناب زہرا علیہا السلام کے ساتھ شامل کرنا مناسب نہیں سمجھا حالانکہ قرآنی حکم صیغہ جمع نساء نا موجود ہے جس کی تعمیل عورتوں کے ایک فرد سے کی گئی یعنی جناب زہرا علیہا السلام دختر خود ہی کو لے گئے اگر بالفرض بقول اہل تسنن نبیؐ کو اپنے قریبی رشتہ داروں یعنی بنی ہاشم کے لے جانے کا حکم تھا تو حضرت عباس چچا رسولؐ خدا کا اور عبداللہ ابن عباس اور قثم ابن عباس ہر دو چچا زاد بھائی آپ کے اور امامہ دختر زینب وغیرہ فردین سے موجود تھیں ان کو نبی پاکؐ نے مباہلہ میں کیوں شامل نہیں فرمایا۔ اور حضرت عباس وہ ہیں جن کو دعاء استقاء میں حضرت عمرؓ جیسے نے وسیلہ بنایا تھا۔ (فلک فضائل جناب علیؑ جلد ۱) اگرچہ حضرت عباس

نے پھر جناب امیر اور حسینؑ کو اپنے ساتھ لے کر وسیلہ بنایا اور حضرت عمرؓ سے کہہ دیا کہ تم لوگوں سے کوئی ہمارے ساتھ اس مقام دعا میں شریک نہ ہو تم جدا ہو گویا عمرؓ کا دعا کے وقت الگ رکھنا حضرت عباس نے بھی اس طرح مناسب سمجھا جیسے رسولؐ خدا نے مباہلہ میں ان کو دور رکھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس موقعہ پر مباہلہ میں صرف رشتہ داری کو دخل نہ تھا اور نہ صغر سنی اور کبر سنی کو بلکہ پاک باطنی اور کمال ایمانی کو اور عین الیقین کے درجہ پر فائز ہونے کو دخل تھا اور جن کے مثل نبی صادق کامل ہونے میں ذرہ بھی شائبہ کذب کا نہ تھا مسلمانوں سے ایسے فردوں کی ضرورت تھی اور یہی انفسنا سے مقصود ہے ہم اور ہمارے جیسے اور چونکہ صیغہ جمع کا ہے چند اور بھی شامل ہو جاتے تو تعمیل صیغہ جمع کی احسن طریق سے انجام پا جاتی کیا ہرج تھا۔ لیکن ایسا وجود پنج تن پاک کے برابر کوئی نہ مل سکا اس لئے اور کسی کو شامل نہیں کیا گیا کیونکہ اگر کوئی ایسا آدمی ان میں شامل کر دیا جاتا جس میں جھوٹ کی ذرہ برابر ملاوٹ ہوتی تو یقینی اس سے جھوٹ کا ظاہر ہونا ممکن ہوتا تو ان پر بددعا کا اثر ظاہر ہونے کا احتمال ہوتا تو بہر حال اس واقعہ سے اتنا یقیناً " ثابت ہوتا ہے کہ اتنی بڑی جماعت مسلمانوں میں جو درجہ خلوص اور کمال سچائی کا ان پانچ فردوں کو برابر حاصل تھا اور کسی کو نصیب نہ تھا اور یہ کہ حسنینؑ کو بچپن ہی سے وہ درجہ کمال حاصل تھا جو بڑے بڑے سن رسیدہ قریبی یا بعیدی صحابہ کو نصیب نہ تھا۔

تشریح اہل بیت انفسنا آیتہ مباہلہ کی تفسیر میں حدیث خاصف النعل مندرجہ فلک النجاۃ بیان فضائل علیؑ کافی ہے کہ نبیؐ نے اس میں علیؑ کو اپنے نفس جیسا فرمایا ہے اور آیت مباہلہ کے وقت پنجتن پاک ہی نے یہ تعمیل کی کہ کسی غیر کو شریک نہ فرمایا یہ کل کتب فریقین سے ثابت ہے چنداں ضرورت نہیں کہ حوالجات لکھوں مگر مشتے نمونہ از خروارے کچھ لکھا گیا ہے اسی طرح ترمذی ابواب التفسیر جلد ۲ ص ۱۲۴ و ۲۱۴ سورہ آل عمران و صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۸ میں ہے۔ اس میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ نبیؐ نے جناب علیؑ و زہرا و حسینؑ کو بلایا اور فرمایا۔ **اللھم ھؤلا اھلی** اور اس تفسیر کشاف میر زمخشری نے کہا ہے کہ کوئی دلیل فضیلت صاحبان چادر کے واسطے جو کہ علیؑ و فاطمہؑ حسنینؑ ہیں فقہ مباہلہ سے زیادہ قوی نہیں ہے کیونکہ جب آیت مباہلہ اتری تو ان کو نبیؐ

نے بلایا جناب رسولؐ نے امام حسینؑ کو گود میں لیا اور امام حسنؑ کا ہاتھ پکڑا اور جناب فاطمہؑ پیچھے ان کے روانہ ہوئے پس معلوم ہوا تحقیق کہ وہی مراد ہیں اس آیت سے اور تحقیق فاطمہؑ اور ان کی ذریت پسران نبیؐ اور منسوب طرف نبیؐ کے نسبت صحیح سے سنے ہیں جو نسبت دنیا اور آخرت میں نفع دینے والی ہے اور اس طرح مسلم اور ترمذی و نسائی و حاکم نے روایت کیا ہے اور تشریف البشر بذکرالائمۃ الاثنا عشر ص ۴ مولفہ سید صدیق حسن خان میں ہے مراد آل سے علیؑ و فاطمہؑ اور حسنینؑ ہیں اور اسی پر آیت مباہلہ و آیت تطہیر و حدیث کساء دلیل ہے اور اسی طرح تفسیر خازن وغیرہ میں ہے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری جلد۶ صفحہ ۵۳ میں لکھا ہے کہ امام احمد لکھتے ہیں آل محمدؐ سے مراد حدیث تشہد میں اہل بیت نبیؐ کے ہیں اور امام شافعی کے نزدیک مراد آل سے وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ اور بعض کے نزدیک مراد آل رسول سے ذریت فاطمہ بالخصوص ہے اس کو نووی نے شرح مہذب میں بیان کیا ہے اور اسی فتح الباری جلد۳ صفحہ ۴۲۲ میں ہے کہ ذکر بیت بشارت جنت خدیجہؑ میں جو ان کو ملی تھی ایک لطیف معنے ہے کیونکہ مرجع اہل بیت نبیؐ کا اسی جناب خدیجہ کی طرف ہے کیونکہ تفسیر قول باری تعالٰی اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ الآیۃ میں ثابت ہے کہ جناب امام سلمہ کہتی ہیں جب یہ آیت اتری تو نبی نے جناب فاطمہ و علیؑ و حسنینؑ کو بلایا اور ان کو چادر اوڑھا دی اور فرمایا کہ خدایا یہی میرے اہل بیت ہیں اس حدیث کو ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے اور مرجع ان سب اہل بیت کا خدیجہؑ کی طرف ہے کیونکہ جناب حسنینؑ جناب فاطمہؑ کی بیٹی ہیں۔ اور جناب علیؑ نے حضرت خدیجہؑ کے گھر میں بچپن سے پرورش پائی اور پھر شادی بھی انہی کی بیٹی سے کی پس ظاہر ہوا کہ رجوع اہل بیت نبیؐ کا محض خدیجہؑ کی طرف ہے نہ کہ اور کسی طرف فتح الباری کی عبارت یہاں ختم ہوئی۔

اور ارجح المطالب ص ۶۰ میں ہے کہ جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ انفسنا سے مراد محمد و آل محمدؐ و علیؑ ہیں اور ابناء نا سے مراد حسن و حسین ہیں اور نساء نا سے مراد فاطمہ ہیں اس کو حاکم نے روایت کیا تفسیر معالم اور خازن میں ہے کہ تحقیق عرب چچا زاد بھائی کو نفس دوسرے بھائی کا نام رکھتے ہیں جیسا کہ حق سبحانہ فرماتا ہے کہ اپنے نفسوں کو عیب نہ لگاؤ ارادہ اس سے یہی ہے کہ اپنے بھائیوں پر عیب نہ لگاؤ اور فخر

الدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۷۰۰ میں لکھا ہے کہ جناب نبی مکرمؐ سے روایت کی گئی ہے کہ جب رسول خدا صلعم سیاہ کملی میں نکلے اور امام حسنؑ آئے تو ان کو داخل کر لیا پھر فرمایا نبی صلعم نے **اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡهِبَ عَنۡكُمُ** اور شرف المو بدلآل محمد صفحہ ۶ و ۷ مطبوعہ مصر میں ہے کہ ایک گروہ جس میں حضرت ابوسعید خدری اور جماعت تابعین کی مجاہد اور قتادہ وغیرہ ہیں جیسا کہ امام بغوی اور ابن خازن اور بہت مفسرین نے نقل کیا ہے اس طرف گئے ہیں کہ آیت تطہیر میں مقصود مراد اہل عباء و کساء ہیں اور جناب رسول اللہ صلعم و علیؑ و فاطمہ و حسنؑ و حسینؑ ہیں اور احمد اور طبرانی نے ابی سعید خدری سے روایت کیا انہوں نے نبیؐ سے فرمایا آیت تطہیر پانچ تن پاک کے حق میں اتری ہے یعنی میرے حق میں اور علیؑ و حسنؑ و حسین و فاطمہؑ کے حق میں نازل ہوئی ہے اور بہت طریقوں سے جو حسن و صحیح ہے انس سے مروی ہے کہ رسول خدا بعد نزول آیت تطہیر کے دروازہ جناب فاطمہؑ پر گذر فرماتے ہوئے جب کہ یہ نماز فجر کے لئے نکلتے تھے۔

فرماتے تھے۔ **اَلصَّلٰوۃُ اَهۡلَ بَیۡتِ اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ الایۃ** یہ یعنی نماز کا وقت ہے اے اہل بیت اللہ تعالیٰ کا ارادہ تطہیر آپ کے لئے ہو چکا ہے اور اس کتاب الشرف المو بد صفحہ ۹ میں ہے کہ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں پندرہ روایات باسانید مختلفہ اس مسئلہ میں لکھی ہیں کہ آیت تطہیر میں اہل تیب سے مراد وہی جناب نبیؐ و جناب علیؑ و جناب فاطمہؑ و جناب حسنؑ و حسینؑ ہیں اور اس کے بعد صرف ایک روایت اسبارہ میں لکھی ہے کہ مراد ازواج ہیں۔

ابن مردویہ باسناد و ابن المنذر اور ترمذی مع تصیح و باسناد بیہقی و حاکم مع تصیح حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے اس میں چادر میں لا کر فرمایا ہے **اللھم ھؤلا اھل بیتی و خاصتی فاذھب عنھم الرجس و طھر ھم تطھیرا۔**

تین بار فرمایا ام سلمہ فرماتی ہیں۔ میں نے اپنا سر اس پردہ کے اندر کیا اور کہا کہ میں بھی آپ کے ساتھ ہوں فرمایا تو بھی اچھی ہے۔ اس میں طبرانی کی روایت کے اندر اس طرح ہے ام سلمہؓ فرماتی ہیں میں نے پردہ اٹھایا اور اس میں داخل ہونا چاہا تو نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے پردہ کو میرے ہاتھ سے کھینچ لیا۔ اور فرمایا **انک علی خیر**

اور اسعاف الراغبین برحاشیہ نور الابصار طبع مصر صفحہ ۸۲-۸۳ میں اس طرح ہے کہ **انک من ازواج النبی علی خیر** اور ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۹ میں **علی مکانک و انک علی خیر** ہے۔

کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۰۳ میں بھی اسناد ابو یعلے و ابن عساکر اور مسند احمد ج ۷ ص ۳۰۴ میں دو اسنادوں اور ذخائر العقبیٰ للحافظ المحب الطبری مطبوعہ قاہرہ (مصر) ص ۲۱ میں بعینہ مروی ہے **بلفظ فجذبہ رسول اللہ من یدی الخ اخرجہ الاولا ہی فی الطاریۃ الطاهرۃ** اور حدیث کساء باب فضائل الحسنین صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۸۳ مروی ہے۔

اور ترمذی جلد ۲ ص ۲۱۹ میں ہے جب آیت تطہیر اتری تو نبی نے جناب فاطمہ و حسنین و علی کو بلایا اور چادر اوڑھا کر فرمایا **اللھم ھؤلاء اھل بیتی طھر ھم تطھیرا** ابن مردویہ اور خطیب کی روایت میں اس طرح ہے یعنی فرمایا تو ازواج سے اپنے مرتبہ پر اچھی ہے مگر اس مخصوص منزل اہل بیت میں نہیں مسند احمد جلد ا صفحہ ۲۹۶ مسند ام سلمہ میں باسناد مروی ہے کہ جب جناب علیؑ و زہرا و حسنین تشریف لائے نبی صلی علیہ و آلہ وسلم نے حضرت ام سلمہ سے فرمایا تو اٹھ جا اور فرمایا **تنحی لی عن اھل بیتی** تو ہمارے اہلبیت سے ایک طرف ہو جا۔ ام سلمہ فرماتی ہیں **فتنحت فی نلحیۃ البیت** گھر کے ایک گوشہ میں ہو گئی یا میں ایک طرف ہو گئی نبیؐ نے علیؑ و فاطمہؑ کو دائیں بائیں بٹھایا اور حسنینؑ کو گود میں لیا اور چادر اوڑھائی الخ اور مسند احمد ج ۶ ص ۳۰۴ میں حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے فرماتی ہیں نبیؐ نے فرمایا **قومی عن اھل بیتی** یعنی میرے اہل بیت سے الگ اٹھ جا اور کنز العمال ج ۷ ص ۱۰۳ میں باسناد ابن ابی شیبہ بعینہ مثل الفاظ روایت مسند کے **تنحی لی عن اھل بیتی** مروی ہے اور زیادہ کیا کہ نبی نے اپنا دایاں ہاتھ علیؑ کے گلے میں ڈالا اور بایاں ہاتھ حضرت زہراؑ کے گلے میں اور صواعق محرقہ طبع مصر ص ۱۳۷ میں لکھا ہے کہ دوسری روایت میں ہے ام سلمہؓ نے جب ارادہ کیا کہ اس چادر کے اندر داخل ہو **فقال صلعم بعد منہ لھا انت علی خیر** یعنی نبیؐ نے چادر میں داخل ہونے سے منع فرمایا کر فرمایا تو بھی اچھی ہے اور دوسری روایت میں ہے ام سلمہؓ نے کہا یا رسول اللہ اور میں تو حضور نے فرمایا **و انت من اھل بیت العلم** تو عام گھر والوں میں سے ہے بدلیل الروایت الاخر دوسری روایت کی دلیل سے انتہی من الصواعق اور درمنثور ج ۵ ص ۱۹۸ میں الفاظ یہ ہیں **الی الخیر انک من ازواج**

النبی و انت علی مکانک و انک علی خیر اب معنی صاف ہو گیا کیونکہ بعض احادیث بعض کی مفسر ہوتی ہیں کسی روایت میں حضرت ام سلمہ کو من اھل کسی میں علی مکانک کسی میں ازواج النبیؐ کسی میں من اھل بیت العام کسی میں علے خیر فرمایا حسب اعتراف ابن حجر مطلب یہ ہوا کہ تو میری ازواج میں سے اپنے مکان و مرتبہ پر بہتر ہے مگر اس مرتبہ خاص میں داخل نہیں اس لئے اس جگہ سے اٹھ جانے اور میرے اہل بیت سے دور ہو جانے کا حکم دیا پس باوجود پاس ہونے اور درخواست کرنے کے لئے حضرت ام سلمہؓ کے ان کا اس درجہ خاص سے بہ نص رسول مقبول صلعم خارج ہونا قاطع اس امر کی ہے کہ ازواج النبی اس آیت تطہیر میں داخل نہیں ہیں اور الدین الخالص میں حدیث ابی ذربا سند احمد کہ اہل بیتؑ مثل سفینہ نوح کے ہیں لکھ کر سید صدیق حسن لکھتے ہیں یہاں اہل بیت سے مراد بالخصوص عترۃ مطہرہ ہیں ازواج النبی اس میں داخل نہیں ان کے لئے اور احادیث ہیں جو ان کو کافی ہیں انتہٰی۔ معالم التنزیل جلد ۳ صفحہ ۱۵۳ پ ۲۲ میں ہے۔

و ذھب ابو سعید الخدریؓ و جماعۃ من التابعین منھم مجاہد و قتادۃ و غیرھما الی انھم علی و فاطمۃؑ والحسنؑ و الحسینؑ۔

حدیث ثقلین میں اہل بیت کو لازم ملزوم کتاب اللہ کا قرار دینا اور قیامت تک جدا نہ ہونے کی خبر دینا خود دلیل ان کی عصمت و طہارت کی ہے اور حدیث کے الفاظ **ھؤلاء اھل بیتی** اور صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۷۸ میں **ھؤلاء اھلی** مفسر حقانی کی زبانی آیت تطہیر کی ایسی تفسیر ہے جو سب مفسرین کی تفاسیر پر ترجیح رکھتی ہے تذکیر ضمیر وغیرہ کی بحث کی بھی کوئی ضرورت نہیں مورد وحی قرآن کے معنے کو خوب جانتا ہے جس نے امت کو سمجھانے اور سنانے اور دکھانے کی غرض سے **اللھم** فرما کر خدا کو حاضر ناظر کر کے اور بروایت اتفاق (جو روایت اہل بیت امان ہیں کے بعد آئندہ آئے گی) حلفیہ بیان میں فرمایا کہ یہی میرے اہل بیت ہیں اگر خدا تعالیٰ کا مقصود ان اہل بیت سے کوئی دوسرا ہوتا تو کم از کم وحی کے ذریعہ اصلاح فرما دی ہوتی معلوم ہوا کہ خدا اور رسول کے نزدیک اور ان کے منشاء کے مطابق آیت تطہیر اور حدیث ثقلین میں اہل بیت اور عترت رسول کے یہی مخصوص افراد مراد ہیں اور ان کی نص سے ان کے مابعد مخصوص افراد مقصود ہیں یہ سب اہتمام رسول

اللہ نے اس لئے فرمائے تھے کہ لغوی معنی سے گھر میں ازواج و اولاد و کنیز و غلام سب گھر والے ہوتے ہیں مگر ظاہر فرمایا کہ اہل بیت النبوۃ اور وارث علم نبوت کے خدا اور رسول کی اصطلاح میں اس درجہ عالیہ تطہیر و قرین قرآن ہونے میں سب گھر والے مراد نہیں بلکہ یہی مخصوص افراد ہیں دیکھو لفظ **اهل بیتی و خلصتی** (صواعق ص۸۵ مع تصحیح) چنانچہ حضرت ام سلمہؓ زوجہ نبی نے خواہش فرمائی کہ داخل چادر ہو کر اس درجہ پر فائز ہو جائیں تو فرمایا میرے اہلبیت سے الگ اٹھ جا بہ تعمیل حکم وہ اٹھ کر گھر کے ایک گوشہ میں جا بیٹھیں ان الفاظ پر خاص غور کرو۔ پھر چادر کے اندر ان افراد کو محصور فرمایا **هولاء** مُشاذُ الیہم قرار دیتے ہوئے مخصوص فرمایا حلف اٹھا کر فرمایا رفع شبہ کے لئے مزید بر آن چھ ماہ یا نو ماہ متواتر دروازہ خاتون جنت کو ممتاز فرمایا اس پر کھڑا ہو کر مورد و مقصود آیت کا عملی شکل میں ظاہر ہے فرمایا خاص گھر کا نشان دیا اور ان مواقع پر اس آیت تطہیر کو تلاوت فرماتے رہے۔ (صواعق ص ۸۶ میں محب طبری سے) مکرر سہ کرر نبیؐ جناب فاطمہ کے گھر میں اور کبھی حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں یہ عمل تخصیص افراد کا کر کے دکھاتے سناتے رہے۔ در منثور جلد ۵ ص ۱۹۸ میں ہے چادر سے ہاتھ نکال کر آسمان کی طرف اشارہ فرمایا اور فرمایا خدایا گواہ رہ یہی میرے اہل بیت اور خواص ہیں تین بار فرمایا الخ اتنے انتظامات کے بعد کیا کسر باقی تھی جو نبیؐ اور عمل میں لاتے۔ افسوس کہ متشککین پھر بھی شک کی مرض میں گفتار ہیں۔ در منثور جلد ۵ ص ۱۹۵ء و کنزالعمال جلد ۷ ص ۱۰۳ میں باسانید معتبرہ تبصریح تصحیح۔

اور امام جلیل القدر خاتم الحافظ جلال الدین سیوطی اپنی تفسیر در منثور جلد ۵ صفحہ ۱۹۸ و صفحہ ۱۹۹ میں پہلے تفسیر اس آیت تطہیر میں تین روایات اس امر کی لکھی ہیں کہ اہل بیت سے مراد ازواج ہیں اور پھر ساتھ ہی بیس روایات اسانید مختلفہ کی لکھی ہیں کہ مراد اہل بیت سے جناب نبی صلعم و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ اور صحیح مسلم جلد ص ۲۸۰ میں زید بن ارقم سے روایت ہے کہ حدیث ثقلین بیان کرتے ہوئے راوی نے پوچھا کہ ازواج نبیؐ بھی اہل بیت سے ہیں تو زید نے کہا کہ نہیں ہیں خدا کی قسم تحقیق عورت مرد کے ساتھ کچھ زمانہ رہتی ہے پھر وہ اس کو طلاق دے دیتا ہے اور وہ اپنے باپ اور قوم کی طرف رجوع کرتی ہے (تو کس طرح دائمی طاہرات سے ہو سکتی ہے) اس طرح

صواعق محرقہ ص ۸۹ میں بھی ہے اور خصائص کبریٰ مولفہ سیوطی جلد۲ ص ۲۶۴ میں ہے
کہ حاکم نے ام سلمہؓ سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا جب میرے گھر میں آیت تطہیر انما
یرید اللہ الایتہ اتری تو آدمی بھیج کر رسول اللہ صلعم نے علیؑ و فاطمہؑ و حسنینؑ کو بلایا اور
فرمایا یہی میرے اہل بیت ہیں اور خصائص کبریٰ جلد۲ ص ۲۶۶ میں ہے حاکم نے ابن عباس
سے مرفوعاً روایت کیا ہے نبی صلعم نے فرمایا ستارے زمین والوں کے لئے غرق ہونے سے
امان ہیں اور اہل بیت میرے امان ہیں اختلاف سے بس جب کوئی قبیلہ اہل بیت کے مخالف
ہو جائے تو آپس میں مختلف ہو کر شیطان کے گروہ ہو جاتے ہیں اور اس حدیث کو ابو یعلے
اور ابن ابی شیبہ نے حدیث سلمہ بن اکوع سے روایت کیا ہے (کذافی احیاء المیت فضائل
اہل البیت فضائل اہل البیت للسیوطی ص ۱۵ باسانید) اور اسی خصائص کبریٰ جلد ۲ ص
۲۴۳ و ۲۴۴ (درمنثور جلد ۳ ص ۳۱۴ و خصائص نسائی طبع مصر ص ۱۴ باسنادہ) میں ہے کہ
بیہقی نے سنن میں حضرت عائشہ سے مرفوعاً نبی صلعم سے روایت کیا ہے کہ نبی نے فرمایا
میں نہیں حلال کرتا مسجد حائض اور جنب کے لئے مگر محمد و آل محمدؐ کے لئے حلال ہے یعنی
اس میں سے گذرنا اور آرام کرنا (باسناد الترمذی و البزاز و ابی یعلی و ابن عساکر و زبیر بن بکار
مرفوعاً) اور صواعق محرقہ ص ۹۱ میں ہے حق سبحانہ فرماتا ہے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ایسی
حالت میں عذاب نہیں دیتا کہ تم اے نبیؐ ان کے اندر موجود ہو۔ نبیؐ نے اہل بیت کے
اندر اس معنی کے وجود کا اشارہ فرمایا کہ جیسے وجود نبیؐ امان ہے زمین والوں کے لئے ایسے
ہی اہل بیت نبیؐ کی موجودگی زمین والوں کے لئے امان ہے اور صواعق صفحہ ۹۰ میں ہے کہ
ثعلبی نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے فرمایا ہم حبل اللہ ہیں یعنی دین خدا کا مضبوط
رسا ہیں جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ فرمایا یعنی حبل اللہ کے ساتھ تمسک
کرو اور اس کو مضبوط پکڑو اور تفسیر اتقان جلد۲ صفحہ ۲۰۰ میں ہے کہ ترمذی وغیرہ نے عمرہ
بن ابی سلمہ سے روایت کیا ہے اور جریر وغیرہ نے ام سلمہؓ سے کہ تحقیق نبیؐ نے جناب
فاطمہؑ و علیؑ و حسنؑ و حسینؑ کو بلایا جب آیت انما یرید اللہ اتری اور نبی نے ان کو چادر
اوڑھائی اور فرمایا قسم ہے اللہ کی کہ یہی میرے اہل بیت ہیں پس بار خدایا ان سے پلیدی کو
دور رکھ پاک کر ان کو حق پاک کرنے کا! اور تفسیر نیشاپوری جز ۲۲ صفحہ ۱۰ میں ہے بتحقیق
آیت مباہلہ میں بیان ہو چکا ہے کہ اہل عباء یعنی چادر والے اہل بیت مراد ہیں۔ اور وہ نبی

ہیں کیونکہ وہ اصل ہیں اور فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ بھی بالاتفاق ہیں اور صحیح مذہب یہی ہے کہ حضرت علی بھی توجہ معاشرت دختر نبیؐ اور یگانگت اس کے ان کے ساتھ انہی اہل بیت میں سے ہیں۔ اور تفسیر ابن جریر جد ۲۲ میں تحت آیت تطہیر کے لکھا ہے ابوسعید خدری نے مرفوعا" نبیؐ سے روایت کی ہے کہ **انما یرید اللہ** پانچ تن کے حق میں اتری ہے میرے حق میں اور علیؑ و حسنؑ و حسینؑ و فاطمہؑ کے حق میں اور فخرالدین رازی نے تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۱۷۶ میں لکھا ہے تحقیق اللہ نے نفوس انبیاء کو اخلاق ذمیمہ ہم کہتے ہیں کہ ان نفوس کو کیا ہوا ہے بلکہ اخلاق ذمیمہ سے جو اس کو کیا ہے جیسا کہ فرمایا حق سبحان بالکمال اور تفسیر کلیل مولف جلال الدین سیوطی ہے کہ اس آیت تطہیر سے ایک گروہ کی دلیل لیتا ہے کہ اجماع اہل بیت قطعی ہے کیونکہ خطا ایک قسم کی رجس اور صفت ذمیمہ ہے چاہئے وہ بمقتضائے آیت کے اہل بیت میں نہ ہو اور نہج البلاغہ مطبوعہ طہران صفحہ ۶۳ میں ہے۔

کہ علیؑ نے فرمایا خبردار کہ آل محمدؐ کی مثال آسمانی ستاروں کی ہے جب ایک ستارہ غروب ہو جائے تو ایک اور طلوع ہوتا ہے یعنی کوئی زمانہ محض تاریکی کا نہیں ہوتا (مولف کا قول ہے میں کہتا ہوں) تحقیق حق ظاہر ہے لیکن حق کو اکثر لوگ' نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ایسی مصیبت کے وقت میں انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھنا موزون معلوم ہوتا ہے۔

کیونکہ ثقل اصغر ثقلین میں سے اہل بیت ہیں جن کی موجودگی نبیؐ میں ترک کر دیا گیا ہے اور صرف کتاب اللہ کو کافی کہا گیا (امیر عمر صاحب نے قصہ قرطاس میں حسبنا کتاب اللہ کہا) اور حقیقت میں کتاب کو بھی جواب کے لئے ڈھال بنا لیا گیا کہ سامعین انکار کلی میں معترض نہ ہوں ورنہ اصل میں دونوں ثقلین کو متروک کر دیا گیا (کیونکہ عارف بالقرآن کو ترک کرنا قرآن کو ترک کرنا ہے) اور قرآن و اہل بیت کے ساتھ وہ سلوک کیا گیا جو آئندہ بیان ہو گا اور مخالفین اہل بیت نے اپنی خواہشوں اور فکروں کی پیروی کی اور اختراعی مسائل اپنی طرف سے ہر زمانہ میں نکالے اور اہل بیت کو بالکل ترک کر دیا۔ فلک النجات جلد ۱ ص ۶۵ سطر ۴۔

جناب علامہ محمد مہدی الآصفی اہل البیت کے صفحہ ۹۳ پر تحریر فرماتے ہیں اہل بیت کون لوگ ہیں؟

۱۔ اہل بیت کی تعریف کے سلسلہ میں وہ صحیح و صریح روایات کافی ہیں جن میں یکے بعد دیگرے ان حضرات کے اسمائے گرامی صراحت کے ساتھ ذکر کیے گئے ہیں۔ اگرچہ ایسی روایات (جن میں اسماء کا ذکر ہے) اس سلسلہ میں وارد ہونے والی روایات کے مقابلہ میں کم ہیں۔

معلوم یہ ہوتا ہے کہ رسول خدا "اہل البیت کا لفظ جو قرآن میں آیا ہے۔" اس کے مصداق کو مشخص و معین کرنے میں شدت پسندی سے کام لیتے تھے اور اس کلمہ (اہل بیت) کو دوسروں کی لیے استعمال کرنے سے اور جو لوگ اہل بیت میں داخل نہیں ان کو اہل بیت میں داخل کرنے سے سختی کے ساتھ ممانعت فرماتے تھے۔ مثلاً عبداللہ بن جعفروالی روایت میں اہل بیت کے اسماء کو معین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" میرے پاس بلاؤ 'میرے پاس بلاؤ! ۔ صفیہ نے پوچھا: کس کو؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: میرے اہل بیت علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ حسینؑ کو۔ پھر اہل بیت میں آپ حضرات ہی کو منحصر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: پالنے والے یہی میری آل ہیں

فصل علی محمد وال محمد

اس کے بعد خدا قرآن میں محکم آیت نازل کرتا ہے:

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْہِبَ عَنکُمُ الرِّجْسَ اَھلَ البَیْتِ وَیُطَھِّرَکُم تَطھِیراً۔

جو شخص بھی عربی کلام کے اسلوب سے واقف ہے وہ جانتا ہے کہ (**اللھم ھؤلاء آلی**) کی دلالت اس بات پر ہے کہ اہل بیت کا انحصار انھیں لوگوں میں ہے اور ان کے علاوہ دوسروں سے اہل بیت کی نفی کی گئی ہے۔

۳۔ اہل بیت کو خوب مشخص و معین کرنے کے لے چادر کا حصار کرتے ہیں جیسا کہ ام سلمہؓ کی روایت میں ہے کہ:

رسول خدا نے حسنؑ و حسینؑ اور فاطمہؑ کو بلا کر اپنے سامنے بٹھایا اور علیؑ کو بلا کر اپنے پیچھے بٹھایا۔ اس کے بعد اپنے اوپر اور ان لوگوں پر چادر ڈال کر فرمایا: خداوندا! یہی میرے اہل بیت ہیں لہٰذا ان سے رجس کو دور فرما اور ان کو پاک و پاکیزہ قرار دے"

اہل بیت کو انہی حضرات میں منحصر کرنے کی سب سے عمدہ یہی صورت ہو سکتی تھی۔ گویا رسول خدا لوگوں کے شک وشبہ والے عذر کو بھی ختم کر دینا چاہتے تھے اس لیے ایک چادر کے نیچے سب کو جمع کر کے فرمایا تاکہ شک کا سوال ہی نہ رہے اور مکمل طور سے انحصار ثابت ہو جائے۔

۴۔ جب رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ و حضرت فاطمہؑ و امام حسنؑ و امام حسینؑ کو بلا کر چادر کے نیچے اکٹھا کر کے فرمایا: میرے معبود یہی میری اہل بیت ہیں ان سے رجس کو دور فرما اور پاک وپاکیزہ قرار دے۔

تو جناب ام سلمہؓ جن کے بیت اشرف میں یہ آیت نازل ہوئی اپنی تمنا دل میں لیے ہوئے آنحضرت سے بولیں:

"اے رسولؐ خدا! کیا میں بھی ان کے ساتھ ہوں؟"

آنحضرتؐ نے فرمایا:

"تم اپنی جگہ پر ہو اور تم خیر پر ہو"

رسول خداؐ نے جناب ام سلمہؓ کے خیر پر ہونے کی نفی نہیں فرمائی لیکن اہل بیت سے ہونے کی نفی کر دی حالانکہ وہ آنحضرتؐ کی بیوی تھیں امہات المومنین میں سے تھیں اور جب یہ روایت صحیح ہے تو پھر امہات المومنین کو اہل بیت میں داخل کرنے کی کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی۔

۵۔ اس کے علاوہ رسول خداؐ نے خود ہی اتنی وضاحت فرما دی ہے جس سے شک کی گنجائش ہی ختم ہو گئی۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"یہ آیت میرے اور علیؑ اور حسنؑ و حسینؑ و فاطمہؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے"

اب آپ بتائیے کہ نزول آیت کے زمانہ ہی میں جب رسولؐ نے بیان کر دیا کہ اہل بیت سے مراد یہی حضرات ہیں تو پھر کیا اس کے بعد بھی شک کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟

اور کیا اس وضاحت کے بعد کسی کو یہ شک ہو سکتا ہے کہ یہ آیت کریمہ ان پانچوں حضرت رسول خداؐ، حضرت علیؑ مرتضیٰؑ، حضرت فاطمہ زہراؑ، حضرت حسن مجتبیٰؑ، حضرت حسینؑ (شہید کربلا) کے بارے میں نازل نہیں ہوئی؟

علامہ شرف الدین رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"تمام اسلامی مذاہب کے اہل قبلہ کا اجماع ہے کہ جب آیت تطہیر نازل ہوئی تو آنحضرتؐ نے حسنینؑ اور حضرت علیؑ و حضرت فاطمہؑ کو اپنے پاس اکٹھا کر کے اپنے ساتھ ان لوگوں پر بھی ایک چادر ڈالی تاکہ یہ حضرات تمام بیٹوں، نفسوں اور عورتوں سے متمیز ہو جائیں جب سب کے سب تمام خاندان سے الگ ہو کر چادر کے نیچے آ گئے تو اسی حالت میں ان کو رسول خداؐ نے آیت سنائی۔ اس عمل کا مقصد صرف یہ تھا کہ آل اور اصحاب میں سے کسی ایک فرد کو اس میں شرکت کی طمع نہ رہے چنانچہ آپؐ نے تمام لوگوں سے علیحدگی میں صرف انہیں حضرات کو مخاطب کر کے فرمایا:

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔

پس ان حضرات پر پردہ ڈال کر ان کو شک و ریب کے پردہ سے الگ کر دیا اور شبہات کو ختم کر دیا لہٰذا آپ کی حکمت بالغہ کی بنا پر اہل بیت میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہو سکا اور بلاغت بیان کی شعاعوں سے آنحضرتؐ کا مقصد واضح روشن ہو گیا۔ والحمد للہ رب العالمین"

۶۔ اہل بیت کو صرف ان پانچ افراد میں معین کرنے کے لئے اور دوسروں سے نفی کرنے کے لئے اور امت کو اس طرح اطلاع دینے کے لئے جس سے اہل بیت کے عدد کے بارے میں کوئی شک و شبہ نہ ہو سکے۔ آنحضرتؐ نزول آیت کے بعد روزانہ مسلمانوں کی موجودگی میں جناب سیدہؑ کے دروازے پر اس آیت کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ابو برزہ کہتے ہیں۔

"میں نے رسول خداؐ کے ساتھ ۱۷ مہینہ نماز پڑھی۔ آپؐ جب اپنے گھر سے نکلتے تھے تو سیدھے باب فاطمہؑ پر آ کر فرماتے تھے اَلصَّلٰوۃُ عَلَیْکُم اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔

ابن عباس کا بیان ہے:

"میں رسول خداؐ کے ساتھ نو ماہ رہا۔ روزانہ آنحضرتؐ نماز کے وقت حضرت علیؑ کے دروازے پر آ کر فرماتے تھے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ اَھْلَ الْبَیْتِ (اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا) اور روزانہ پانچ مرتبہ آپ کا یہی معمول تھا۔

مالک بن انس کہتے ہیں:

"میں نے رسولؐ خدا کے ساتھ ۱۷ ماہ نماز پڑھی' جب آپؐ اپنے گھر سے نکلتے تھے تو جناب فاطمہؑ کے دروازے پر آکر فرماتے تھے:

الصلوٰۃ علیکم (اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡھِبَ عَنکُمُ الرِّجۡسَ اَھلَ البَیۡتِ وَ یُطَھِّرَ کُمۡ تَطۡھِیۡرًا) اور یہ عمل روانہ پانچ مرتبہ فرماتے تھے۔

آیت کے بارے میں لوگوں کو یہ اشتباہ نہ ہونے پائے کہ اہل بیت سے کون حضرات مراد ہیں۔ اس لئے آنحضرتؐ نے یہ عجیب و غریب طریقہ استعمال کیا تھا تاکہ اہل بیت کا انحصار انہیں حضرات میں رہے اور ان میں کوئی دوسرا داخل نہ ہو سکے۔

یہ بات بھی شک سے بالا ہے کہ اس امر کی تبلیغ اور اہل بیت کی حد بندی کے لئے آنحضرتؐ نے جو اتنا اہتمام فرمایا تھا اس کا کوئی نہ کوئی اہم مقصد تو رہا ہی ہو گا اور واقعاً" اس کا نتیجہ بعد میں مسلمانوں کی تاریخ و حیات و دین میں مرتب ہو کے رہا۔

اگر آیت کا مقصد صرف اہل بیت کا احترام ہوتا کہ یہ رسولؐ کے قرابت دار ہیں اس لئے ان کا احترام کرنا چاہئے تو پھر رسول خداؐ کو اتنے اہتمام و تاکید اور ان کے ناموں کے اعلان اور ان کے انحصار کے لئے اتنے مختلف طریقے استعمال کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھیں اور نہ ہی جناب زہراؑ کے مکان کے سامنے روزانہ پانچ مرتبہ یا کم از کم ہر نماز کے وقت بنا بر اختلاف روایات 6 ماہ یا 7 ماہ یا 8 ماہ یا 9 ماہ مسلمانوں کے سامنے مسلسل اعلان کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ یقیناً" یہ عجیب بات تھی اور اس میں کوئی راز پوشیدہ تھا اور کسی نہ کسی طرح اس حقیقت کو آنحضرتؐ مختلف بیانات اور مختلف طریقہ ہائے عمل سے آشکار کرنا چاہتے تھے۔

اس لئے کبھی تو اہل بیت کا نام بتاتے تھے۔

کبھی ان کے منحصر ہونے کو بتاتے تھے اور فرماتے تھے:

اللھم ھولاء الی.........

اور کبھی ان کو ایک چادر کے نیچے جمع کر کے فرماتے تھے جس میں کسی دوسرے کو داخل نہیں ہونے دیتے تھے۔

انتہا یہ ہے کہ اپنی بیوی ام سلمہؓ کو اس کے اندر داخل ہونے سے منع کر دیتے تھے اور

کبھی ہر ایک کا تعارف کیے بعد دیگرے نام بنام کراتے تھے۔

اور کبھی اہم ترین افراد امت کو اپنے ہمراہ لے کر مدتوں در سیدہؑ پر آکر سلام کرتے اور ان کی طہارت کا اعلان فرماتے تھے۔

پالنے والے ہم گواہی دیتے ہیں کہ تیرا رسولؐ یہ سب بغیر کسی مقصد یا حکمت کے نہیں کرتا تھا۔ معبود تو نے اپنے نبیؐ کو جس کی تبلیغ کا حکم دیا تھا اس نے اس کو پہنچا دیا اور باقاعدہ پہنچا دیا اور جتنی ذمہ داریاں ان کے سپرد کی تھیں ان سب کو پورا کیا۔ کسی کے لئے شک و شبہ کی گنجائش نہیں چھوڑی۔

اللهم اكتبنا من الشاهدين و اعنا على ما حملتنا

جناب جوادی اہل بیت کے ص ۲۲ پر تحریر فرماتے ہیں

آیت تطہیر کے سیاق وسباق سے یہ واضح کر دینے کے بعد کہ اہل البیت سے ازواج کا ارادہ نا ممکن ہے اور اس لفظ کے مصداق صرف خمسہ نجباء پیغمبرؐ اسلام، علی المرتضیٰؑ، حسن مجتبیٰؑ، حسینؑ مظلوم اور معصومہ عالم جناب فاطمہؑ ہیں۔ اس امر کی ضرورت رہ جاتی ہے کہ اس لفظ سے عقل و منطق کی روشنی میں بھی بحث کرلی جائے تاکہ تفسیر کی پیچیدگیوں سے آشنا افراد بھی یہ طے کرنے پر مجبور ہو جائیں کہ اہل بیت سے مراد صرف پنجتن پاک ہو سکتے ہیں۔

عربی زبان میں لفظ بیت کے معنی گھر کے ہیں اور اس گھر کا استعمال دو دو طریقوں سے ہوتا ہے یعنی مادی گھر...... اور معنوی گھر۔

مادی گھر اینٹ، چونا، گارا وغیرہ کے مجموعہ کا نام ہوتا ہے جس کے رہنے والوں میں اولاد، ازواج، اعزاء احباب یہاں تک کہ حیوانات و بہائم شمار ہو سکتے ہیں۔

معنوی گھر کسی ایک رشتے سے منسلک ہونے سے تشکیل پاتا ہے چاہے وہ خون کا ہو جس کی بنیاد پر گھرانے اور خاندان کی لفظ استعمال ہو سکتی ہے چاہے وہ رشتہ شرف و منزلت اور درجہ وحیثیت کا ہو جس کی بنا پر کسی خاندان یا کسی گھر کو خانوادہ علم و کمال کہا جاتا ہے

انسان چونکہ مادی نگاہ کا عادی اور اپنی عمومی زندگی میں مادیت ہی سے دوچار رہتا ہے اس لئے لفظ بیت کو سننے کے بعد ابتدائی طور پر اس کا ذہن مادی گھر کی طرف مڑ جاتا ہے۔ لیکن قرآن کریم کے معانی ومطالب کو سمجھنے کے لئے اتنی عجلت پسندی اور سہل انگاری سے کام لینا کسی

طرح مناسب نہیں ہے ۔ اس مقام پر یہ سوچنا انتہائی ضروری ہو گا کہ آیت میں وارد ہونے والی مدح "مادی گھر" کے تمام افراد پر منطبق ہو سکتی ہے یا نہیں .... اگر انطباق کا امکان پیدا ہو جاہے تو ظاہری معنی کا مراد لے لینا ہی زیادہ مناسب رہے گا اور اس طرح نبی کریم کے گھر سے تعلق رکھنے والا ہر انسان و حیوان آیت کا مصداق بن جائے گا۔ پنجتن پاک یا ازواج طیبات کی کوئی خصوصیت نہ رہ جائے گی۔

لیکن اگر یہ انطباق نا ممکن ہو جائے اس لئے کہ اس گھر سے تعلق رکھنے والے افراد کی اکثریت کے کردار میں آیت کے شایان شان پاکیزگی نہیں پیدا ہو سکی تو عقلی طور پر مجبور ہو کر یہ سوچنا پڑے گا کہ اس گھر سے مراد کوئی دوسرا گھر ہے جس سے افراد میں یہ انداز حتمی طور پر پایا جاتا ہے۔

آیت کے اسلوب بیان میں یہ نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ پروردگار عالم نے طہارت کی ذمہ داری لفظ "ارادہ" سے لی ہے جس میں تبدیلی نا ممکن ہے۔ حالانکہ اس مادی گھر کے افراد کے کردار میں تبدیلی کے امکانات قوی ہیں۔ زوجہ جب تک زوجیت میں رہے گی گھر والی کہی جا سکتی ہے لیکن جس دن طلاق دے کر یہ رشتہ توڑ دیا جائے گا تو اس دن سے گھر والی نہیں کہی جا سکتی جس کے معنی یہ ہوں گے کہ ارادہ الٰہی دائمی نہیں رہ سکا اور طہارت کی میعاد ختم ہو گئی۔ ظاہر ہے کہ یہ بات آیت میں وارد ہونے والے صیغہ مضارع سے انتہائی تضاد رکھتی ہے ...... ماننا پڑے گا کہ آیت میں کوئی گھر ایسا مراد ہے جس کا رشتہ ٹوٹ نہ سکتا ہو۔ تاکہ آیت کا تسلسل بھی باقی رہے اور ارادہ الٰہیہ کی حتمیت پر بھی حرف نہ آئے۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی کچھ کم قابل توجہ بات نہیں کہ فصیح و بلیغ کلام میں حکم اور موضوع حکم کی مناسبت انتہائی ضروری ہے آپ جب کسی شخص کے احترام کے لئے اٹھتے ہیں تو اس کے لئے وہی لفظ استعمال کرتے ہیں جو اس تعظیم سے مناسبت رکھتا ہو مثلاً" تشریف لایئے سرکار ...... جناب .... قبلہ ...... نواب صاحب ...... اعلیٰ حضرت وغیرہ۔

حالانکہ اس شخص میں کچھ اور بھی صفات ہو سکتے ہیں جن سے یاد کیا جا سکتا ہے لیکن موقعہ کی مناسبت سے انہیں نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ جس طرح کہ ایک فاسق و فاجر بد کردار لیکن پابند صوم صلواۃ آدمی کی ملامت اور سرزنش کے وقت اس کی بد کرداری کا تذکرہ کیا جاتا ہے

اور اس کے اعمال خیر کو ترک کر دیا جاتا ہے یا ان کا تذکرہ صرف بطور حوالہ یا عبرت ہوا کرتا ہے۔

اس قانون کے تحت آیت میں یہ دیکھنا ہو گا کہ پاک ہونے والے افراد کے لئے خطاب کے جو جو طریقے اختیار کئے جا سکتے تھے اور انہیں جس جس لقب سے یاد کیا جا سکتا تھا...... ان سب کو ترک کر کے قدرت نے لفظ "اہل بیت" کا انتخاب کیوں کیا...... کیا نبیؐ کے چھوٹے سے مکان میں اینٹ اور چھپر میں کوئی ایسی بات تھی جو تطہیر سے مناسبت رکھتی ہو...... یا حضورؐ کے نسب و خاندان میں کوئی ایسی خصوصیت تھی جو ذکر تطہیر کے شایان شان ہر جبکہ اسی خاندان میں ابو لہب جیسے لوگ پیدا ہو چکے تھے۔ یقیناً" ایسا کچھ نہ تھا...... تو پھر ماننا پڑے گا کہ اس آیت سے مراد کوئی اور گھر ہے جو اعلان تطہیر کے لئے ساز گار اور پاکیزہ شخصیتوں کے لئے معرف بن سکتا ہو۔

اس مقام پر یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ اکثر صحیح و معتبر روایات میں حضور اکرمؐ نے آیت تطہیر کے ممدوحوں میں خود اپنی ذات مقدس کا شمار کیا ہے ...... حالانکہ بیت سے مادی گھر یا خاندان مراد لینے کی صورت میں یہ بات خلاف فصاحت و بلاغت ہو گی۔ اس لئے کہ اہل زبان کے نزدیک کسی شخص کے گھر والوں یا خاندان والوں میں خود اس کا شمار نہیں ہوا کرتا...... آپ سے اگر آپ کے گھر والوں کی فہرست دریافت کی جائے تو آپ کبھی اپنا نام نہیں لیں گے ...... اس طرح آپ کے خاندان کے افراد کے بارے میں سوال ہو تو اپنے علاوہ سب کے نام درج کر دیں گے...... یہ ضرور ہے کہ اگر گھر کے رہنے والے یا شجرہ نسب کے شرکاء کا ذکر آئے گا تو آپ کا نام بھی زیب فہرست ہو گا لیکن یہ صرف اس لئے ہے کہ اب تذکرہ صرف گھر اور خاندان کا ہے۔ آپ کے گھر والوں اور آپ کے خاندان والوں سے یہ بات الگ ہو چکی ہے۔

ان تمام نکات و خصوصیات کو پیش نظر رکھنے کے بعد صرف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ لفظ "اہل بیت" سے مراد نہ نبی کریمؐ کے مادی گھر والے ہیں اور نہ آپ کے خاندان والے ...... بلکہ اس بیت سے مراد یا خلاق کائنات کا گھر ہے جسے خانہ کعبہ کہا جا سکتا ہے اس لئے کہ کسی کلام کا متکلم جب لفظ کے مضاف الیہ کا تذکرہ نہیں کرتا تو وہ لفظ اس کی طرف منسوب کر دی جاتی ہے آپ جب بھی کسی دوست سے مل کر یہ بیان کرتے ہیں کہ "الحمد للہ والد ماجد بخیریت ہیں" "ہمشیرہ

عزیزہ کے فرض سے سبکدوشی ہو چکی ہے" "بھائی صاحب فلاں کام کر رہے ہیں" تو سننے والا آپ ہی کے والد و ہمشیرہ ، برادر کو سمجھتا ہے کسی اور کی طرف اس کا ذہن بھی منتقل نہیں ہوتا اور یہ صرف اس لئے ہوتا ہے کہ عقلی طور پر جب تک متعلق چیزوں کا ذکر نہ ہو گا کلام اپنے متکلم ہی کی طرف منسوب کیا جائے گا۔ آیت مبارکہ میں بھی گھر والوں کا تذکرہ ہے لیکن یہ نہیں بیان کیا گیا کہ یہ لوگ کس کے گھر والے ہیں۔ اس لئے عقلی قاعدہ کی رو سے اللہ کے گھر والے ہی مراد ہونے چاہئیں اور یہ بات اس لئے بھی قرین قیاس ہے کہ بیت اللہ اعلان طہارت کے لئے انتہائی ساز گار اور مناسب ہے۔ کل حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کو بیت کی تطہیر کا حکم دیا گیا تھا **وعهدنا الی ابراهیم و اسماعیل ان طهرا بیتی للطائفین و العاکفین**

ترجمہ: ہم نے ابراہیم و اسماعیل سے عہد لیا کہ ہمارے مکان کو طواف و اعتکاف رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے پاک پاکیزہ بنائیں۔

اور آج آیت تطہیر میں اہل بیت کی طہارت کا اعلان ہو رہا ہے ظاہر ہے کہ جب "بیت" اتنا پاک و پاکیزہ ہو کہ خلیل و ذبیح کے ہاتھوں سے تعمیر ہونے کے باوجود دوبارہ اس کی طہارت کا اہتمام کیا جائے تو اہلبیت کی طہارت کا بھی یہی عالم ہونا چاہئے کہ ارادہ الٰہیہ کو ان کے کمال طہارت میں منحصر کر دیا جائے۔

بیت کے یہ وہ معنی ہیں جن کی بنیاد پر ان روایات کی بھی تصحیح کی جا سکتی ہے جن میں حضور اکرمؐ نے اپنی ذات مقدس کو بھی آیت کا مصداق قرار دیا ہے۔

آیت تطہیر میں لفظ "بیت" کا دوسرا مصداق معنوی گھر بھی ہو سکتا ہے جسے عرف عام میں "بیت الشرف" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ بیت الشرف سے مراد در حقیقت انسان کے واقعی فضل و کمال کا دائرہ ہوتا ہے لیکن ظاہر بین نگاہیں اسے بھی مادی گھر پر منطبق کر لیتی ہیں جس کی حقیقت ایک مجازی استعمال سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ اس بنا پر بیت کا مضاف الیہ نبی کا وہ واقعی شرف بھی ہو سکتا ہے جس کے اہل اعلان تطہیر کے مستحق اور جس کا دائرہ ذات سرور کائنات سے لیکر پنجتن پاک کو شامل ہو جاتا ہے۔ نبی اکرمؐ کے اسی بیت الشرف کی طرف آنحضرتؐ کے مختلف کلمات میں اشارہ کیا گیا ہے جہاں خانوادہ عصمت کے افراد کو اہل بیت کے بجائے اہل بیت نبوت کے نام سے یاد کیا گیا ہے مقصد یہ ہے کہ دنیا نبیؐ کے گھر سے تعلق رکھنے والوں کو ان افراد سے الگ رکھے

جن کا تعلق نبیؐ کے مادی یا نسبی گھر سے نہیں ہے بلکہ وہ شرف نبوت کی چار دیواری سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کا رابطہ نبی کے منصب رسالت و پیغمبری سے ہے۔

میرے اس دعویٰ کی تائید لفظ البیت کے ال سے بھی حاصل کی جاسکتی ہے۔ اس لئے کہ یہ کلمہ اس مقام پر استغراق کے لئے تو نہیں ہو سکتا ورنہ ہر گھر والے کی طہارت کا اعلان کیا جائے گا جو قطعاً خلاف واقع ہے۔ جنس کے لئے بھی مراد لینا نتیجہ کے طور پر یہی قباحت رکھتا ہے۔ ماننا پڑے گا کہ یہ کلمہ کسی معہود شے کی طرف اشارہ کر رہا ہے اور وہ معہود ازواج کے گھر نہیں ہیں اس لئے کہ ان کے لئے بیت کی بجائے بیوت کی لفظ استعمال کی گئی اور جب یہ تمام صورتیں ناممکن ہیں تو وہ معہود یا بیت اللہ ہو گا یا بیت النبوۃ ...... بیت النبی کا استعمال ازواج کے سلسلے میں بے بنیاد ثابت ہو چکا ہے۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی اور آیت اللہ اشراقی تحریر فرماتے ہیں:

"اہل بیت" کے معنی کیا ہیں؟ کیا سارے "اہل قبلہ" یعنی تمام مسلمان اہل بیت علیہ السلام ہیں؟ اس لئے کہ کلمہ "اہل بیت" سے مراد عتیق یعنی خانہ کعبہ مقدسہ ہے؟ یا "اہل بیت" سے مراد بیت نبوت کی طرف منسوب افراد ہیں؟

یا جو کوئی پیغمبر اکرم سے قربت رکھتا ہے اور ان کے ہمراہ وہ ایک چھت کے سائے میں مجمع ہو سکتا ہے اور اہل بیت سے ہے؟ اور اس مفروضے کے لحاظ سے ازواج نبی، آپ کے فرزندان اور حضرت علی علیہ السلام سب کے سب اہل بیت کے عنوان میں داخل ہو جائیں گے؟

یا "اہل بیت" کے معنی ایک عرفی معنی ہیں، یعنی جو ایک مرد کی ازواج اور اس کے عیال پر عام طور پر صادق آتے ہیں اور اس طرح یہ عنوان نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حرم سرا سے تجاوز نہیں کرے گا؟ وغیرہ وغیرہ۔

مفسرین کی یہ تمام باتیں آیت کریمہ میں وارد شدہ کلمہ "اہل بیت" سے مطابقت نہیں رکھتیں۔ بلکہ یہ کلمہ ایک اشارہ کرنے والے عنوان کے طور پر ہے جبکہ اس سے ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو اس کے ساتھ ساتھ وقوع پذیر ہوا تھا۔ بالفاظ دیگر "اہل بیت" سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ازواج میں سے ایک زوجہ کا بیت مراد ہے اور اس پر الف لام عہد کا داخل ہے۔ جس سے "اہل بیت" میں شامل وہ افراد مراد ہیں جو اس خاص بیت (یعنی روایات کے مطابق حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بیت) میں اس مخصوص دن تشریف فرما تھے۔ یہ آیت بھی انہی افراد کی شان میں نازل ہوئی تھی اور (سابقہ بیانات کے مطابق) اس آیت کا مقصد انہیں مخصوص افراد کی برتری کو بیان کرنا ہے لہٰذا اہل بیت کے عنوان سے انہیں مخصوص ہستیوں کو یاد کیا گیا ہے۔

اس واقعہ کے مطابق "اہل بیت" سے ان پنجتن پاک کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں جمع ہوئے تھے۔

آیت کریمہ کے نزول کے ابتدائی ایام میں "اہل بیت" کے کلمے سے اس معنی کی طرف اشارہ کیا گیا تھا اور بات ایک اشارہ تک ہی محدود تھی لیکن رفتہ رفتہ اس کلمے نے ایک علمی مفہوم پیدا کر لیا اور پھر ان پنجتن پاک کے لئے یہ کلمہ ایک خاص عنوان قرار پا گیا۔

پس کہہ سکتے ہیں کہ ان تمام احتمالات میں یہی احتمال واقعیت سے مطابقت رکھتا ہے اور یہی حق ہے۔ اس مطلب کو روشن کرنے کے لئے مزید توضیح کی ضرورت ہے۔

ہمارا مدعیٰ

ہمارا مدعیٰ یہ ہے کہ "اہل بیت" وہ پنجتن پاک ہیں جو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں جمع ہوئے تھے اور یہ کلمہ "یوم الدار" کی طرح ہے کہ جس سے اس روز کی طرف اشارہ ہے جس روز حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نبوت کے اعلان کے لئے حضرت ابو طالب علیہ السلام کے گھر میں چند افراد کو بلایا تھا۔ بعد میں اس روز کے لئے "یوم الدار" کا کلمہ معین ہو گیا۔ لہٰذا کلمہ "الدار" سے حضرت ابو طالب علیہ السلام کا ہی گھر مراد لیا جاتا ہے۔ اسی طرح لفظ "اہل بیت" بھی ان پانچ مقدس افراد پر عائد ہوتا ہے جو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں جمع ہوئے تھے۔

اس مدعیٰ کے شواہد

آیت تطہیر سے قبل اور بعد میں جو آیات موجود ہیں ان میں کلمہ "بیت" صیغہ جمع کے ساتھ آیا ہے اور اسے ازواج کی طرف مضاف کر کے "بیوتکن" کے ساتھ بار بار ذکر کیا گیا ہے لہٰذا "اہل بیت" سے مراد انہیں بیوت سے ایک خاص بیت ہے یعنی انہیں کمروں میں سے ایک مخصوص کمرہ اور جب "بیوتکن" سے مراد ازواج کے کمروں کے علاوہ اور کوئی معنی نہیں ہے تو "البیت" بھی انہیں میں سے ایک کمرہ مراد ہو گا جو الف و لام کے داخل ہونے سے ایک مخصوص کمرہ مراد ہوا اور وہ تھا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا کمرہ۔ کیونکہ فریقین کا اتفاق ہے اور روایات بھی اس کی گواہ ہیں کہ یہ آیت کریمہ اسی تاریخی کمرے میں نازل ہوئی تھی۔

البتہ یہ دلیل ہمارے ان بیانات کی روشنی میں زیادہ پختہ اور واضح ہو جاتی ہے جو ہم نے ان آیات کی نظم و ترتیب کے متعلق عرض کئے ہیں اور ثابت کیا ہے کہ یہ سب اقدامات وحی کے تحت انجام دیئے گئے اور یہ ترتیب آیات خود نبی اکرم کے حکم سے وقوع پذیر ہوئی۔

۲۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آیت کریمہ کے نازل ہوتے ہی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے

انتہائی شوق کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا: "کیا میں بھی اس عنایت میں شامل ہوں جو اس آیت کریمہ کے تحت نازل ہوئی؟" لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ غور کیجئے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے اپنے بارے میں سوال کرنے کی وجہ کیا تھی اور انہیں کون سا توہم لاحق ہوا تھا اور کیوں؟ اس کے علاوہ اور کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے "اہل بیت" کے کلمہ سے اپنے گھر کے ساکنان کو مراد لیا۔ اس لئے یہ گمان کر لیا کہ اہل بیت علیہم السلام سے وہ سارے افراد مراد ہیں جو اس وقت اس گھر میں جمع تھے اس لئے وہ خود بھی اس عنایت میں شامل ہیں۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ انھوں نے سمجھا کہ "اہل بیت" سے تمام ازواج رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں' اس وجہ سے انھوں نے اپنے بارے میں سوال کیا تو جواب میں کہنا پڑے گا کہ پھر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فقط اپنے بارے میں ہی کیوں سوال کیا۔ تمام ازواج کے لئے کیوں سوال نہ کیا۔

۳۔ تمام معتبر اور مشہور روایات کے مطابق آیت تطہیر خود حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی شامل ہے لہٰذا سوائے اس کے اور کوئی ضرورت نہیں کہ اس سے ایک خاص بیت مراد لیا جائے کیونکہ "اہل بیت" کے دیگر معانی کے اعتبار سے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مراد ہونا صحیح نہیں بنتا۔

۴۔ کلمہ "اہل بیت" قرآن کریم میں ایک اور مقام پر بھی استعمال ہوا ہے۔ وہاں بھی وہی افراد مراد ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب گھر میں جمع تھے' کیونکہ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی زوجہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سمیت کمرہ استراحت میں آرام فرما تھے۔ ملائکہ جو قوم لوط کے بارے میں اپنا فریضہ پورا کرنے جا رہے تھے' راستہ میں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیٹھے تھے اور آپ کی زوجہ کھڑی ہوئی تھیں۔ ملائکہ نے حضرت سارہ کے حاملہ ہونے' اسحاق نامی فرزند گرامی کے پیدا ہونے اور اسحاق کے آئندہ ہونے والے ایک بیٹے (حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے) کے پیدا ہونے کی خوشخبری سنائی۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا اس خبر کو سن کر سخت متعجب ہوئیں کہ ضعیف العمر زوجین سے یہ بیٹا کیسے پیدا ہو گا؟ ان مامور ملائکہ نے اس تعجب بھرے سوال کے

جواب میں کہا: اللہ تعالیٰ کے کاموں پر تعجب مت کیجئے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں اور برکتیں تم اہل بیت علیہ السلام پر نازل فرما رہا ہے۔ کہا **قالو اتعجبين من امر الله رحمت الله و بركاته عليكم اهل البيت** (سورہ ھود ۷۳)

کیا یہاں کہا جا سکتا ہے کہ "اہل بیت" سے مراد تمام اہل قبلہ ہیں یا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تمام ازواج ہیں' یا ان کے تمام اقرباء ہیں؟ یقیناً" یہ تمام احتمالات غلط ہیں کیونکہ اس کمرے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی زوجہ ان مامور ملائکہ کی خدمت میں مشغول تھے لہٰذا ملائکہ نے چاہا کہ اس خاتون کے جواب میں اس امر کی وضاحت کر دیں کہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت ان دو افراد (زوجین) کو شامل ہو رہی ہے۔ اس بشارت کی ادائیگی کے لئے اس سے بہتر اور کوئی لفظ نہ تھا جس سے وہ اس بیت کی طرف اشارہ کریں جس میں یہ زوجین سکونت پذیر تھے اور اس کی اہل کو' جو ان دو افراد سے زیادہ نہ تھے' لطف و عنایت الٰہی کا مورد جانیں۔

۵۔ اس واقعے کے متعلق جس قدر روایات پائی جاتی ہیں ان میں ایسے شواہد موجود ہیں جو ہمارے مدعا کے اثبات کے لئے کافی ہیں اور وہ یہ ہیں۔

(ا) احمد بن حنبل کی روایت میں ہے کہ حضرت ام سلمہ نے کہا: "رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر میں تھے اور میں صندوق خانہ میں نماز پڑھ رہی تھی کہ اسی اثناء میں آیۃ تطہیر نازل ہوئی **فادخلت راسى فى البيت فقلت و انا معكم يا رسول الله** ؟ میں نے اپنا سر کمرے کے اندر داخل کیا اور پوچھا "اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا میں بھی اس فیض عظیم میں آپ سب کے ساتھ شریک ہوں؟ (تفسیر ابن کثیر جلد ۵۳ ص ۴۸۲) روایت کے ایک حصے سے معلوم ہو رہا ہے کہ اس کمرے کے اندر ایک چھوٹا کمرہ بھی تھا جس میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا عبادت میں مشغول تھیں کہ آیت تطہیر نازل ہوئی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس چھوٹے کمرے سے بڑے کمرے میں اپنا سر داخل کیا اور اس عظیم عنایت میں شرکت پانے کے بارے میں سوال کیا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے "اہل بیت" کا کلمہ سن کر یہ سمجھا کہ اس کمرے میں موجود تمام افراد کو یہ عنایت الٰہی شامل ہے۔ اس لئے انہوں نے چاہا کہ میں بھی اس فیض سے مستفیض ہو جاؤں لہٰذا انہوں نے "البیت" میں سر داخل کیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم سے پوچھا "کیا میں بھی اس میں شریک ہوں؟" (لیکن جواب نفی میں ملا)

پس اگر رفع پلیدی اور تطہیر اس گھر کے سارے ساکنین، یعنی اس چھت کے نیچے موجود تمام افراد کو شامل ہوتی تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے لئے اس عنایت میں شامل ہونے کے بارے میں سوال کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی اور وہ اپنے حال کے بارے میں استفسار نہ فرماتیں۔ لہٰذا واضح ہے کہ کلمہ "الیست" جو روایت میں آیا ہے وہ قرینہ ہے اس امر کا کہ آیت میں "اہل بیت" میں مراد بھی یہی عنوان ہے یعنی وہ افراد مراد ہیں جو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے اس کمرے میں جمع تھے اور اس چھت کے نیچے موجود ہو کر اس تطہیر میں شریک ہوئے۔

(۲) ابن جریر کی روایت میں ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: **وانا جالسته علی باب البیت فقلت یا رسول اللہ الست من اهل البیت** (۱) کہ میں کمرے کے دروازے پر بیٹھی تھی اور میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا میں "اہل بیت" میں شامل نہیں ہوں؟ یہ سوال کیسا سوال ہے؟ کیا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ازواج رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہونے اور اہلیان بیت نبوت میں سے ہونے کے بارے میں شک تھا؟ (ہرگز نہیں) تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے سوال کا اصل مقصد یہ ہوا کہ چونکہ وہ اس بیت کے دروازہ کے اندر تھیں اس لئے انہوں پوچھا "کیا میں بھی اہل بیت علیہ السلام میں یعنی اس کمرے کے مجتمعین میں شمار ہو سکتی ہوں یا نہیں؟"

بنا بریں حضرت ام سلمہؓ "اہل بیت" کے لفظ سے اس چھت کے نیچے جمع ہونے والے وہ افراد مراد لے رہی تھیں جو اس وقت وہاں موجود تھے اور چونکہ وہ اس وقت کمرے کے دروازہ میں تھیں اس لئے انہیں استفسار کرنا پڑا کہ "اہل بیت" "جنہیں یہ خصوصی عنایت الٰہی حاصل ہوئی کیا وہ خود بھی اس میں شامل ہیں یا نہیں؟ نیز اس روایت میں بھی لفظ "الیست" وارد ہوا ہے جو اس امر کا قرینہ ہے کہ آیت میں "اہل بیت" علیہم السلام سے اس "الیست" کے اہل یعنی اس وقت موجود افراد ہی مراد ہیں جن کی تفصیل روایات میں موجود ہے۔

ایک صحیح احتمال

ان دونوں روایات سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ آیت تطہیر کی عنایت سے حضرت ام

سلمہؓ کا باہر ہونا فقط تعبدی طور پر نہیں (یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اگر انہیں باہر نہ رکھتے تو وہ داخل تھیں) بلکہ وہ چونکہ اس البیت کے اندر نہ تھیں اس کے باہر نزدیک ہی موجود تھیں' اس لئے آیت تطہیر سے خارج قرار پائیں اور چونکہ تقدیر الٰہی یہی تھی کہ آیت تطہیران کو شامل نہ ہو کیونکہ وہ اس خصوصی عنایت کے لائق نہیں تھیں' اس لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ انتظام ہوا کہ جوں ہی وہ تھوڑا باہر ہو جائیں تو آیت کریمہ نازل ہو جائے تاکہ بوقت نزول آیت وہ اندر ہی نہ ہوں بلکہ باہر ہوں۔ اس سلسلہ میں ام سلمہ کی طرف سے کوشش کرنا اس لئے تھا کہ شاید ادنیٰ ملابست یعنی قرب و نزدیکی کی وجہ سے وہ بھی ان پاک اور ممتاز ہستیوں کے زمرے میں شامل ہو جائیں لیکن قضائے خداوندی کے سامنے کس کا بس چل سکتا ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا میں چونکہ یہ استعداد موجود نہ تھی اس لئے ان کو اس جماعت سے باہر رہنا ہی لازم تھا۔ لہٰذا وہ دعا و عبادت کے لئے اندرونی صندوق خانے میں چلی گئیں (اور آیت نازل ہو گئی)

اس خیال کا ایک اور شاہد جو ہمارے مدعا کی دلیل بھی بن سکتا ہے حضرت جابر جیسے مرد عالم اور اسرار قرآن و ارشادات آئمہ اطہار علیہم السلام پر کافی زیادہ مطلع شخصیت کا یہ جملہ ہے جس میں فرمایا **نزلت هذه الايته على النبى وليس فى البيت الا فاطمة والحسن والحسين و على انما يريد الله ......** (تفسیر نور الثقلین جلد ۴ ص ۲۷۷) کہ آیت تطہیر جب نبی کرام پر نازل ہوئی تو اس وقت اس کمرے میں سوائے فاطمہؑ حسنؑ حسینؑ اور جناب علیؑ علیہم السلام کے کوئی اور موجود نہیں تھا۔

پس پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے فضل و شرف والی زوجہ اہل بیت علیہ السلام کا جز نہیں ہیں اس لئے کہ وہ اس وقت اس کمرے میں موجود نہیں تھیں۔

نیز توجہ رہے کہ اس روایت میں بھی "البیت" کا کلمہ وارد ہوا ہے جو اس بات کا قرینہ ہے کہ آیت کریمہ میں "اہل بیت" سے اسی "البیت" یعنی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا والے بیت کے اندر موجود افراد ہیں۔

بعد کے اثرات

بوقت نزول آیت تطہیر "اہل بیت" کے لفظ سے یہی مفہوم تھا جو عرض ہوا "یعنی حضرت

سلمہؓ کے گھر اس کمرے میں جمع افراد" لیکن وقت کے ساتھ ساتھ اس عنوان کو ایک تاریخی حیثیت حاصل ہوتی گئی۔

تمام شیعہ و سنی محققین کے ہاں اتفاق ہے کہ اس روز اول حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی دعوت پر وہی چار افراد اس عظیم و بزرگ زوجہ کے گھر میں تشریف لائے جن کے اسماء گرامی علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ علیھم السلام ہیں۔ لیکن آیت کریمہ کے نزول کے ساتھ اللہ تعالٰی کی طرف سے خود حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظیم شخصیت کو بھی ان کے ساتھ شامل کر دیا گیا تھا۔ یہ عنایت خاص اللہ تعالٰی کے ارادہ کے ساتھ ان پنجتن پاک کو شامل ہوئی اور آہستہ آہستہ کلمہ "اہل بیت" ان مقدسین کے لئے ایک بنیادی عنوان کی حیثیت اختیار کر تا گیا۔

"اہل بیت" کا کلمہ ایک تاریخی واقعہ کے ظہور پذیر ہونے سے اپنے تاریخی معنی کا حامل بن کر وجود میں آیا لیکن وقت کے ساتھ ساتھ یہ ایک اہم اور فضیلت آفرین عنوان کی شکل اختیار کر گیا اور آہستہ آہستہ خانوادہ پیغمبر (یعنی پیغمبر، ان کی دختر، ان کے داماد اور فرزندان) کے القاب خاصہ میں سے شمار ہونے لگا۔ اس کی وجہ وہ فضائل اور عنایات تھیں جن کا اثبات آیت تطہیر نے فرمایا تھا۔

اس کلمہ کے اندر کلمات عالم، عادل، شجاع کی مانند از خود کسی خاص فضیلت پر دلالت موجود نہیں ہے کیونکہ یہ سارے کلمات تو صفات عالیہ (علم، عدالت اور شجاع) پر دلالت کرتے ہیں اور "اہل بیت" کے اپنے معنی (گھر والے) ہیں۔ لیکن چونکہ آیت تطہیر ایک فضیلت آفرین آیت ہے اور اس میں یہ کلمہ استعمال ہوا ہے اس لئے اس آیت نے اس کلمہ کو بھی ایک بلند مقام دے دیا ہے اور یہ ایک بلند ترین مفہوم کا حامل بن گیا ہے۔ اس کے "علم" یعنی نام بن جانے کا سبب بھی یہی نکتہ بنا ہے۔

چونکہ وقت کے ساتھ ساتھ یہ کلمہ آیت تطہیر کی فضیلت و عنایت کا موضوع بنا دیا گیا تھا اس لئے زمانے کے ساتھ ساتھ اس کلمے کو موضوعیت حاصل ہو گئی اور کلمہ "اہل بیت" ان خاصان خدا یعنی پنجتن پاک کا خصوصی لقب بن گیا۔

جس حد تک ہم نے تحقیق کی ہے ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان

مبارک پر آیت تطہیر کے نزول سے قبل کہیں بھی کلمہ "اہل بیت" کا استعمال نہیں ملتا۔ آپ نے اپنے اقرباء اور رشتہ داران کے حق میں یہ کلمہ کبھی استعمال نہیں فرمایا۔ لیکن آیت تطہیر کے نزول کے بعد آنحضرتؐ نے اس کلمے کو اپنے اس خاندان کے عنوان کے طور پر باربار استعمال فرمایا ہے اور علیؑ، فاطمہ اور حسنین علیہم السلام کو اس سے مراد لیا ہے۔ گویا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آیت کریمہ کے نزول سے اس قدر خوش تھے کہ "اہل بیت" کے کلمہ کو اپنی زبان پر لا کر اپنی خوشی میں اضافہ فرماتے تھے اور عوام کو بھی اس کی طرف متوجہ کرتے تھے تاکہ وہ اسے فراموش نہ کر دیں۔ آپ ہمیشہ یہ لفظ بول کر اپنے ان چاروں اعزا کی فضیلت کو سننے والوں کے کانوں تک پہنچایا کرتے اور ان کے لئے اس لفظ کو بطور ایک لقب عالی تمغہ الٰہی کے شہرت دیا کرتے۔ یہ ایک ایسا لقب ہے جس کے اندر فضائل کا ایک پورا جہان سمو دیا گیا ہے اور ایک ایسی آیت میں آیا ہے جس نے پاکیزہ ہستیوں کو انسانیت کی بلند ترین منزل پر فائز کر دیا ہے اس کے بعد ہم یہ دیکھتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چھ ماہ یا اس سے بھی زیادہ عرصے تک یہ معمول بن گیا ہے کہ ہر روز بوقت نماز فجر جب آپؐ حضرت فاطمہ علیہا السلام کے گھر کے دروازے سے گزرتے تھے یہ فرماتے تھے **الصلوٰۃ یا اھل البیت**

پس طول وقت نے آیت تطہیر کی فضیلت کسی اور کو عنایت نہیں کی اور نہ ہی طبیعی اور عادی امور نے تاریخ میں کسی کو اس آیت سے فضیلت ماب بنا کر جلوہ فگن کیا ہے اور زمانہ کے خفیہ پردوں نے کسی کے تن بدن پر ایسا کوئی افتخار آفرین لباس نہیں سجایا۔ ایسی باتیں ایسے لوگوں سے بعید ہیں جو کسب فضائل کرنے والی روح اور فکر و دانش کو ڈھونڈنے والی منطق رکھتے ہوں۔ سچ تو یہ ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ رنگ فضیلت کا جلوہ نمایاں ہوتا گیا، کلمہ "اہل بیت" ایک سنہری عنوان کی صورت لے کر اپنی پوری زیب و زینت کے ساتھ صفحہ تاریخ پر اجاگر ہوتا گیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس لئے اس کلمہ کا تکرار کرتے رہے تاکہ یہ سنہرا عنوان جو تاریخ کے لئے موجب زینت ہے طاق نسیان کے حوالے نہ کر دیا جائے، تاکہ نالائق افراد اس ملکوتی تاج کو اپنے سروں پر سجا کر اپنی زندگی کا افتخار نہ بنا لیں، حقیقت قرآن سے ناواقف لوگ ان قابل فخر حضرات سے واقف ہو جائیں اور جان لیں کہ آیتہ تطہیر نے کن افراد کے دامن کو ہر فضیلت سے بلند و برتر قرار دے کر ہر قسم کے جہل و شک اور پلیدی سے ہمیشہ کے لئے پاکیزہ کر

دیا ہے تاکہ سب لوگ آگاہ ہو جائیں کہ اسلام کے حقیقی رہبر کون ہیں اور کن کو انسانیت کی بلند ترین منزل اور اس حقیقی فضیلت کا مستحق قرار دیا گیا ہے تاکہ عکرمہ جیسے لوگ سمجھ لیں کہ حسد اور کینہ کی آگ سے جل کر جو نظریات گھڑ لئے جائیں گے وہ روشن ضمیر افرا کو راہ حقیقت سے دور نہیں کر سکتے؟

تاکہ تعصب کے مرض میں گرفتار مفسرین بھی جان لیں کہ تعصب کے پیداوار افکار کو قرآن کریم پر مسلط نہیں کیا جا سکتا۔ کتاب خدا اس سطح بلند پر فائز ہے کہ فضیلت کا راز اس کی پیروی کرنے اور اس کے بنائے ہوئے نشانات کی اقتداء کرنے میں مضمر ہے لہٰذا اس کتاب آسمانی کے تعلیم کردہ بلند ترین حقائق کو شخصی اغراض اور ذاتی رجحانات پر منطبق نہیں کیا جا سکتا۔

تاکہ متلاشی حق افراد کے لئے حق کی پہچان کی ایسی واضح علامات قائم ہو جائیں جن سے وہ حق کو آسانی سے تلاش کر لیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی گفتار کو بہتری سند اور مضبوط گواہ کے طور پر غیروں کے سامنے پیش کر سکیں۔

اس تحقیقی روش کا نتیجہ

"اہل بیت" کے بارے میں تحقیق کا یہ جدید انداز اس بحث کو ہر قسم کی قیل و قال سے محفوظ کر دیتا ہے اور اس کے بعد "اہل بیت" کے مفہوم میں کسی کا حرف زنی کرنے کا دعویٰ بلا دلیل ہو جاتا ہے کیونکہ اس وضاحت کے بعد مفہوم کی تنگی یا وسعت کا جھگڑا ختم ہو جاتا ہے اور اب "اہل" سے مراد کیا ہے' اہل بیت علیہ السلام کون ہیں اور کیا "اہل بیت" میں ازواج نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بھی شامل ہیں یا نہیں' ان سوالات کی کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ لیکن اگر کوئی تعصب برتے اور کہے کہ وہ کلمہ ازواج پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تک یہ منحصر ہی اور وہی فقط "اہل بیت" ہیں تو اسے ایک فضول دعوے کے بغیر اور کیا کہا جا سکتا ہے؟

اگر کلمہ "اہل بیت" کے مفہوم میں یہ بات کی جائے کہ اس لفظ کے معنی کیا ہیں تو شور و غل کرنے کا موقع ہاتھ لگ جاتا ہے اور کوئی دعوٰی کر سکتا ہے کہ "اہل بیت" کا کلمہ "اہل بیت نبوت" کے مترادف ہے اور اس کو ازواج پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حق میں استعمال کرنا کوئی غلط بات نہیں ہے۔ کیونکہ عرفی اصطلاح میں اہل بیت ازواج پر بھی بولا جاتا ہے لیکن صحیح

تحقیق یہ ہے کہ "اہل بیت" جو آیۃ تطہیر میں آیا ہے اس سے ان پنجتن پاک کی طرف ہی اشارہ ہے جو اس وقت حضرت ام سلمہؓ کے بیت میں جمع تھے' جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھروں میں ایک گھر تھا۔ اور یہ کلمہ "آل کساء" والے عنوان کے ساتھ ہم معنی ہے کہ اس سے بھی ان پانچ ہستیوں کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے جو اس وقت چادر کے اندر داخل تھے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ بلند ترین مقام انسانیت عطا فرمایا تھا۔

پس جس طرح اہل حل و عقد اور مفکرین نے کلمہ "کساء" کے مفہوم میں کوئی نزاع نہیں کی اور سب کو تسلیم ہے کہ "آل کساء" سے صرف وہی افراد مراد ہیں جو ایک چادر کے اندر داخل تھے۔ اس طرح کسی کو کلمہ "اہل بیت" میں بھی بحث نہیں کرنا چاہئے کیونکہ یہ کلمہ بھی لفظی معنی کی حیثیت سے زیر بحث نہیں اور نہ ہی آیت تطہیر میں اپنے لغوی مفہوم کے لحاظ سے رکھا گیا ہے۔ کیونکہ تطہیر کی عظیم عنایت "اہل بیت" کے لغوی مفہوم کے حامل افراد پر نہیں کی گئی تاکہ کسی کو یہ سوال اٹھانے کی ضرورت پیش آئے کہ کیا ازواج بھی اہل بیت سے ہیں یا نہیں؟

یہ کلمہ پنجتن پاک علیہم السلام کے علاوہ اور کسی کی طرف اشارہ نہیں کرتا حتیٰ کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا جو ایک کونے میں اس واقعے کا نظارہ کر رہی تھیں وہ بھی اس مقدس فیض سے محروم رہی ہیں۔ ہم قارئین کرام کو زیادہ مطلع کرنے کے لئے مزید وضاحت بھی پیش کیے دیتے ہیں۔

مزید توضیح

کسی بھی موضوع پر جس قدر احکام و آثار حمل کئے جاتے ہیں' وہ اہل فن کی اصطلاح کے مطابق دو قسمیں رکھتے ہیں ا۔ حمل بطور قضیہ حقیقیہ ۲۔ حمل بطور قضیہ خارجیہ۔

قضیہ خارجیہ میں کبھی تو ایسے افراد کو موضوع بنایا جاتا ہے جو خارج میں موجود ہوتے ہیں اور انہیں بالصراحۃ موضوع بنا دیا جاتا ہے اور کبھی بالا شارہ انہیں موضوع بنایا جاتا ہے۔ پھر وہ ایک ایسے عنوان کے تحت زیر لائے جاتے ہیں کہ اس سے فقط انہیں افراد کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور ان کے علاوہ دیگر کوئی فرد ان میں شامل نہیں ہوتا۔

مثلاً" بعض اوقات قضیہ اس شکل میں آتا ہے جیسے "عالم لائق احترام ہے" یہ قضیہ حقیقیہ ہے۔ یہاں "عالم" کے مفہوم کے بارے میں بحث کی جانا چاہئے۔ اس کا مفہوم قدر وسعت رکھتا ہو گا اور جس جس فرد پر عائد ہوتا جائے گا وہ لائق احترام قرار پاتا جائے گا۔ یعنی جو بھی عالم ہو گا وہ یقیناً" لائق احترام قرار دیا جائے گا۔

بعض اوقات قضیہ کی نوعیت اس طرح ہوتی ہے جیسے "حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام کا احترام کرو" یہ قضیہ خارجیہ ہے۔ یہاں حسن اور حسین دو خاص افراد کے نام ہیں۔ لہٰذا فقط وہ دو ہی مورد احترام ہوں گے لیکن یہی قضیہ خارجیہ کبھی اس طرح ہوتا ہے اور دو سیاہ عمامے والوں کا احترام کرو' جبکہ یہ جملہ بولتے وقت عمامہ سیاہ کا صرف حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام کی طرف اشارہ مقصود ہو گا۔ اب یہاں بھی حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام ہی کا احترام کیا جائے گا اور اس بحث کو چھیڑنے کی کوئی ضرورت نہ ہو گی کہ سیاہ عمامہ کا مفہوم کیا ہے اور ان دو لفظوں کی باہمی ترکیب کیا معنی دیتی ہے تاکہ غور کریں کہ کون کون لائق احترام بن سکتے ہیں؟

معلوم ہوا کہ قضایائے حقیقیہ میں مفہوم کے لئے بحث کی گنجائش ہوتی ہے اور جس طبیعت کو حکم کا موضوع بنایا گیا ہوتا ہے اس کی تشخیص کے لئے بحث کرنا پڑتی ہے۔ یہ تحقیق مناسب بھی ہوتی ہے لیکن قضایا خارجیہ کی دونوں قسموں ...... بالصراحتہ موضوع کا ذکر ہو یا بالا شارہ ...... میں موضوع کے مفہوم کے تعیین کے لئے زحمت کرنا صحیح نہیں ہوتا کیونکہ وہاں تردید کا کوئی محل نہیں ہوتا مثلاً" مذکورہ بالا مثالوں میں کون کون قابل احترام ہیں؟ اس سوال کی کوئی گنجائش نہیں۔ وہاں اقرار کرنا چاہئے کہ قابل احترام فقط حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام ہیں اور یہ حکم ان دو کے علاوہ اور کسی کو شامل نہیں ہے۔

آیت تطہیر میں "اہل بیت" کو رجس سے دور رکھنے اور تطہیر ازلی کے ارادے کا موضوع قرار دیا گیا ہے۔ یہ مثال کی تیسری قسم سے تعلق رکھتا ہے۔ یعنی "اہل بیت" کے عنوان سے ان افراد کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو اس وقت حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں جمع تھے اور اس ترکیب سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم' علی' فاطمہ اور حسنین علیھم السلام مراد لئے گئے ہیں جس طرح کہ اوپر کی مثال سے "دو سیاہ عمامے والے" کہہ کر حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام کی

طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

پس جس طرح اس تیسری مثال میں حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام کے علاوہ اور کوئی مورد احترام نہیں ہو سکتا اسی طرح آیت تطہیر میں بھی پنجتن پاک۔ علیھم السلام کے علاوہ اور کوئی عنایت خصوصی کا مورد نہیں بن سکتا اور ہر غیر اس سے خارج ہو گیا ہے۔ اس میں کسی تردید کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ پس اب اس شک کی کوئی ضرورت نہیں رہی کہ اہل بیت کون ہیں اور اس مفہوم میں کس قدر وسعت ہے کہ تطہیر کا مورد کس کس کو سمجھنا چاہئے؟

لہٰذا یہ بات کہنا ہو گی کہ پنجتن پاک و آل کساء ہی اس آیت تطہیر والے لطف خداوندی اور عنایت الٰہی کا مورد ثابت پاتے ہیں۔

جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں یہ کلمہ بوقت نزول اشارہ و کنایہ کی صورت میں تھا۔ لیکن پھر آہستہ آہستہ اس میں تعین کا رنگ پیدا ہوا جو لقب و نام کی شکل اختیار کرنے لگا تا آنکہ یہ پنجتن پاک کا نشان بن گیا اور یہ پانچ ہستیاں "اہل بیت" کے نام سے مشہور ہو گئیں۔ اب صورت یوں بن گئی کہ جوں ہی کلمہ "اہل بیت" بولا جاتا ہے تو ذہن میں ان پاکیزہ خاصان خدا یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم، حضرت علی، فاطمہ زہراء اور حسنین علیھم السلام کی طرف رجوع کرتا ہے، بالکل اسی طرح جیسے کلمہ "خاصف النعل" ہے جو ابتداء میں تو امیر المومنین علی علیہ السلام کے لئے اشارہ کے طور پر رسول اکرم نے استعمال کیا تھا لیکن بعد ازاں یہ کلمہ حضرت علی علیہ السلام کے القاب خاصہ میں سے قرار پا گیا۔

اس بے مثال تحقیق کے بعد متعصب اور جاہل افراد ناکام ہو گئے اور اس میدان میں ان کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔ پس "اہل بیت" انہی پنجتن پاک کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

اب اس بے دلیل دعوے کی بھی کوئی ضرورت نہیں رہی کہ یہ کہا جائے کہ "اہل بیت ان پنجتن پاک علیھم السلام کے لئے قرآن مجید کی خصوصی اصطلاح ہے کیونکہ ہم نے وضاحت سے عرض کر دیا ہے کہ اس کلمہ میں کوئی اصطلاح استعمال نہیں کی گئی۔ فقط یہی صورت ہے کہ کلمہ ان مقدس افراد کی طرف اشارہ کرنے کے لئے استعمال کیا گیا جو بوقت نزول آیت کریمہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں جمع تھے۔ ہمارے پاس اصطلاح کے نہ ہونے پر ایک شاہد بھی

موجود ہے اور وہ یہ کہ یہی کلمہ "اہل بیت" قرآن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی زوجہ محترمہ کے واقع میں بھی استعمال ہوا ہے۔ اگر یہ کلمہ فقط پنجتن پاک علیہم السلام کے لئے بنایا گیا ہوتا اور ان کے لئے مخصوص اصطلاح ہوتا تو پھر قرآن مجید میں ان کے علاوہ دیگر کسی مقام پر کسی دوسرے فرد یا افراد کے لئے استعمال کی گنجائش نہ ہوتی۔

سوال

اگر "اہل بیت" سے فقط پنجتن پاک علیہم السلام ہی مراد ہیں تو کیا دیگر آئمہ علیہم السلام "اہل بیت" میں سے ہیں اور کیا آیت تطہیر نے ان کو اس عنایت کا مورد نہیں بنایا؟

جناب فاضل لنکرانی اور جناب اشراقی اس اعتراض کا جواب یوں تحریر کرتے ہیں۔

اس سوال کا جواب آئمہ ہدیٰ علیہم السلام کے ارشادات میں سامنے آتا ہے۔ نبی اکرم سے جو بات روایت ہوئی وہ یہ ہے کہ یہ آیت پانچ اشخاص کے بارے میں یعنی میں، علی علیہ السلام، فاطمہ علیہا السلام، حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام یا نزول آیت کے بعد فرمایا "یہ چادر کے نیچے داخل افراد میرے اہل بیت علیہم السلام ہیں"

(تفسیر نور الثقلین جلد ۲ ص ۲۷۷)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے جو یہ دو قسم کی روایات منقول ہیں ان سے یہی نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ آیت تطہیر میں "اہل بیت" کے عنوان سے یہی پانچ ہستیاں مراد ہیں اور یہ عنوان انہیں افراد میں محدود اور منحصر ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بھی اسی بات کی تائید فرمائی ہے۔ ابن کثیر کے جواب میں امام ششم حضرت صادق آل محمد علیہ السلام نے فرمایا: "یہ آیت نبی اکرم، امیر المومنین، حسن، حسین اور فاطمہ علیہم السلام کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ اہل بیت علیہم السلام یہی پانچ افراد ہیں جبکہ دیگر آئمہ ہدیٰ علیہم السلام قرآن کریم کی ایک اور آیت کی رو سے اس عنایت خصوصی کے مستحق قرار پاتے ہیں۔ وہ آیت یہ ہے **واولو الارحام بعضهم اولى ببعض فى كتاب الله** اس آیت نے آیت تطہیر میں تمام آئمہ ہدیٰ علیہم السلام کو شامل قرار دیا ہے۔

(تفسیر نور الثقلین جلد ۴ ص ۲۷۳)

اس آیت کریمہ نے واضح کر دیا ہے کہ آیت تطہیر نے تمام آئمہ ہدیٰ کو رجس سے دور رکھنے اور مطہر کرنے والے ارادہ خداوندی کے فیض سے محروم نہیں کیا بلکہ سارے آئمہ ہدیٰ علیہم السلام اس مخصوص عنایت الٰہی کے مستحق ہیں۔

پس امام جعفر صادق علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق مورد تنزیل میں آیت تطہیر فقط پنجتن پاک علیہم السلام کے بارے میں نازل ہوئی اور انہیں کو شامل ہوئی۔ اگر "اہل بیت" کے کلمہ میں اصطلاح اہل فن کے مطابق اطلاق ہوتا اور تمام آئمہ ہدیٰ علیہم السلام کو خود ہی کلمہ گھیر سکتا تو پھر دیگر آئمہ علیہم السلام کو شامل کرنے سے کیوں قاصر رہتا کہ پھر امام جعفر صادق علیہ السلام کو اولو الارحام والی آیت سے استدلال کرنا پڑتا کہ فرمایا "ہم سب آیت تطہیر کی تاویل ہیں اور **اولو الارحام** والی آیت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی اس خصوصی عنایت یعنی رجس سے پاکیزہ رکھنے والی عنایت کا مورد قرار پاتے ہیں؟" پس بنا بر تنزیل "اہل بیت" سے تو وہی افراد مراد ہوئے جو چادر کے نیچے جمع تھے۔ جس آیت کی تاویل نے دیگر آئمہ علیہم السلام کو بھی مورد عنایت قرار دے دیا ہے وہ تاویل **اولو الارحام** والی آیت کی ہے۔

بالفاظ دیگر یوں سمجھئے کہ آیت تطہیر تمام آئمہ طاہرین کو شامل کرتی ہے۔ لیکن اس کی وجہ یہ نہیں کہ آیت تطہیر کا لفظ سب آئمہ کو "اہل بیت" میں شامل کرتا ہے بلکہ دوسری آیت نے آیت تطہیر کی تشریح فرمائی اور اس طرح مورد تاویل کو بھی مورد تنزیل کی طرح اس عنایت خداوندی میں شامل قرار دے دیا۔

سوال

اگر تمام آئمہ ہدیٰ علیہم السلام آیت تطہیر کا مورد نہیں تو پھر متعدد روایات میں اپنے تفوق اثبات میں آیت تطہیر سے تمسک کیوں فرماتے رہے ہیں؟

جواب

یہ روایات دو قسم کی ہیں:

۱۔ پہلی قسم میں وہ روایات ہیں جن میں حضرت امام علی، حضرت امام حسن، حضرت امام

حسین علیہم السلام نے اپنی فضیلت کے اثبات میں آیت تطہیر کو پیش کیا ہے۔ یہ روایات ہمارے جواب سے کوئی مخالفت نہیں رکھتیں کیونکہ یہ ہستیاں تو مورد تنزیل میں بھی آیت تطہیر میں شامل تھیں۔

۲۔ دوسری قسم میں وہ روایات ہیں جن میں دیگر آئمہ اطہار علیہم السلام نے آیت تطہیر کو مقام استدلال میں بیان فرمایا ہے ان میں سے دو روایات ملاحظہ فرمایئے۔

ا۔ حضرت امام علی بن الحسین زین العابدین علیہما السلام نے ایک شامی شخص کو فرمایا:
"کیا تو نے سورۃ احزاب میں ہمارا منفرد حق دیکھا ہے؟" اس نے نفی میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا: "کیوں نہیں۔ کیا آیت تطہیر ہمارے مخصوص حق کو ثابت نہیں کرتی؟"
(تفسیر نور الثقلین جلد ۴ ص ۲۷۵)

ب۔ حبلی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے آیت تطہیر کی تفسیر میں فرمایا:

یعنی الائمة من ولا یتهم من دخل فیها دخل فی بیت البنی

(تفسیر نور الثقلین جلد ۴ ص ۲۷۳)

کہ آیت تطہیر نے آئمہ ہدیٰ علیہم السلام کو مورد عنایت قرار دیا ہے اور انہیں عوام کا والی بنایا ہے۔ جو بھی ان کی سرپرستی میں آجائے گا وہ بیت النبیؐ میں داخل ہو گیا (یعنی مخصوص افراد میں قرار پا گیا) یہاں امام علیہ السلام کے ارشاد کا خلاصہ یہ ہے کہ آئمہ علیہم السلام کی پیروی ایک انفرادیت اور خصوصیت لاتی ہے' جس طرح کہ قرآن مجید نے سورۃ ابراہیم کی آیت ۳۸ میں فرمایا **فمن تبعنی فانه منی** جو بھی میری اتباع کرے گا وہ مجھ سے ہو گا۔

اسی طرح رسول اکرم نے فرمایا **سلمان منا اهل البیت**

(قاموس الرجال ص ۴۲۳ جلد ۴)

باوجودیکہ حضرت سلمان حقیقی معنی میں تو اہل البیت کے فرد نہیں تھے۔ تاہم آپ نے یہ فرمایا۔ پس معلوم ہوا کہ آئمہ ہدیٰ کی رہبری کو قبول کرنا گویا اہل بیت کے ساتھ ایک ہو جانا اور ان کے جزو ہو جانے کے مترادف ہے۔

یہ دونوں روایات جو آیت تطہیر کو وسعت دیتی ہیں اور تمام آئمہ ہدیٰ علیہم السلام کو اس آیت میں شامل قرار دیتی ہیں' وہ "اہل بیت" میں آئمہ علیہم السلام کو شامل نہیں کرتیں' یعنی یہ نہیں کہا گیا کہ عنوان "اہل بیت" بقیہ آئمہ ہدیٰ کو شامل ہے بلکہ ان کا مقصد یہ ہے کہ آیت تطہیر ان بزرگان کے لئے ولایت اور افضلیت کو ثابت کرتی ہے اور ممکن ہے کہ یہ اثبات اور استناد **اولو الارحام** والی آیت کے مضمون کے ساتھ ہو جیسا کہ حضرت امام جعفر صادق نے ابن کثیر کی روایت میں فرمایا بلکہ اگر ان روایات اور ادھر نبی اکرم کی ان روایات کو دیکھا جائے جن میں آنحضرتؐ نے بار بار "اہل بیت" کے عنوان کو فقط پنجتن پاک علیہم السلام پر منحصر فرمایا ہے تو ان دونوں اقسام کے درمیان جمع کرنے کا عقلی اور قابل قبول راستہ بھی یہی بنتا ہے۔

پس اگر ہم فقط فنی پہلو سے بات کریں تو یوں کہنا پڑے گا کہ ابن کثیر کی امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی روایت دراصل دو قسم کی روایات کے جمع ہونے پر دلالت کر رہی ہیں' کیونکہ ان دونوں اقسام کے درمیان بظاہر اختلاف اور تعارض کا کوئی شائبہ نہیں۔ ایک طرف کچھ روایات انحصار اور محدودیت پر دلالت کر رہی ہیں اور کچھ روایات وسعت پر دلالت کر رہی ہیں۔ پس ابن کثیر کی روایت کے مطابق یہ نتیجہ سامنے آیا کہ تنزیل کے ساتھ تاویل کا اضافہ ہوا اور اس طرح بقیہ آئمہ ہدیٰ علیہم السلام بھی "اہل بیت" کا حصہ قرار پائے۔

اس لحاظ سے جب کہ ایک طرف رسول اکرم نے "اہل بیت" کو پانچ افراد تک منحصر بیان فرمایا اور آئمہ اطہار علیہم السلام نے بھی نزول آیت کے مورد کو پنجتن پاک تک ہی محدود ہونے کا ذکر کیا جبکہ دوسری طرف آئمہ اطہار علیہم السلام نے افضلیت کے اثبات کے لئے آیت تطہیر کو بطور سند پیش فرمایا اور **اولو الارحام** والی آیت کی تاویل سے یہی ثابت کیا کہ تو ان تمام امور پر غور کرنے سے یہ امر یقینی ہو جاتا ہے کہ "اہل بیت" کا کلمہ بھی "اصحاب کساء" کے کلمے کی طرح انحصار رکھتا ہے یعنی محدود مخصوص افراد تک منحصر ہے اور فقط پنجتن پاک کو شامل کیا ہے لیکن تمام آئمہ اطہار علیہم السلام بھی اس خصوصی عنایت کا مورد قرار پاتے ہیں اور آیت تطہیر تمام پیشوایان حق آئمہ طاہرین علیہم السلام کے مقام کی بلندی' عظمت اور ان کی شرافت و قداست و عصمت کو ثابت کرتی ہے۔

اگر ہم یہ کہیں کہ لفظ "اہل بیت" تاریخ میں آہستہ آہستہ چادر کے نیچے جمع ہونے والے مقدس افراد اور حضرت ام سلمہ کے کمرے میں تشریف فرما حضرات کا عنوان بن گیا تو اسی طرح

ہمیں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ مذکورہ قرائن اور بالخصوص آئمہ طہار علیہم السلام کے ان فرامین کے بعد "کہ ہم آیت تطہیر کی تاویل ہیں" یہی کلمہ تمام ہادیان برحق آئمہ طاہرین علیہم السلام کا عنوان بن جاتا ہے اور اس عنوان کے لقب برائے آئمہ ہدیٰ علیہم السلام بن جانے کے شواہد بھی روایات میں موجود ہیں۔ متعدد راویان و ناقلان اخبار نے آئمہ معصومین علیہم السلام کو اسی عنوان کے ساتھ یاد کیا ہے۔

بلکہ اب ہمیں یہ کہنا ہو گا کہ کلمہ "اہل بیت" کے اس عنوان کو دو لحاظ سے دیکھنا چاہیے۔

1۔ آیت تطہیر کے نزول کے لحاظ سے کہ اس اعتبار سے اہل بیت سے فقط اصحاب کساء مراد ہیں (یعنی پنجتن پاک علیہم السلام)

2۔ اس حکم کے لحاظ سے جو اس آیت کریمہ میں بیان ہوا ہے یعنی اذہاب رجس اور تطہیر والے حکم کے اعتبار سے تو اس لحاظ سے پنجتن پاک علیہم السلام کے ساتھ اس آیت کے حکم میں تمام آئمہ اطہار علیہم السلام بھی شامل ہیں پس وہ بھی اہل بیت میں سے ہیں یہ عنوان ان پر بھی صادق ہے۔

بالفاظ دیگر عنوان "اہل بیت" خاصان رسول خدا کی شخصیات کے بارے میں کوئی امتیازی نقش نہیں رکھتا۔ اس کا اہم ترین نقش اس فضیلت و برتری کے اثبات میں ہے جو اس آیت کریمہ نے اس عظیم طبقے کو عنایت فرمائی ہے اور ان فضائل میں جیسا کہ قبل ازیں ذکر ہوا' تمام آئمہ ہدیٰ علیہم السلام برابر کے شریک ہیں۔ بس جب ہم "اہل بیت" کے عنوان کو فضائل و برتری کے کمالات کا ایک پورا عالم تسلیم کریں گے تو پھر اس لحاظ سے تمام آئمہ ہدیٰ علیہم السلام کو اہل بیت ماننا پڑے گا۔ اور شاید پیغمبر اکرمؐ نے خصوصی عنایت کے مد نظر ہی فرمایا تھا **سلمان منا اھل البیت** سلمان بھی ہم اہل بیت سے ہیں۔ باوجودیکہ واضح رہے کہ سلمان کا اور امام صادق علیہ السلام کا مقام ارفع و اعلیٰ کجا (یعنی اگر سلمان کو فضائل کے لحاظ سے اہل بیت میں شامل کر لیا گیا تو بقیہ آئمہ ہدیٰ علیہم السلام کو تو بدرجہ اولیٰ اہل بیت میں سے شامل ہونا چاہیے)

روایات پر ایک نظر

عرض کیا گیا ہے کہ آیت تطہیر کے نزول کے بعد کلمہ "اہل بیت" شہرت اختیار کر گیا۔ نزول آیت تطہیر سے قبل نہ تو اس کلمہ کا استعمال کلمات نبی اکرمؐ میں ہمیں ملتا ہے اور نہ ہی کلام

حضرت امیر المومنین علیہ السلام میں۔ البتہ "اہل بیتی" کا کلمہ نبی اکرم کی زبان مبارک پر بکثرت آتا رہا ہے لیکن "اہل بیت" کی لفظین آنحضرت کی گفتگو میں آیت تطہیر کے نزول کے بعد ہی دکھائی دیتی ہیں (البتہ یہ بات ہم اپنی جستجو اور تحقیق کی حد تک کر رہے ہیں) اور چونکہ آیت کریمہ رسول اللہ کی زندگی کے آخری سالوں میں نازل ہوئی اس لئے "اہل بیت" کے کلمہ کا رواج بھی آیت کریمہ کے نزول کے بعد تسلیم کرنا پڑتا ہے لہذا دیگر بزرگان نے بھی اس عظیم و افضل خطاب کا استعمال بعد کو ہی فرمایا اور آہستہ آہستہ یہ سب کی زبان پر آ گیا۔

کتاب نہج البلاغہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اہل بیت کے کلمہ کو چار مقامات پر استعمال فرمایا ہے' جو یہ ہیں۔

1۔ خطبہ (92) میں بنی امیہ اور ان کی حکمرانی کے فتنہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

نحن اهل البيت منها بهنجاه و لسنا فيها بد عاة فقط ہم "اہل بیت" ہی اس فتنے سے محفوظ رہیں گے اور اس دور میں ظاہر طور پر دعوت دین نہیں کر سکیں گے۔

2۔ خطبہ (118) میں فرمایا: **و عندنا اهل البيت ابواب الحكم و ضياء الامر**

کسی بھی موضوع پر جس قدر استحکام و آثار حمل کئے جاتے ہیں وہ اہل فن کی علم و حکمت کے ابواب اور حق کا روشن راستہ فقط ہم "اہل بیت" کے ہی پاس ہے۔

3۔ خطبہ (225) میں ایک شب جب آپ کی خدمت میں ایک تحفہ لایا گیا تو آپ نے فرمایا:

اصلة ام زكاة ام صدقة فذالک محرم علينا اهل البيت

کیا یہ ہدیہ یا زکوٰۃ یا صدقہ ہے اگر یہ صدقہ یا زکوٰۃ ہے تو ہم "اہل بیت" پر حرام ہے۔

۴۔ حکمت (108) میں فرمایا **من احبنا اهل البيت فليستعد للفقر جلبابا** جو کوئی ہم "اہل بیت" کو محبوب رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ خود کو فقر کی چادر کے لئے آمادہ کرے یعنی فقط خداوند تعالیٰ کا محتاج ہونے کے لئے تیار ہو جائے۔

حضرت امام حسن علیہ السلام جب خلیفہ ہوئے تو آپ نے اپنے اولین خطاب میں فرمایا:

وانا من اهل البيت الذين اذهب عنهم الرجس ......(القاموس جلد 6 ص 20)

میں ان "اہل بیت" میں سے ہوں جن سے اللہ تعالیٰ نے رجس کو دور رکھا ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے بھی مکہ معظمہ میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

رضا اللہ رضا نا اھل البیت (لھوف ص 53) خوشنودی خدا ہم اہل بیت کی خوشنودی ہے۔

آنحضرت نبی اکرمؐ کے بارے میں جیسا کہ قبل ازیں عرض کیا گیا نزول آیت تطہیر کے بعد انس بن مالک کی روایت کے مطابق چھ ماہ تک ہر روز صبح جب نماز فجر کے لئے تشریف لے جاتے تو حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کے دروازے سے گزرتے ہوئے با آواز بلند فرماتے:

الصلوٰۃ یا اھل البیت انما یرید اللہ .....

یہ وہ چند ایک مقامات ہیں جہاں کلمہ "اہل بیت" آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد ان ہستیوں کی زبان پر استعمال ہوتا رہا ہے جو چادر کے نیچے جمع ہوئے تھے۔ اس طرز سخن سے معلوم ہو رہا ہے کہ اس وقت تک یہ کلمہ تعین کا رنگ لے چکا تھا۔ (یعنی ایک لقب اور نام کی حیثیت حاصل کر چکا تھا)

رہا آیت کریمہ کے نزول سے قبل کا زمانہ تو اس میں یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ پیغمبر اکرم یا امیر المومنین کی گفتار میں کہیں یہ کلمہ پایا گیا ہو۔ پس ہماری اس تحقیق کا نتیجہ یہ برآمد ہوتا ہے کہ "اہل بیت" اس ممتاز جماعت کے القاب میں سے ایک لقب ہے اور "آل عباء" یا "اصحاب کساء" کے القاب کسی طرح اس سے مختلف نہیں۔

اہل بیت

ازواج کے بارے میں گہرا افشانی کرنے کے بعد مولف نے لفظ اہل بیت کی تحقیق شروع فرمائی ہے۔ پہلے تو یہ کہنے کی کوشش کی ہے کہ ازواج اہل بیت قرآنی ہیں۔ اور اولاد رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اہل بیت حدیثی یعنی ازواج کو قران نے اہل بیت کہا ہے اور عترت کو احادیث نے اور اس کے بعد اس لفظ کے موارد استعمال کو جمع کر کے اس سے وہ نتیجہ نکالنے کی سعی کی گئی ہے

جس کا خلاصہ مولف ہی کی لفظوں میں درج ذیل ہے۔

"اگر چہ اہل بیت کا لفظ ان پانچوں (بیوی' والدین' گھرانہ' بھائی' ہم مذہب) معنی میں آیا ہے مگر اہل بیت کا لفظ صرف بیوی اور ماں کے معنوں کے لئے آیا ہے صفحہ ۳۲

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ اہل اور ہیں اور اہلبیت اور۔ اہل کا اطلاق مختلف

لوگوں پر ہوتا ہے۔ اور اہل بیت کا اطلاق صرف بیوی اور ماں پر..... لیکن سوال یہ ہے کہ جناب موسیٰ کے بارے میں یہ آیت **هل ادلكم على اهلبيت يكفلونه لكم** یعنی "کیا میں تمھیں ایسے اہل بیت کا پتہ دوں جو تمھارے لئے اس کی کفالت کر سکیں۔" اس میں اہل بیت سے مراد خاندان کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے؟ ماں پر تو آیت منطبق ہوئی ہے ورنہ کہنے والوں کے الفاظ تو عام تھے۔

"قران میں بیت کا لفظ یا تو مسجد' دین و مذہب کے معنوں میں آیا ہے یا شب باشی کے حجروں کے معنوں میں۔ صفحہ ۳۳

یہ عبارت پہلی عبارت سے بالکل مختلف ہے اسی لئے اس کی روشنی میں قرآنی اعتبار سے اہل بیت اہل مسجد' اہل مذہب اور زوجہ تعلقوں کو کہہ سکتے ہیں اب صرف بیوی اور ماں کی تخصیص کہاں گئی؟

احادیث میں اہل بیت کا لفظ حسب ذیل معنی میں آیا ہے۔ بیوی چچیرے بہن بھائی نواسی' نواسے' بیٹی داماد' ہم مذہب' امتی ربیبہ۔ صفحہ ۳۷

گویا کہ قران یا حدیث نے زبان عرب سے ہٹ کر کوئی نئے معنی ایجاد کئے ہین یا دونوں کی الگ الگ اصطلاحیں ہیں۔ ایک کی مراد کچھ ہوتی ہے اور دوسرے کی کچھ اور....... معاذ اللہ لطف کی بات تو یہ ہے کہ موصوف نے اس دعوے کے ثبوت میں جن احادیث کا تذکرہ کیا ہے ان میں حدیث نمبر۱ میں حضرت عائشہ کیلئے اہل کی لفظ استعمال ہوئی ہے اور اہل بیت نہیں اور یہ خود ہی واضح کر چکے ہیں کہ اہل اور ہے اور اہل بیت اور....... یہی حال حدیث نمبر۲ میں ابو سفیان کا ہے۔ حدیث نمبر۳ میں درہ بنت ابی لہب کے لئے بھی اہل کا استعمال ہوا ہے۔ حدیث نمبر۴ میں واصلہ کے لئے بھی یہی کلمات ہے ام ہانی' اسامہ اور زینب کے بارے میں اہل بیت ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے لیکن اس کی حدیث نقل نہیں کی گئی ورنہ اس کے حقیقت بھی واضح کردی جاتی

خلاصہ یہ کہ احادیث پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے علاوہ اگر کسی کے لئے اس لفظ کا استعمال ہوا ہے۔ تو وہ ہیں جناب سلمان جیسا کہ مولف نے صفحہ ۳۶ پر خود بھی اعتراف کیا ہے فرق صرف یہ ہے عترت کے بارے میں **اللهم هؤلاء اهل بيتى** ہے اور سلمان کے بارے میں **منا اهل البيت** جس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ عترت اہل بیت ہیں اور سلمان انھیں اہل بیت سے وابستہ ہیں۔

ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

چند عقلی پہلو

نقلی بحث کرنے کے بعد مولف نے چند عقلی شواہد پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور بزعم خود یہ ثابت کر دیا ہے کہ اہل بیت سے مراد ازواج رسولؐ ہیں۔ ہم اپنی بحث کو مختصر رکھتے ہوئے صرف یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ دشمنی آل رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں انسانی عقل کس طرح جواب دے جاتی ہے چنانچہ ملاحظہ ہو:

۱۔ بیت کے معنی ہیں رات گزارنا' شب باش ہونا' پھر مجازاً" شب باشی کی جگہ کوٹھڑی پس مرد کی اہل بیت اصالتاً" وہ ہے جو اس کے ساتھ کہیں رات گزارے۔" صفحہ ۴۵

مولف کی چابکدستی قابل تحسین ہے کہ پہلے تو بیت کے معنی بیان کئے پھر فوراً" مجاز کی آڑ لی۔ پھر شب باشی کی جگہ یعنی مصدر بمعنی ظرف مکان کو کوٹھڑی سے تعبیر کیا اور جب زمین ہموار ہوگئی تو فرمایا کہ اہل بیت اصالتاً" وہ ہے جو اس کے ساتھ کہیں رات گزارے۔

سوال یہ کہ لفظ کہیں سے مراد کیا ہے۔؟ اگر شب باشی کی کوٹھڑی مراد ہے تو مجازی معنی ہیں اس کے اہل بیت اصالتاً" کیسے ہو گئے؟ اگر عام مکان مراد ہے تو سارے گھر والے اپنے بزرگ کے ساتھ گھر میں رہتے ہیں زوجہ سے کیا خصوصیت؟

پھر ایک بات یہ بھی ہے کہ رات گزارنے سے ہم بستر ہونے کا مفہوم کہاں سے نکل آیا؟ کوئی شخص اپنے حالات میں یہ بیان کرے کہ تین راتیں فلاں کے ساتھ گزاریں تو کیا اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اس کے ساتھ جنسی تعلقات بھی رکھے ہیں..... معاذ اللہ.... اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ جب مجاز کا دروازہ کھل گیا تو بند کوٹھڑی ہی کی طرف ذہن کیوں جائے۔ خاندان کو بھی تو بیت کہتے ہیں کعبہ کو بھی تو بیت کہتے ہیں۔ ایسے پاکیزہ معنی مراد کیوں نہ لئے جائیں جو تطہیر کے شایان شان بھی ہوں۔

۲۔ "جب عورت یا مرد کی شادی نہیں ہوتی یہ لوگ اپنی باپ کے اہل بیت ہوتے ہیں۔ صفحہ ۴۵

ابھی تو اہل بیت اصالتاً" شب باشی کیا کرتے تھے۔ اب لڑکی اور لڑکا عارضی طور پر باپ کا اہل بیت ہو گیا۔ خدا ہی جانے اس مخصوص شب باشی کی رسم کہاں سے نکل آئی؟ مزید لطف یہ ہے کہ شادی کے بعد لڑکی شوہر کے اہل بیت میں شمار ہوتی ہے اور لڑکا بھی بیوی کے اہل بیت

میں ہو جاتا ہے۔ علماء لغت کو چاہئے کہ اس تحقیق کو فوراً نوٹ کریں ورنہ پھر کوئی بیان کرنے والا پیدا نہ ہو گا۔

صحیح مسلم میں فضائل کے ذیل میں یہ عبارت پائی جاتی ہے کہ زید بن ارقم سے اہل بیت کے بارے میں یہ سوال کیا گیا کہ ازواج بھی اہل بیت ہیں تو انہوں نے فرمایا **لا واللہ** عورت تو چند روز شوہر کے ساتھ رہتی ہے اس لئے شوہر کے گھر والوں میں کیونکر شمار کیا جا سکتا ہے۔

مولف موصوف اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

۴۔ اگر کبھی زن و شوہر میں طلاق سے مفارقت بھی ہو جاتی ہے تو مفارقت کسی نہ کسی باعث اولاد سے بھی ہو جاتی ہے بیٹی سے تو ہمیشہ ہی کیونکہ وہ نکاح کی وجہ سے اپنے شوہر کی اہل بیت بن جاتی ہے اور وہیں کی ہو جاتی ہے اور بیٹے سے بھی خوانگھریلو ناموافقت اور رنجش کے باعث یا دل آزادی' سرکشی اور عقوق کی بنا پر۔ صفحہ ۴۶

اس عبارت میں حسب ذیل لطائف قابل توجہ ہیں۔

ا۔ موصوف اتنا بھی سمجھنے سے قاصر ہیں کہ زوجہ کی مفارقت کے معنی رشتے کے ٹوٹ جانے کے ہیں اور رشتہ کا ٹوٹ جانا اس دروازے کے بند ہو جانے کے مترادف ہے جس سے وہ بیت میں داخل ہو رہی تھی اور اولاد کی مفارقت گھر سے جدا ہو جانے کے معنی میں ہے جس سے رشتے پر کوئی اثر نہیں پڑتا

ب۔ اولاد کی مفارقت کو اہل بیت سے خارج ہونے کی دلیل قرار دینا یہ بتاتا ہے کہ مولف کی نظر میں اہل بیت کے لئے گھر میں موجود رہنا ضروری ہے۔ اس لئے اہل بیت میں انہیں لوگوں کا شمار ہو سکتا ہے جو کبھی گھر سے باہر نہ نکلیں لیکن مشکل یہ ہے کہ اس طرح بعض ازواج بھی دائرہ اہل بیت سے خارج ہو جائیں گی اور جناب فاطمہؑ بہر حال داخل رہیں گی۔

ج۔ شادی کے بعد بیٹی شوہر کی اہل بیت بن جاتی ہے یہ بتاتا ہے کہ موصوف کی نظر میں اہل بیت ایک حجرہ شب باشی کے تابع ہیں۔ ورنہ بیٹی عقد کے بعد باپ سے رشتہ نہیں توڑ لیتی۔ وہ بیٹی ہونے کے اعتبار سے باپ ہی کے اہل بیت میں شمار ہوتی ہے چاہے بقول مولف زوجہ ہونے کے اعتبار سے شوہر کی اہل بیت بن جائے اور اس میں کوئی مضائقہ بھی نہیں ہے کہ ایک آدمی مختلف معانی کے اعتبار سے مختلف افراد کے اہل بیت میں شمار ہو۔

۵۔ بیوی دراصل مرد کی دوست رفیق، کفو وہم پلہ، ہمسرو ہم بستر، عزت و آبرو، ننگ و ناموس، جوڑ و گوئیں، زوج و جفت، شریک حال و ہم خیال، ایک جان کی دوسری قالب اور شدت اتصال و غایت وابستگی کے باعث مرد کی مثنی ہے۔ صفحہ ۶۴

غالباً موصوف کو یہ خیال نہیں رہا کہ یہ تقریر اہل بیت بنانے کے بجائے انفسنا کا مصداق بنانے کے لئے زیادہ مفید ہے۔ اہل بیت میں رشتہ گھرے ہوتا ہے صاحب خانہ سے اتنے شدید اتصال کا کیا سوال جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تمام ازواج کو یہ حیثیت قطعاً حاصل نہ تھی۔ ان میں بعض ایسی تھیں جنہوں نے اس کا خیال نہیں کیا کہ ہم نبیؐ کی عزت و آبرو اور ننگ و ناموس ہیں بلکہ اپنے کو جوڑ و گوئیں ہی سمجھتی رہیں۔ پھر ایک بات یہ بھی ہے کہ یہی باتیں کسی شخص کو اہل بیت بنا دیتی ہیں تو دوسرا شخص یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ بیوی غیر گھرانے کی غیر متعلق عورت نکاح کی دو لفظوں سے آئی روٹی کپڑا لیتی رہی ہے۔ گھر میں پڑی رہی، شوہر کی ضروریات زندگی کو پورا کرتی رہی، ناز زوجیت میں شوہر سے جھگڑا کرتی رہی۔ اس کی تعلیم سے فائدہ بھی نہیں اٹھایا اور طلاق کے دو کلمات سے رخصت ہو گئی۔ بر خلاف اس کے بیٹی، بھائی، نواسے یہ خون کے شریک دل کے ٹکڑے، جگر کے پارے، نسلی خصوصیات کے شریک آبائی ورثہ کے حصہ دار، گود کے پالے نبوت کے مزاج شناس، ادب و اخلاق کے نمونے، ناز و انداز سے بیگانے، لعاب دہن رسالت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے پرورش یافتہ ان کا رشتہ اتنا گہرا اور مضبوط ہوتا ہے کہ انہیں گھر والوں میں شمار کیا جائے نہ کہ ایک چلتے پھرتے مسافر کو جس کے لئے گھر ایک چند روزہ منزل ہے اور بس!

معیار اہل بیت

لیجئے اب ہم اہل البیت میں جتنے احتمالات ہیں اور جن جن حضرات کے اہل بیت میں داخل ہونے کا احتمال ہے مثلاً" ازواج رسولؐ" آل علیؑ" آل عقیل، آل جعفر، آل عباس وغیرہ کا ذکر کر کے ہر احتمال کا (سوائے ایک کے) بطلان پیش کرتے ہیں۔

یہاں پر میں صرف دو سوال کرنا چاہتا ہوں۔

۱۔ جن لوگوں کے اہل بیت میں شمول کا احتمال ہے ان میں سے کون ایسے ہیں جو ہر رجس وگناہ سے معصوم ہیں؟

۲۔ اور اگر کچھ لوگ دعوائے عصمت کرتے ہیں تو کیا ان کا عمل ان کے دعویٰ کی تصدیق کرتا ہے یا نہیں؟

اس کے لئے ہم کو ہر ایک کی تاریخ حیات کھنگالنا پڑے گی کہ آیا وہ اپنے دعویٰ میں سچا تھا یا نہیں؟

آیت تطہیر کے مصداق کی سب سے بڑی کسوٹی یہی سوال ہے۔ اور جب ہم نے تمام لوگوں کی تاریخ حیات کا مطالعہ کیا تو حضرت رسول خداؐ، حضرت علی مرتضیٰؑ" حضرت زہراؑ" حضرت امام حسن مجتبیٰؑ" اور حضرت امام حسینؑ شہید کربلا کے علاوہ کوئی بھی اس معیار پورا نہیں اترا اور نہ ہی اس کسوٹی پر کوئی ان حضرات کے علاوہ کھرا ثابت ہوا۔ چنانچہ رسول خداؐ کی طرف جو لوگ نسباً" منسوب ہیں جیسے آل عقیل، آل جعفر، آل عباس وغیرہ یا سبباً" منسوب ہیں جیسے ازواج رسولؐ خدا۔ ان میں سے کسی نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ معصوم ہے اور خدا نے اس سے رجس دور کر دیا ہے۔

واقعی یہ بہت بڑا اور مشکل دعویٰ ہے کہ انسان کو اپنے نفس پر اعتماد کامل ہوا اور وہ وثوق سے کہہ سکے کہ وہ اپنی پوری زندگی میں خواہ سختی ہو یا نرمی آسانی ہو یا تنگی وسعت ہو یا فقیری

'عام حالات ہوں یا غیظ و غضب میں 'کسی بھی حالت میں خدا کی مخالفت نہیں کرے گا نہ کبیرہ نہ صغیرہ

جن لوگوں کے بارے میں یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ یہ آل رسولؐ ہیں ان میں سے کسی کے ہاں بھی ہم نے یہ دعویٰ نہ دیکھا نہ سنا۔

صرف پنجتن پاک' کے لئے تو عصر نزول آیت سے ملتا ہے کہ ان لوگوں نے یہ دعویٰ کیا اور ان کی زندگی نے ان کے دعویٰ کی تصدیق کی۔ اور یہ حضرات وہی ہیں جن کے لیے مفسرین کا کہنا ہے کہ آیت تطہیر کا شمول ان کے لئے بھی ہے

جن لوگوں کے لئے کہا جاتا ہے کہ یہ اہل بیت ہیں خدا نے ان سے رجس دور کردیا ہے ان کی زندگی میں ایسی ایسی معصیت اور مخالفت الٰہی ملتی ہیں جو تقویٰ سے متصادم ہیں چہ جائیکہ انھیں معصوم قرار دیا جائے

پس پنجتنؑ پاک۔ رسول خداؐ' حضرت علیؑ 'حضرت فاطمہؑ' امام حسنؑ' امام حسینؑ کے علاوہ کوئی ایسا نہیں جو معصوم ہو اور باتفاق روایات آیت تطہیر کا مصداق ہو۔ نیز ان حضرات کے اوپر پہلے ذکر شدہ دونوں شرطیں بھی منطبق ہوتی ہیں۔

○ یعنی ان حضرات نے عصمت کا دعویٰ کیا جیسا کہ آگے آئے گا اور ان کے علاوہ کسی نے ازواج رسولؐ ہوں یا کوئی اور عصمت کا کسی نے دعویٰ نہیں کیا۔

○ ان کی پوری زندگی پر گہری نظر ڈالی جائے اور چاہے جتنا تلاش کیا جائے کسی قسم کی معصیت کا وجود نہیں ان حضرات کا دعوئے عصمت کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں تھی لیکن اس کے باوجود زندگی کے کسی گوشہ میں کسی مرحلہ پر دشمن بھی ان میں معصیت کا وجود ثابت نہ کرسکا۔ حالانکہ ان حضرات کی زندگی گوشہ نشینی کی زندگی نہیں تھی بلکہ لوگوں کی طرح عام لوگوں میں زندگی بسر کرتے تھے۔ لوگوں کے ساتھ نشست و برخاست رکھتے۔ حیات اجتماعی کے قائل تھے۔ ان حضرات کے اعمال اور ان کا کردار لوگوں کے سامنے تھا۔ اگر ان سے ایک بھی مخالفت یا معصیت کلام میں 'عمل میں 'موقف میں سرزد ہوئی ہوتی تو جس طرح تاریخ نے تمام چیزوں کو نقل کیا ہے اس کو بھی نقل کرتی اور وہ چیز ہم تک پہنچتی۔ پس معلوم ہوا کہ اہل بیت کا انحصار پنجتن پاک علیہم السلام میں ہے۔

ہمارے سابقہ بیانات سے درج ذیل باتیں سامنے آتی ہیں:

۱۔ عکرمہ کی روایت کے علاوہ جس کی حالت معلوم ہے تمام روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آیت تطہیر میں یہ پانچ حضرات (رسولؐ علیؑ فاطمہؑ حسنینؑ) شامل ہیں پس آیت کریمہ کا شمول ان حضرات کے لئے بہر صورت اجماعی ومتفقہ ہے۔ خواہ روایات کے اعتبار سے دیکھا جائے خواہ اطلاق کلمہ اہل بیت کے اعتبار سے دیکھاجائے۔

لیکن زوجات رسول خداؐ اور آنحضرت کے دیگر رشتہ داروں پر آیت کاشمول صرف اطلاق کلمہ اہل بیت کی طرف استناد صرف اجتہاد ہے جو اپنی جگہ مقبول ہے۔ مگرجب ان نصوص صریحہ کے مقابلہ میں آئے جو اہل بیت کو پانچ افراد میں منحصر کرتی ہیں تو اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں رہتی۔

۲۔ احادیث ونصوص سے قطع نظر کر کے دیکھا جائے تو آیت کریمہ کا اطلاق پنجتن پاک 'امہات المومنین' دیگر قرابتداران رسولؐ سب پر برابر صادق ہے۔ لیکن آیت کریمہ نے اہل بیت کی ایک پہچان بتائی ہے کہ وہ معصوم ہوں گے۔ ان سے رجس یقینی طور سے دور ہو گا اور یہ بہترین قسم کی کسوٹی ہے۔ اب جو معصوم ہے وہ اہل بیت کامصداق ہے اور جو عصمت کا مدعی نہیں ہے یا مدعی ہے لیکن اس کا عمل خلاف عصمت ہے وہ اس آیت سے خارج ہے۔

۳۔ امہات المومنین اور دیگرت قرابتداران رسولؐ (علاوہ پنجتن کے) کو دیکھئے تو یہ شرط ان میں سے کسی کے اندر نہیں پائی جاتی اور نہ ہی ان لوگوں نے دعویٰ کیا ہے پس آیت تطہیر کا مصداق پنجتن پاک' کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے

ہرانسان اپنے بارے میں دوسرے سے زیادہ جانتاہے۔ اگر دوسروں میں بھی یہ عطائے الٰہی (عصمت) ہوتی تو یہ بات مشہور جو جاتی۔ اس کے علاوہ ان لوگوں کی زندگیاں گناہان کبیرہ وصغیرہ سے پر ہیں جس سے یقین ہو جاتا ہے کہ یہ لوگ معصوم نہیں ہیں اور جہاں یہ یقین ہوا اسی کے ساتھ یہ یقین ہو جاتاہے کہ یہ حضرات آیت تطہیر کے مصداق نہیں ہیں۔ پس معصوم ہستیاں ہی آیت تطہیرمیں داخل ہیں۔

۴۔ البتہ پنجتن پاکؑ نے دعوائے عصمت کیا اور ہر شخص بڑی آسانی کے ساتھ ان کے کلام سے عصمت مطلقہ کے ادعا کا پتہ لگا سکتاہے۔ اور پھران کی پوری زندگی دیکھ ڈالیے تو اجتماعی زندگی

اور سیاسی حالات دشمنی، ظلم و ستم سے دوچار ہونے کے باوجود کہیں بھی ان حضرات سے خلاف عصمت کوئی بات نہیں ملتی۔ حالانکہ ان کے ساتھ ایسی مجبوریاں اور ایسے حالات تھے جہاں عصمت کی خلاف ورزی کے مواقع واسباب بہت تھے مگر پھر بھی ان کا دامن داغدار نہیں ہو پایا۔ صرف ادعائے عصمت ہی کی وجہ سے دشمنوں کی طرف سے مصائب کی پہاڑ توڑے گئے تھے تاکہ ان کی شخصیتوں کو مجروح کر دیا جائے مگر جس کو خدا رکھے اس کو کون چکھے۔

لہٰذا متواتر احادیث جو آیت کی تفسیر میں آتی ہیں اور اہل بیت کی تشخیص کرتی ہیں ان سب سے آنکھیں بند کرلی جائیں تب بھی صرف آیت تطہیر ہی ان اہل بیت کی تشخیص کے لئے کافی ہے جن سے رجس کو دور کر دیا گیا ہے اور جو معصوم ہیں

يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً

ہم طہارت کے معانی سے آگاہ ہو جائیں تو نفس طہارت سے بھی آگاہ ہو جائیں گے۔

المنجد ص ۶۱۶ کالم ۱ سطر ۲ پر ہے۔

طهورا طهارة پاک ہونا **طهرة** پاک کرنا۔

البستان جلد ۲ ص ۱۴۷۵ کالم ۱ سطر آخر پر ہے۔

طاهر البطن: وہ ہے جسے خدا وساوس سے محفوظ رکھے۔

طاهر الظاہر: وہ ہے جسے خدا گناہ کرنے سے محفوظ رکھے۔

الطهارة گناہوں سے محفوظ رہا۔

تفسیر روح المعانی جلد ۲۲ ص ۱۲ سطر ۱۴ پر ہے۔

طہارت کے معنی ہیں کہ تقویٰ صاحب طہارت کا اوڑھنا بچھونا بن جاتا ہے۔

(تفسیر فتح القدیر جلد ۴ ص ۲۷۰ سطر ۲)

وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً: یہاں تطہیر سے مراد گناہوں اور گندگیوں سے طہارت کاملہ ہے

تفسیر مظہری جلد ۷ ص ۳۷۰۔

تطہیر سے مراد دنیا میں گناہوں کی نجاست سے پاک کرنا اور آخرت میں مغفرت فرمانا ہے۔

(تفسیر مظہری جلد ۷ ص ۳۷۰

بطور استعارہ گناہوں کو گندگی اور تقویٰ کو طہارت فرمایا کیونکہ گناہ کرنے والے کی گناہوں سے اسی طرح آلودگی ہو جاتی ہے جس طرح جسم نجاست سے آلودہ ہو جاتا ہے اور متقی ایسا ہی پاک و صاف ہو جاتا ہے جس طرح کپڑا پاک و صاف ہو جاتا ہے۔

امام راغب اصفہانی المفردات میں لفظ طہر کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں۔

کہ لفظ تطہیر اجسام و اخلاق و افعال سب کی پاکی کے لئے آتا ہے اللہ جل شانہ نے فرمایا **وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ** یعنی اپنے کپڑے میل سے پاک کر اور فرمایا **انما یرید اللہ الخ** اور معلوم ہے کہ کپڑے اور بدن کا نجاست سے پاک کرنا مراد نہیں بلکہ سوائے تطہیر نفس یہاں اور کچھ مراد نہیں لے سکتے کہ مدح کے متعلق ہو۔

فردوس الاخبار میں حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے/ **علی قال قال النبی انا وعن اهل بیتی اذهب الله عنا الرجس ما ظهر منها و ما بطن** حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ تحقیق دور کر دیا ہے اللہ تعالیٰ نے ہم اہل بیت سے گناہان ظاہری و باطنی کو در مشور میں جہاں حضور نے اپنے خاندان کو تمام خاندانوں سے افضل اور خاندان سے خود کو افضل کہا اور فرمایا **انا و اهل بیتی مطهرون من الذنوب** کہ میں اور میرے اہل بیت گناہوں سے پاک ہیں۔

ابن عربی فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں کہ خدا نے اہل بیت کو طاہر و مطہر کر دیا ہے اور رجس کو ان سے دور کر دیا ہے اور رجس ہر وہ چیز ہے جو ان کے شایان شان نہ ہو۔

يُطَهِّرَكُمْ: یہ لفظ تخصیص ہے جس میں مخاطبین کے حصر کے بعد تخصیص بمنزلہ حصر ہے تاکہ ان مخاطبین میں دوسروں کو شامل کرنے کا وہم تک نہ ہو اور یہ مظہر تاکید اکید ہے۔

تَطْهِيرًا: بعنوان مبالغہ انتہائی طہارت کا مظہر ہے ایسی طہارت کہ جس سے بڑھ کر انسانی تصور میں نہ آسکے پس یہ انتہائی طہارت، عصمت کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتی۔

تطہیر کا لفظ باب تفعیل کا مصدر ہے جس کا ایک خاصہ یہ ہے کہ وہ کسی چیز کو فعل میں لانے کی بجائے اس کے اعلان کا مظہر ہوتا ہے مثلاً" تکبیر کے معنی اللہ کو بڑا بنانا نہیں کیونکہ وہ اپنی کبریائی میں ہمیشہ سے اکبر ہے۔ تکبیر کے معنی یہ ہوئے کہ اس کی کبریائی اور بڑھائی کا اعلان کرنا اسی طرح تسبیح کے معنی جو اسی وزن پر ہے اللہ کو پاک کرنا نہیں بلکہ اس کی پاکیزگی کا اعلان کرنا ہے۔ تقدیس کے معنی اللہ کو قدوس بنانا نہیں بلکہ اس کے قدس اور قدوسیت کا اعلان کرنا ہے اسی طرح آیہ تطہیر میں لفظ تطہیر ہے اس کے معنی اہلبیت کو پاک کرنا نہیں بلکہ ان کی پاکیزگی کا

اعلان کرتا ہے۔

(معارج الفرقان)

خدا نے اس جملے میں اہل بیت کی طہارت کا ذکر فرمایا اور وہ بھی با تاکید' حالانکہ خدا تاکید نہ بھی فرماتا تب بھی لوگ یقین کر لیتے لیکن عظمت اہل بیت کو اجاگر کرنے کے کئے پہلے خدا نے خود تاکید فرما دی اور یہ اشارہ فرما دیا کہ اب اس تاکید کے بعد بھی جو عصمت اور کمال مرتبہ اہل بیت تہیں میں شک کرتا ہے وہ ان کا منکر ہی نہیں مجھے بھی نہیں مانتا۔ میری معرفت ہی نہیں رکھتا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے آیہ تطہیر کی تفسیر میں خود فرمایا ہے کہ **واهل بيتى مطهرون من الذنوب** کہ میں اور اہل بیت گناہوں سے محفوظ ہیں تو معلوم ہوا کہ اہل بیت محمد علیہم السلام معصوم عن الخطاء ہیں۔

امام راغب اصفہانی المفردات میں لفظ طہر کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ اہل بیت کا نفس ظاہر و باطن سے پاک ہے۔

جنبی حالت

ارجح المطالب ص ۵۲۳ سطر ۱۷

سنن بیہقی جلد ۷ ص ۶۵' مناقب خوارزمی ص ۲۲۹ سطر ۱۰' سیرت حلبیہ جلد ۳ ص ۳۴۷' کنز العمال جلد ۶ ص ۲۱۷ حدیث ۳۸۰۲' ۳۸۰۳' ۳۸۰۴ منتخب کنز العمال جلد ۵ ص ۲۹ سطر آخر مقتل خوارزمی ص ۶۲ سطر ۶' مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۴ سطر ۲۰' تاریخ الخلفاء ص ۱۲۱ سطر ۳' تحفہ الاحوذی جلد ۴ ص ۳۳۰ سطر ۱۹' المرقات جلد ۱۱ ص ۳۴۷ سطر ۳ ص ۳۵۱ سطر ۱' جامع الاصول جلد ۹ ص ۴۷۲' حدیث ۶۴۹۰' مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۱۵ سطر آخر ذخائر العقبیٰ ص ۷۷ سطر ۹' مطالب السئول ص ۵۹ سطر ۷' وفاء الوفاء ص ۳۳۷ سطر آخر' تفریح الاحباب ص ۳۵۱ سطر ۱۸' البدایہ والنہایہ جلد ۷ ص ۳۳۸ سطر ۱۳' خصائص کبریٰ ص ۲۴۳ جلد ۲ سطر ۱۷' ۲۳' الحاوی للفتاویٰ ص ۱۵ جلد ۲ سطر آخر صواعق محرقہ ص ۱۲۳ سطر ۱۴' ازالۃ الخفا مقصد ۲ ص ۲۶۵ سطر ۶' تذکرۃ الخواص ص ۴۲ سطر ۳' مظاہر حق جلد ۴ ص ۶۹۶ سطر ۱۰' الریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۹۲ سطر ۶' ینابیع المودت ۱۷

استدلال:۔

ترمذی اور مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ فرمایا رسول خدا نے واسطے علی کے نہیں حلال ہے کسی

کو جنب ہو بجز اس مسجد کے سوا میرے اور سوا تیرے خصائص امام نسائی میں ان" بجنب ہے عبدالحق دہلوی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ علی مرتضیٰ اور خود رسول خدا کی گزرگاہ مسجد نبی واقع ہوئی تھی اور یہ جائز ہے کہ اگر کسی کی خاص گزرگاہ مسجد واقع ہو تو اس میں سے گزر جائے اگر چہ جنب ہو اسی واسطے فی ھٰذا المسجد کہا کہ یہ مسجد کہ گزرگاہ واقع ہوئی اور گزرنا اس سے ضروری ہے۔ بخلاف تمام مساجد کے۔

اولاً"۔ شاہ عبدالحق صاحب نے اتنا بھی خیال نہ فرمایا کہ باب مناقب ابوبکر میں جو حدیث صحیحین سے منقول ہے جس کا آخری کلمہ یہ ہے کہ لا یبقین المسجد خوختہ الا خوختہ ابی بکر

حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں وضاحت فرما دی کہ اہل بیت یہی حضرات ہیں اور کوئی نہیں۔

چادر کے اندر جانے کے لیے ازواج نبی کی بے تابی اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک وہ بہت بڑے اعزاز سے محروم ہو رہی تھیں۔

مطالب السئول میں تحریر ہے کہ اہل بیت صرف خمسہ مطہرین ہیں کیونکہ ان پر صدقہ حرام اور علماء کرام نے تسلیم کیا ہے کہ جن پر صدقہ حرام ہو وہی اہل بیت ہیں۔

اختلاف ازواج کے اہل بیت ہونے میں ہے خمسہ مطہرین کے اہل بیت ہونے میں نہیں لہٰذا ان کی افضلیت مسلم ہے۔

آج تک کسی مفسر و محدث نے اہل بیت کو چھوڑ کر صرف ازواج کو اہل بیت تحریر نہیں فرمایا۔

خدائے ذوالجلال کا انما سے لے کر آخر آیت تک مخصوص انداز اختیار فرمانا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا چادر کا نچھاور کر کے پھر ھٰؤلاء کی تخصیص فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ یہاں صرف اہل بیت سکنیٰ کا ذکر نہیں بلکہ اہل بیت نبوت کا ذکر ہے۔ اور اہل بیت نبوت معصوم ہیں ان کے لیے گھر میں رہنا یا نہ رہنا شرط نہیں۔ یہی تو وجہ تھی کہ حضرت ام سلمیٰ اور ایک روایت کے مطابق حضرت عائشہ نے بھی چادر کے اندر جانے کی درخواست کی تھی وہ سمجھ رہی تھیں کہ چار دیواری کے مکان کی اور منزلت ہے اور چادر والے خصوصی مکان کی اور رفعت ہے۔

میرے دوست ازواج نبیؐ کے اہل بیت ہونے کے لیے تو خاصہ زور لگا رہے ہیں لیکن آج تک کسی نے بھی اصحاب نبی کے اہل بیت ہونے کا دعویٰ نہیں فرمایا۔ جس سے ثابت ہوا کہ اصحاب بھی اس اعزاز سے محروم ہیں۔ صرف اس اعزاز سے محروم ہی نہیں بلکہ خلافت کا استحقاق

بھی نہ رہا کیونکہ اس آیت سے عصمت مراد ہے تو جب اصحاب معصوم ہی نہیں تو خلیفۂ رسولؐ کیسے۔

جناب ابن حجر مکی صواعق محرقہ کے ص ۸۵ پر تحریر فرماتے ہیں کہ ھذا الایتہ منبع فضائل اہل بیت النبوی کہ یہ آیت اہلبیت کے فضائل کا سرچشمہ ہے۔

کتب اہل سنت خصوصاً" تفسیر در منثور میں یہ حدیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تحریر ہے کہ پھر خدا نے گھروں کو قبائل پر تقسیم فرمایا اور مجھے سب سے اچھے گھر میں رکھا اور وہ گھر وہی ہے جن کے بارے میں خدا نے آیہ تطہیر نازل فرمائی۔ تو اس حدیث سے ثابت ہوا کہ تمام دنیا کے گھر اکٹھے ہو کر بھی خمسہ مطہرین علیہم السلام کے گھر کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

دیلمی فردوس الاخبار میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھ اور میرے اہل بیت سے خدا نے ظاہری و باطنی رجس دور کر دیا ہے۔

ابن عربی تحریر فرماتے ہیں کہ خدا نے اہل بیت محمد علیہم السلام سے رجس دور کر کے انہیں طاہر و مطہر کر دیا ہے۔

لوگ بھی پاک کرتے ہیں اور خدا بھی لیکن دونوں کے پاک کرنے میں زمیں و آسمان کا فرق ہے لوگ جنہیں پاک کرتے ہیں وہ صرف پاک ہوتے ہیں لیکن جنہیں خدا پاک کرتا ہے وہ پاک ہوتے بھی ہیں اور پاک کر بھی سکتے ہیں۔

لوگ جتنا بھی زور لگالیں صرف ظاہر کو کسی حد تک پاک کر سکتے ہیں لیکن خدا ظاہر کو بھی پاک کرتا ہے اور باطن کو بھی۔ یہی وجہ ہے کہ جن کی طہارت کا خدا نے اعلان فرمایا ان کا اسم بھی پاک ہے اور جسم بھی مثلاً" غیر مسلم کو آپ جتنا نہلا دیں اور جتن کر دیں لیکن وہ پاک نہ ہو گا لیکن اگر وہ خلوص نیت سے آمنہ کے لال کا کلمہ پڑھ لے تو پاک ہو جائے گا۔ اور ان ہستیوں کا جسم بھی پاک ہے مثلاً" بعض حالتوں میں ہمارے مرد مسجد میں داخل نہیں ہو سکتے لیکن یہ داخل ہو سکتے ہیں اور بعض حالتوں میں ہماری عورتیں نجس ہو جایا کرتی ہیں لیکن ان کی عورتیں اس حالت میں بھی پاک رہتی ہیں۔

انوار اللغہ پ ۲۲ ص ۵۱ پر جناب وحید الزمان دہلوی تحریر فرماتے ہیں۔ اس آیت کی رو سے خمسہ مطہرین کی عصمت ثابت ہے۔

يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا

لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ کے بعد يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا کہنے کا مطلب تنزیہ و تطہیر میں مبالغہ اور اثبات عصمت ہے گویا آیت یہ بتانا چاہتی ہے کہ خداوند عالم نے جب رجس دور کردیا تو ان کے نفوس و قلوب ہر قسم کے رجس و گناہ سے خالی ہو گئے اب اس کے بعد ان کے قلوب کو آثار رجس سے بھی پاک کردیا۔ لہٰذا ان کے دلوں میں نہ رجس رہا نہ اثر رجس رہا نہ معمولی نہ ضعیف۔ کیونکہ رجس دور کر دینے کا مطلب ہمیشہ یہ نہیں ہوا کرتا کہ اب نفس میں اس کے آثار و تعلقات بھی باقی نہیں رہے اس لئے اہل بیت کے سلسلہ میں اذہاب کے بعد یطہر کم تطہیرا بھی کہہ دیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ ان کے نفوس میں آثار بھی نہیں رہے یعنی نہ گناہ نہ رجس نہ ان کے آثار کچھ بھی نہیں رہے۔

مقام عصمت اور ولی اللہ کی نزاہت و روحانی بلندی کا اس سے بڑھ کر اور کوئی مرتبہ نہیں ہو سکتا اور یہ مرتبہ خدا صرف ان لوگوں کو دیتا ہے جن کو رسول بناتا ہے یا مخلوق کا امام بناتا ہے کسی اور انسان سے خدا رجس دور کر کے اس طرح طاہر نہیں بناتا۔

اگر ہم قرآن کو صرف ایک عربی زبان تسلیم کریں تب بھی آیت کی دلالت عصمت پر ہوتی ہے چہ جائیکہ اس کو افضل الکلام تسلیم کریں۔

اور انما یرید اللہ الخ جس طرح عصمت پر دلالت کرتا ہے اہل بیت کی پنجتن میں حد بندی بھی کردیتا ہے۔

(اہل بیت علامہ آصفی ص ۱۳۵)

علامہ محمد مہدی الآصفی آیہ تطہیر کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

یہ آیت کریمہ ان مشہور ترین آیات میں سے ہے جو شیعہ اور اہل سنت ہر دو کی روایات کی رو سے رسول خدا کے چند خاص رشتہ داروں کے بارے میں ایک خصوصی واقعے کے سلسلے میں نازل ہوئی۔ یہ آیت اہل بیت کی برتری' شائستگی اور پاکیزگی پر دلالت کرتی ہے اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔

آیتہ تطہیر چند ایسے انسانوں کی نشان دہی کرتی ہے جو عام انسان کے افق سے بہت ہی بلند تر مقام کے مالک ہیں۔

اس آیت کا مقصود چند ایسے گوہروں کا تعارف ہے جو فضیلت' عصمت' طہارت اور با عظمت منصب خلافت کی لیاقت سے آراستہ ہیں۔

اگر ہم یہ کہیں کہ کئی مرتبہ اللہ کے صالح اور لائق بندوں نے اس آیت سے تمسک کرتے ہوئے دوسروں پر اپنی برتری ثابت کی ہے اور استناد اسی آیت سے کیا ہے تو یہ بات ہرگز خالی از استناد نہیں ہوگی۔

آیتہ کریمہ تطہیر نے حقیقت بین افراد کی نگاہوں کو معصومین و طاہرین کی طرف مرکوز کر دیا ہے اور حقیقت پسندی سے بھاگنے والے متعصب افراد کو تعصب ضخیم پردوں میں الجھا کے رکھ دیا ہے۔ اس آیت کی وجہ سے ان کے لئے اہل بیت کی فضیلت' برتری اور سب سے زیادہ حقیقت کا انکار مشکل ہوگیا ہے۔ لہذا جن کی نظر صحیح اور روشن بین ہے اور تعصب خشک سے محفوظ ہے ان کے سامنے اہل بیت کی حقانیت جلوہ گر ہو چکی ہے۔

تاہم اس آیت کریمہ میں تحقیق و تدقیق کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے تحقیقی مفاہیم و معانی کی عمیق جستجو کی جائے چنانچہ پہلی ہی نظر میں' روایات سے صرف نظر کرتے ہوئے بھی پانچ بنیادی نکات سامنے آتے ہیں جو غور و خوض کے لئے ضروری قرار پاتے ہیں۔

پانچ نکات

۱۔ اگرچہ یہ آیت کریمہ ان آیات کے درمیان واقع ہے جن میں ازواج پیغمبر کو خطاب کیا گیا ہے۔ تاہم ان آیات میں غور و خوض سے یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ اس آیت کریمہ کا ان مخدرات سے کوئی تعلق نہیں۔

۲۔ شان نزول کو دیکھنے سے واضح ہو رہا ہے کہ **انما یرید اللہ....** ایک خاص موقع پر مستقل طور پر نازل ہوئی ہے۔ اس کا محل نزول ازواج رسول خدا کے گھروں میں سے ایک گھر ہے۔ لیکن کتاب خدا کی تدوین میں اس آیت کو ان آیات کے ضمن میں رکھا گیا ہے جن میں ازواج رسول کے بارے میں گفتگو ہو رہی ہے اور انہیں خطاب کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اس آیت کی جو شکل بنی ہے وہ یوں ہے۔

وَقَرنَ فِی بُیُوتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجنَ تَبَرُّجَ الجَاھِلِیَّۃِ الأُولیٰ وَ أَقِمنَ الصَّلوٰۃَ وَ اٰتِینَ الزَّکوٰۃَ وَ اَطِعنَ اللّٰہَ وَ رَسُولَہٗ اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰہُ لِیُذهِبَ عَنکُمُ الرِّجسَ اَھلَ البَیتِ وَ یُطَھِّرَکُم تَطھِیراً

۳۔ **انما یرید اللہ .....** والے جملے میں "ارادہ" سے کیا معنی مراد ہیں؟

۴۔ قرآن کریم کی رو سے "رجس" کسے کہتے ہیں تاکہ آیۃ تطہیر میں جس "رجس" کی علی الاطلاق نفی کی گئی ہے ان کی صحیح صورت واضح ہو سکے۔

۵۔ کلمہ "اہل بیت" کی ترکیب کلامی کی حقیقت کیا ہے اور اس سے کون مراد ہیں کیا اس کلمہ کا مفہوم عام ہے کہ اس میں رسول خدا کے تمام رشتہ دار شامل ہیں یا اس کے لغوی معنی مراد نہیں بلکہ ایک خصوصی عنوان کی طرف اشارہ ہے؟

بالفاظ دیگر کیا اس آیت میں کلمہ "اہل بیت" سے اس کے وصفی معنی مراد ہیں یا اس سے چند مخصوص افراد کی طرف اشارہ مقصود ہے؟

(اہل بیت آیہ تطہیر کی روشنی میں ص ۳۳ سطر ۴)

جناب علامہ محمد مہدی آصفی اہل بیت کے ص ۶۷ سطر ۲ پر تحریر فرماتے ہیں۔

آیت کی ابتداء لفظ "انما" سے کی گئی ہے او رعربی زبان میں انحصار پر دلالت کرنے والی چیزوں میں سب سے قوی دلالت لفظ انما کی ہوا کرتی ہے۔ انما کی خصوصیت یہ ہے کہ اپنے مابعد کو ثابت کرتا ہے اور اس کے علاوہ دوسروں سے اس کی نفی کرتا ہے۔

مثلاً اگر آپ فرمائیں **انما الفقیہ علی** تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ فقیہ صرف علیؑ ہیں ان کے سوا کوئی اور نہیں۔

ابن منظور لسان العرب میں کہتے ہیں۔

"انما کا مطلب مابعد کے لئے اثبات کرنا اور اس کے علاوہ کی نفی کرنا ہوا کرتا ہے۔ جیسے

کہ شاعر کہتا ہے:

وانما یدافع عن احسابھم انا و مثلی

یعنی میں اور مجھ جیسے لوگوں کے علاوہ کوئی اپنے حسب و نسب کا دفاع نہیں کرتا"

پس لغت میں انحصار کا ایک مدلول ایجابی اور دوسرا سلبی ہوا کرتا ہے اور ان دونوں (ایجاب و سلب) کے بغیر انحصار کا مفہوم پورا نہیں ہوتا اس لئے اس حد بندی کے پیش نظر آیت کا مطلب یہ ہو گا کہ خدا صرف یہ ارادہ رکھتا ہے کہ طہارت صرف اہل بیت کے لئے ہے اور اہل بیت کے علاوہ دوسروں کو خدا طاہر قرار دینا نہ چاہتا ہے اور (کم از کم) یہ مطلب اس وقت بہر حال ہو گا جب آیت نازل ہوئی ہے۔

(اس آیت کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ انما کو جس جزء سے متعلق کیجئے گا حصر کے معنی صحیح رہیں گے۔ مترجم)

جو شخص بھی اسلوب عرب سے واقف ہے اور اصول و قواعد لغت سے آگاہی رکھتا ہے اس کے لئے یہ بات بہت ہی واضح ہے اس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہے۔

امام رازی کی توجیہ

امام فخرالدین رازی آیت کو اس کے حقیقی معنی سے ہٹانے کے لئے اپنی تفسیر میں اس آیت کے معنی اس طرح بیان کرتے ہیں۔

۔ "اے نبیؐ کی بیویو تم پر شرعی فرائض عائد کرنے سے خدا کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور تم لوگ جو اعمال بجالاؤ گی اور اس کا نفع خدا کو نہیں پہنچے گا بلکہ اس کا نفع تم کو ہی ملے گا اور خدا نے جو تم کو حکم دیا ہے وہ تمہاری مصلحت کی وجہ سے دیا ہے۔"

یہ عجیب و غریب کلام ہے کیونکہ اس میں آیت کا مصداق اہل بیت کو قرار نہ دے کر ازواج رسولؐ کو قرار دیا ہے اور وجہ انحصار کو بھی دل دیا ہے۔

اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ آیت تطہیر سے پہلے والی جتنی آیات ہیں ان سے مراد امہات المؤمنین یعنی ازواج رسولؐ ہیں اور ان آیتوں میں خطاب صرف نبیؐ کی بیویوں سے کیا گیا ہے اسی طرح اس میں بھی شک نہیں ہے کہ آیت تطہیر کے ضمن میں بیان کی جانے والی (اہلسنت کی) روایات زیادہ تر اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ امہات المؤمنین اہل بیت سے خارج

نہیں ہیں (جیسا کہ بعد میں بیان کی جانے والی روایات سے واضح ہو گا) لیکن (فخر رازی کی طرح) کسی نے بھی نہیں کہا کہ اہل بیت سے صرف ازواج رسولؐ مراد ہیں اور ہم بعد میں صحیح و متواتر احادیث سے ثابت کریں گے کہ حضرت علیؑ جناب فاطمہؑ امام حسن علیہم السلام، امام حسینؑ یقینی طور پر اہل بیت میں داخل ہوں۔ اس سلسلہ میں ہم روایات سے بھی استدلال کریں گے اور ہماری ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جہاں نبیؐ کی بیویوں کو مخاطب کیا گیا ہے وہاں ضمیر جمع مونث کی استعمال ہوئی ہے لہٰذا اگر آیت تطہیر سے بھی ازواج رسولؐ مراد ہوتیں تو جمع مونث کی ضمیر استعمال ہوتی لیکن آیت تطہیر میں جمع مذکر کی ضمیر ہے کیونکہ حضرت علیؑ امام حسنؑ امام حسینؑ مرد ہیں صرف حضرت زہراءؑ عورت ہیں۔ مذکر کو غلبہ ہے اس لئے جمع مذکر کی ضمیر استعمال کی گئی ہے۔

میرے علم میں نہیں ہے کہ عکرمہ کے علاوہ کوئی محدث یا مفسر آیت تطہیر کے صرف رسول خداؐ کی بیویوں کے لئے مخصوص ہونے کا قائل ہو۔ جیسا کہ اسی بحث میں اس کا ذکر آئے گا اور میرا ظن غالب یہ ہے کہ خود عکرمہ بھی آیت تطہیر کو ازواج کے لئے مخصوص نہیں سمجھتا تھا بلکہ آیت تطہیر میں ازواج کو بھی شامل کر لیتا تھا (یعنی پنجتن کے ساتھ ازواج بھی مراد لیتا تھا)

اس بنا پر امام رازی نے جو بات کہی ہے کہ آیت تطہیر میں بھی خطاب صرف ازواج رسولؐ ہی سے ہے یہ ایک بالکل بے معنی بات ہے۔ اگر ہم فخر رازی اور ان کے ہمنوا حضرات کے خیالات کا احترام کر بھی لیں تب بھی زیادہ سے زیادہ یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ آیہ تطہیر میں ازواج رسولؐ بھی شامل ہیں۔

آیت تطہیر سے پہلے صرف امہات المومنین کو مخاطب قرار دیا جانا اور اسی طرح آیت تطہیر کے بعد بھی صرف امہات المومنین کو مخاطب قرار دینے سے فخر رازی وغیرہ کے قول کی تائید نہیں ہوتی کیونکہ آیت تطہیر کا سیاق اپنے سے پہلی والی آیتوں اور اپنے سے بعد والی آیتوں سے واضح طور پر مختلف ہے اور احادیث صحیحہ و متواترہ سے قطعی دلیل اس بات پر موجود ہے کہ آیت تطہیر میں اہل بیت داخل ہیں اور وہی مراد ہیں (اس لئے صرف ازواج مراد لینا دعویٰ بلا دلیل ہے)

اور کم سے کم اتنی بات تو ماننی پڑے گی کہ آیت تطہیر میں مخاطب "کم" ہے اور پہلی والی آیتوں میں "کُنَّ" ہے یعنی جب دونوں مخاطب الگ الگ ہیں تو فخر رازی کی تفسیر میں دونوں کو ایک قرار دینا کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا جیسا کہ فخر رازی کا قول ابھی کچھ پہلے گزر چکا کہ:

"اے نبیؐ کی بیویو تم پر شرعی فرائض عائد کرنے سے خدا کا کوئی فائدہ نہیں ہے ......

الخ"

اب اگر فخر رازی کی' نبیؐ کی بیویوں پر شرعی فرائض عائد کرنے سے خدا کا کوئی فائدہ نہیں ہے الخ۔ سے مراد وہ خطابات ہیں جو (آیت تطہیر) سے پہلے ہیں اور جن کا تعلق صرف ازواج رسولؐ سے ہے تو اس سے ازواج کے علاوہ دیگر افراد خاندان کے مستفید ہونے کا کوئی مفہوم ہی نہیں ہے کیونکہ ان خطابات میں اگر کوئی نفع کی چیز ہے تو صرف ازواج کے لئے ہے۔ اس لئے کہ خطاب صرف انہیں ازواج سے ہے اور اگر فخر رازی کی مراد یہ ہے کہ خصوصیت خطاب سے قطع نظر کرتے ہوئے سب ہی کو اس میں شامل کر لیا جائے تو پھر فائدہ کا اہل بیت میں منحصر ہونا بے معنی ہو کر رہ جائے گا کیونکہ فائدہ کی خصوصیت تو ختم ہو گئی اب اس کا نفع اہل بیت اور غیر اہل بیت سب کے لئے ہے۔

ان تمام باتوں کے علاوہ اس آیت کے بارے میں فخر رازی کی تفسیر سے جو ظاہری مفہوم ذہن میں آتا ہے اس کے بالکل بر خلاف ہے اور اس میں اتنا تکلف ہے اور لفظوں کی دلالت میں اتنی تنگی ہے کہ کوئی بھی مفسر بغیر شدید ضرورت کے اس کا ارتکاب نہیں کر سکتا۔ ورنہ ظاہر کلام اور اس کا فطری سیاق یہی بتاتا ہے کہ صرف اہل بیت کے اندر طہارت کے انحصار کا ارادہ ہے اور **انما یرید اللہ لیذھب** سے یہی مفہوم سمجھ میں آتا ہے اور سب سے پہلے ذہن میں یہی مطلب آتا ہے اور یہ کلام خدا واضح عربی میں ہے۔ اس میں کسی قسم کا ابہام نہیں ہے لہٰذا ہمارے بیان کی روشنی میں آیت کا مطلب یہ ہے۔

"اے اہل بیت" خدا نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ تم کو پاک و پاکیزہ قرار دے اور تم سے ہر قسم کی رجس و نجاست کو دور رکھے"

آیت تطہیر کے نتائج پر ایک نظر

لوگوں کے الزامات کے باعث بات طویل ہو گئی۔ ہم نے آیت تطہیر کے کلمات میں سے ہر ایک پر بحث کی' دقیق تاریخی نکات اور تاریخ اسلام میں عنوان "اہل بیت" کے سفر پر غور و خوض کیا۔ چنانچہ اس پوری بحث سے مختصر نکات یہ پیدا ہوئے:

یہ آیت کریمہ "اہل بیت" علیہم السلام سے مختص ہے۔ "اہل بیت" ہی "اصحاب کساء" ہیں اور باقی تمام آئمہ طاہرین علیہم السلام بھی اللہ تعالیٰ کی اس عظیم عنایت میں شامل ہیں یعنی

آیت کریمہ کی شان نزول کے نبی اکرم حضرت امیر المومنین علی، حضرت فاطمہ اور حسنین علیہم السلام ہی مصداق ہیں (اور بقیہ آئمہ اطہار تاویل کے ساتھ اس میں شامل ہوتے ہیں)

پس اللہ تعالیٰ کا ارادہ تکوینی ہوا کہ اہل بیت اور پلیدیوں کے درمیان فاصلہ قرار دے۔ یہ ایک بہت بڑی توفیق ہے جو "اہل بیت" علیہم السلام کو نصیب ہوئی اور یہ عطیہ ان خاصان خدا کو اپنی ان مسلسل دفاعی مساعی کے طفیل حاصل ہوا جو انہوں نے رسول اللہ کی اطاعت اور درگاہ اقدس خداوندی کے حق میں خلوص برتنے میں انجام دیں۔ اب ہم اس مقام پر پہنچ چکے ہیں کہ اس آیت کریمہ کے مجموعی مفاد پر غور کریں اور دیکھیں کہ بالآخر آیت تطہیر اھل بیت اور بقیہ تمام آئمہ اطہار علیہم السلام کو کیا فضیلت عنایت فرمائی ہے؟

اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ ہے کہ وہ آئمہ اطہار اور گناہوں اور پلیدیوں کے درمیان فاصلہ قرار دے اور ان ذوات مقدسہ کو ہر طرح پاکیزہ رکھے۔ مخصوص عنایت سے فقط آئمہ اطہار علیہم السلام، نبی اکرمؐ آپ کی دختر حضرت فاطمہ علیہا السلام فیضیاب ہوئے ہیں چونکہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ ازلی سے اس کی مراد جدا نہیں ہو سکتی .... اور حتماً" حاصل ہو کر رہتی ہے اس لئے یہ امر یقینی ہے چہاردہ معصومین علیہم السلام ایک ممتاز طبقہ ہیں۔ وسیع روح، فراخ سینہ اور مشکلات کے برداشت کرنے کے بے پناہ قوت کے مالک ہیں۔ ہر نقطہ سیاہ سے خالی اور روشن دل رکھتے ہیں۔ حقائق کے ادراک پر پوری طرح قادر اور قرآن کی مکمل معرفت کے حامل ہیں۔

یہ حضرات دور اندیش، رموز قرآن سے پوری طرح آگاہ اور پس پردہ ہونے والے حوادث و اسرار سے واقفیت رکھتے ہیں۔ رجس کے بیان کردہ معنی کے مطابق آئمہ ہدیٰ ہر قسم کے رجس سے محفوظ ہیں۔ وسوسہ، شک، کینہ، بخل، حسد، جہل، خرافات، دوزخی، عقیدہ، عزم میں کمزوری، یہ تمام عیوب ان کی روح کو لاحق نہیں ہوتے بلکہ وہ اس قدر بلند روحانیت کے مالک ہیں کہ ان کی عظمت و شخصیت انہیں ہر قسم کے گناہ اور پست اقدام سے مانع ہو جاتی ہے۔ بلکہ اہل بیت کے لئے گناہ کا خیال بھی ممنوع ہے۔ ایسے پاکیزہ اور مطمئن دل کے مالک ہیں جو ہمیشہ حق تعالیٰ کے عشق میں دھڑکتا ہے اور ہوا و ھوس کا کوئی ذرہ ان کی قلبی فضا کو مکدر نہیں کر سکتا۔

آئمہ طاہرین علیہم السلام سراپا تسلیم اور خالص بندگان الٰہی ہیں نبی اکرم اور آئمہ ہدیٰ نہ فقط یہ کہ کسی سے کینہ نہیں رکھتے بلکہ مسلم معاشرے اور عوام کی حق میں انتہائی مہربان ہوئے

ہیں۔ بخل و حسد سے پاک اور اپنی سخاوت کے ذریعہ معاشرے کے لئے حقیقی رہبر اور مخلص رہنما ثابت ہوئے ہیں۔ قوم کو بہترین زندگی کی طرف رہنمائی کرنے سے کبھی بھی دریغ نہیں کرتے چونکہ روشن دل اور حقیقت بین ہوتے ہیں اس لئے قرآن مجید' پیغامات وحی اور کائنات کے اسرار و رموز کے عالم ہوتے ہیں۔ ان تمام کمالات کے ہوتے ہوئے وہ معاشرے کو سعادت و کامیابی تک پہنچانے پر پوری طرح قادر ہوتے ہیں۔

رسول اکرم اور تمام آئمہ طاہرین علیہم السلام تقدس' طہارت اور روحانی پاکیزگی میں کلمہ تقدس و طہارت کے لفظی معانی سے بلند تر مرتبہ پر ہیں۔ ایسے پاکیزہ سرشت رکھنے والے افراد ہی معاشرے کو پاکیزگی اور تقدس کی طرف لے جانے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔

وہ اس قدر پاک ہیں کہ گناہ کی گندگی کی معمولی سی گرد بھی ان کے دامن تک نہیں پہنچ سکتی' نہ ہی ان کی پاکیزہ روح پر کوئی اثر ڈال سکتی ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ صرف یہی حضرات قوم و ملت کی عملی پاکیزگی' بلکہ فکری پاکیزگی کی طرف رہبری کر سکتے ہیں۔

فقط "اہل بیت" ہی وہ ہستیاں ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ وہ روحانی عظمت و بزرگی' سلامتی نفس اور دل و دامن کی طہارت کے اس بلند ترین مقام پر جلوہ افروز ہوں اور ایسے تابناک قلب سے آراستہ ہوں کہ اس کے آئینے میں تمام حقائق کا مشاہدہ کر سکیں اور مسلمانوں کو پیش آنے والے حوادث میں ان کے دل میں کسی قسم کا کوئی ابہام پیدا نہ ہو سکے۔

یہ مقدس حضرات دین کے تمام قوانین' اور کائنات کے ایسے تمام رموز و اسرار پر بھی آگاہ ہیں جو قرآن کریم میں بھی بیان نہیں ہوئے۔ "اہل بیت" ہی کو یہ انفرادیت حاصل ہے کہ ان کی زندگی میں کوئی مجہول نکتہ نہیں ہے۔ کوئی واقعہ اور کوئی علم ان سے مخفی نہیں ہے۔ ان کی پوری عمر توجہ بخدا خلوص در راہ حق تعالیٰ اور خداوند قیوم کی محبت میں اس طرح مستغرق ہوتی ہے کہ کبھی بھی شک و تردد کا وہاں گزر نہیں ہوتا۔

"اہل بیت" ہی کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں ارادہ فرمایا ہے کہ ان کے اور گناہوں' وسوسوں' پستیوں اور توہمات کے درمیان فاصلہ لامحدود رہے تاکہ وہ مکمل طور پر ہر لغزش و خطا سے معصوم رہیں' وہ خود لغزش سے دو چار نہ ہوں تاکہ معاشرے کو بھی نہ لڑکھڑانے دیں۔ دنیوی مطامع اور اس کی زیب و زیبائش ان کے اندر لرزہ پیدا نہیں کر سکتی۔ پس وہ ملت کو بھی سستی و لغزش کار سے ہر طرح بچا سکتے ہیں۔

یہ سب آیت تطہیر کے نتائج ہیں جو انما کے حصر' کلمہ رجس کے اطلاق' اذہاب رجس

کے ساتھ ارادہ خداوندی کے تعلق اور طہارت کی تاکید کے باعث حاصل ہوتے ہیں۔

ان تمام امور کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بات بڑی واضح طریقے سے ثابت ہے کہ "اہل بیت" کو ان خصوصی انعامات سے نوازنے اور انہیں مافوق قسم کی فضیلت' طہارت اور تقدس عطا کرنے میں اللہ تعالیٰ کا کوئی عظیم مقصد سامنے ہے جس کے حصول کے لئے اس حکیم مطلق نے یہ اقدامات فرمائے ہیں۔ وہ مقصد جس کی خاطر ان ہستیوں کو اس قدر زیبا و آراستہ کیا گیا ہے سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ ان پر کی گئی ان عنایات سے اسلامی معاشرہ اور ملت مسلمہ پوری طرح فیض یاب ہو۔ دراصل یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ آئمہ ہدیٰ علیہم السلام اسلامی حکومت ور زعامت پر متمکن ہوں تاکہ ان کی طہارت' عصمت' وسعت صدر' سلامت روح' عظمت نفس' حقیقت بنی اور وسیع علم و دانش سے مسلمان زیادہ سے زیادہ استفادہ کر سکیں۔

خداوند حکیم اگر عوام کی اس طرح پرورش کرتا ہے تو اس کا مطلب فقط ایک مخصوص اور محدود گروہ کی ایسی تربیت نہیں بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ وہ تمام مسلمانوں کو تربیت دے کر ایک مطمئن اور ہر قسم کی پستیوں اور بد بختیوں سے پاکیزہ زندگی تک پہنچا ہوا دیکھنا چاہتا ہے۔ اگر ایک کامیاب اور خوش و خرم ابدی زندگی کے بے مثال ہدف کو حاصل کرنا چاہتے ہیں تو یہ اسی طرح ممکن ہے کہ وہ سب "اہل بیت" عظام کی عصمت و عظمت' وسیع علم و دانش اور قوی روحانی قدرت سے استفاد کریں اور ان کے پرتو سے ایک کامیاب اور موفق زندگی کو تشکیل دیں۔

آیت تطہیر جو "اہل بیت" کو ایسے انسان کی حیثیت سے متعارف کرواتی ہے جو مفید' صاحب کمال اور فیض بخش ہیں تو تمام اہل اسلام کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان کے فیوض سے استفادہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے "اہل بیت" عظام کی طہارت کا ارادہ تو عوام کی مصلحت کے مد نظر ہی فرمایا ہے اور اسی کا لازمی نتیجہ یہ بھی بن جاتا ہے کہ آیت تطہیر نے "اہل بیت" کو حکومت' رہبری اور زمامداری کے لئے بھی متعارف کروایا ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہو اور یہ ہستیاں تنہا موردِ عنایت خداوندی قرار پائیں اور دیگر افراد قوم ان کے پر برکت وجود سے کوئی فائدہ نہ اٹھائیں' نہ ہی ان کو معصوم قرار دینے کا یہ مقصد اصلی ہو' تو پھر یہ اقدام اللہ تعالیٰ کی حکمت کے مطابق نہ ہو گا جبکہ حکیم کا ہر اقدام حکمت کے تحت ہوتا ہے۔

واضح اور روشن

اگرچہ مکمل طور پر روشن ہو گیا ہے کہ آیت تطہیر "اہل بیت" کی حکومت و رہبری کے

حق کو ثابت کرتی ہے کیونکہ اس کے بغیر اس بارے میں اللہ تعالٰی کا ارادہ ازلی کوئی چشم گر اعتبار حاصل نہیں کر سکتا تاہم اس بنیادی اسلامی نکتے کو مزید واضح کرنے کے لئے ہم دو نکتے پیش کرتے ہیں۔

1۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے سقیفہ اور شوریٰ کے واقعات میں اپنی صلاحیت رہبری اور حق خلافت کو ثابت کرنے کے لئے آیت تطہیر کو پیش فرمایا اور حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے بھی اپنی سب سے پہلی تقریر میں جو آپ نے اپنی خلافت اور ریاست مطلقہ کی اعلان کے وقت فرمائی تھی' آیت تطہیر سے استفادہ فرمایا تھا۔

اسی طرح حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

نزلت هذه الآية في النبي و امير المومنين و الحسن و الحسين و فاطمه (ع) فلما قبض الله عزو جل كان امير المومنين ثم الحسن ثم الحسين (ع) ......قطا عنهم طاعته الله و معصيتهم معصيته الله

(تفسیر نور الثقلین جلد 4 ص 273)

"آیت تطہیر" نبی اکرم' امیر المومنین' حسن' حسین اور فاطمہ علیہم السلام کے حق میں نازل ہوئی۔ جب تک نبی اکرم تشریف فرما رہے تو امت کی رہبری و حکومت ان کا حق تھا۔ آپ کے بعد یہ حضرت امیر المومنین علی کا حق تھا (پھر امام حسن اور ان کے بعد امام حسین علیہ السلام کا) ..... پس ان ہستیوں کی اطاعت اللہ تعالٰی کی اطاعت اور ان کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے۔

حلبی کی روایت بھی گزری ہے جس میں امام علیہ السلام نے اس آیت کی تفسیر میں آئمہ ہدیٰ کی ولایت اور سرپرستی کا تذکرہ فرمایا ہے۔

پس امیر المومنین' امام حسن مجتبیٰ اور امام جعفر صادق علیہم السلام سب کے فرامین سے یہ نتیجہ نکلا کہ آیت تطہیر حکومت کا منصب اس پاکیزہ خاندان یعنی اہل بیت کا حق قرار دیتی ہے اور لوگوں کو سمجھا رہی ہے کہ اسلام میں ان کے حاکم' سرپرست اور زعیم یہی حضرات ہیں۔

2۔ قبل ازیں ذکر ہوا ہے کہ ان آیات میں ازواج رسول کی روش کے بیان کے ساتھ ہی آیت تطہیر بھی ہے اور ان سب کو ایک ہی مقام پر مدون کیا گیا ہے یہ سب آیات مجموعی طور پر رسول اکرم کے خاندان اور رشتہ داران کے نظام زندگی کو واضح کر رہی ہے۔ اور یہ بے لاگ گفتگو ایک خصوصی اہمیت کے مد نظر ہے کیونکہ اسلامی موقف اس امر کا مقتضی تھا کہ ازواج نبی اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ ہوں اور رسول خدا کے خاصان خاص کی عظمت کے حساس مقام سے

بھی سب کو مطلع کر دیا جائے۔

لہٰذا ان آیات میں اسلام کے مستقبل کی سرنوشت کو مد نظر رکھا گیا ہے رسول اکرمؐ کے رشتہ داران کو ایک ہی مقام پر ان کے مقام و فرائض سے آگاہ کیا گیا ہے اور ان لوگوں کو بھی اس کی اطلاع دے دی گئی ہے چنانچہ ایک گروہ کے متعلق یہ فیصلہ دیا گیا ہے کہ وہ پردہ نشین رہیں اور مملکت اسلامی کے معاملات میں مداخلت نہ کریں جبکہ دوسرے گروہ کو نظام اسلام کے میدان میں وارد ہونے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ وہ حکومت اور حفاظت اسلام و مسلمین کے ذمہ دار ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے "اہل بیت" کو طہارت کی شگفت آفرین منزل تک پہنچایا ہے تاکہ اسلام کا دامن (ہر قسم کی) آلودگی سے محفوظ رہے۔ دین حنیف اسلام حکمرانوں کے ننگ آور داغوں سے پاک رہے۔ یہ پاکیزہ' آئین نالائق و غیر صالح پیشواؤں کی شہوات کی دلدل میں نہ پھنس جائے اور تاریخ اسلام کا درخشاں چہرہ ہر سیاہی سے محفوظ رہے۔

اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر نے اہل بیت عظام کو وسیع صدر اور کھلا دل عطا فرمایا تاکہ پیش آمد سنگین حوادث ان کو تنگ دل نہ کر سکیں' مشکلات زندگی کی تنگ و تاریک منزلوں میں اسلامی معاشرے کو اسلام کے حقیقی دشمنوں کے ہاتھوں میں اسیر نہ بننے دیں اور لوگوں پر مصائب اور سختیاں دیکھ کر اپنی ذمہ داریوں سے پیچھے نہ ہٹنے پائیں۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں علم و دانش کی نعمت سے نوازا ہے تاکہ مخالف اور دشمنانہ احتجاجات کے مقابلے میں کمزور ثابت نہ ہوں۔ دین مقدس کے لائحہ عمل پر قرآنی آئین کے مطابق سر گرم رہیں۔ رموز قرآن اور اسرار وحی سے آگاہ ہوں تاکہ مشکل کو آسان کر سکیں اور عوام حیران و سرگردان ہونے سے محفوظ رہیں۔ انہیں پس پردہ واقع ہونے والے حوادث پر مطلع کیا تاکہ معاشرے کی کامیاب طریقے سے رہبری و راہنمائی فرمائیں۔ عوام جہالت' بد امنی اور غیر خدا کی پرستش کی مصیبت سے متاثر ہوئے بغیر اپنے اسلامی استقلال کو بحال رکھ سکیں' زندگی جو ہر روز ایک نیا جلوہ لے کر آتی ہے اسلام سے انہیں جدا نہ کر سکے اور یہ عوام اپنی زندگی کے کسی دوراہے پر صراط مستقیم سے منحرف نہ ہونے پائیں۔

خداوند برتر نے ان مردان تاریخ سے تمام روحانی امراض اور اخلاقی جراثیم کو دور رکھا تاکہ معاشرے کو فاسد نہ ہونے دیں اور اسلام و مسلمین تباہی کا شکار نہ ہوں اور لوگ شہوات و طمع اور خود غرضی کی چمکتی ہوئی بجلیوں کے اثر سے دنیا کی سیاہ وادیوں کو اپنی خواہشات نفس کی

تکمیل سے پر نہ کرتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قلبی بیماریوں اور کدورتوں کو ان سے دور کر دیا تاکہ بے گناہ عوام کو خود ساختہ جرائم اور بناوٹی الزامات کے ساتھ سولیوں پر لٹکانے اور ظلم و استبداد کے تحت قید و بند میں ڈالنے اور تازیانے برسانے سے محفوظ رکھیں اور کہیں بالآخر فکری آزادی اور حریت کا بنیادی حق ہی عوام سے سلب نہ ہو جائے حالانکہ عقل ہر فرد کے لئے آزادی کو زندگی کا لازمہ قرار دیتی ہے۔

یاد رہے کہ ہم اپنی اس کتاب میں فقط آیت تطہیر اور ازواج رسول سے متعلق ان آیات کو زیر بحث لائے ہیں جن میں ان خواتین کے فرائض کو بیان کیا گیا ہے اور بالخصوص ان کے بارے میں واضح احکام جاری کئے گئے ہیں۔ اسی لئے ہم دیکھ رہے ہیں کہ ان خواتین کا ارتکاب گناہ کے ان کے عذاب کو دگنا اور عمل صالح بجالانا ان کی جزا کو دگنا بنا دیتا ہے۔ آیت (31) میں بھی اسی موضوع کو واضح کیا گیا ہے اور ازواج نبی کے لئے خصوصی احکامات بتائے ہیں اور فرمایا ہے کہ تمہارا مقام دیگر عورتوں کی طرح نہیں ہے۔ اس لئے تمہارا معاملہ خصوصی ہے یعنی لستن کا حلمن النساء

بنا بریں اس کتاب میں جن مباحث کا تذکرہ کیا گیا ہے ان کا ازواج پیغمبر کی ذاتی زندگی سے خصوصی تعلق ہے۔ عام خواتین کے لئے اجتماعی اسلامی زندگی میں فرائض کا ایک جداگانہ باب ہے جن کی تفصیل اس مختصر کتاب کے احاطہ سے باہر ہے۔

مقام مادر

سوال: آپ نے کہا کہ آیت تطہیر پنجتن پاک علیہم السلام سے تعلق رکھنے والے ایک واقعہ کو بیان کرتی ہے اور "اہل البیت" کے لفظ سے یہی پنجتن پاک مراد ہیں اور ان میں سے ایک فرد اسلام کی خاتون اول، رسول اکرم کی دختر یگانہ، حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا ہیں اور ساتھ ہی آپ نے یہ بھی کہا کہ "اہل البیت" کو تطہیر کی اس عظیم منزلت پر فائز کرنے اور ان سے تمام نجاسات کو دور رکھنے سے مقصد الٰہی یہ ہے کہ ان کو سربراہ مسلمین اور حکومت کے

مستحق ہونے سے آگاہ کر دیا۔

تو کیا دختر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی سربراہ حکومت ہو سکتی ہے؟ اور کیا وہ بھی مستقبل میں اسلام کے امور مملکت میں حصہ لے سکتی ہیں؟

جواب

شاید ہماری سابقہ معروضات میں دقت سے غور نہیں فرمایا گیا ورنہ اس سوال کی ضرورت نہ ہوتی۔ ہم نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ آیت تطہیر کی دلالت ان بزرگان خدا کے حقدار زعامت مسلمین ہونے پر دلالت مطابقی لازم کرتی ہے۔ بلکہ ہم نے یہ مفہوم متعدد تناسبات یعنی ارادۂ خداوندی کے معنی، رجس کے معنی، تطہیر کا مفہوم، اللہ تعالیٰ کا اس قسم کے بلند پایہ، وسیع الصدر، پاکیزہ دل، پستیوں اور پلیدیوں سے دور، اوہام و رذائل سے محفوظ افراد کو پیدا کرنے کا ازلی ارادہ کرنا، وغیرہ سے حاصل کیا ہے۔ ایک محدود اور مخصوص تعداد کی پاکدامنی اور روحانی عظمت کے بارے میں حق تعالیٰ کے ارادے سے ہم نے یہ نتیجہ نکالا کہ آخر اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ اس لئے تو نہیں ہو سکتا کہ یہ ذوات مقدسہ ہی ذاتی طور پر پاک و پاکیزہ رہیں اور اس سے مزید کوئی بلند ترین مقصد سامنے نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ عظیم مقصد اسلامی امت کو اس سے فائدہ پہنچانا ہی ہو سکتا ہے اور وہ اس طرح ہی ہو سکتا ہے کہ یہ ہستیاں پاک و پاکیزہ ہوں تاکہ معاشرہ کی بنیاد پاکیزگی و طہارت پر قائم ہو۔ یہ ہر قسم کی کجی، کجروی اور گمراہی سے دور ہوں تاکہ اسلامی معاشرہ ہر انحراف سے محفوظ رہ سکے۔ اس مناسبت سے بات منکشف ہوتی ہے کہ آیت تطہیر "اہل البیت" کی زعامت کے لئے اور مسلمانوں کو ذلیل و خوار ہونے سے محفوظ رکھنے کے لئے لازم ہے تاکہ وہ پیشوایان اسلامی کی مدد کریں اور انہیں اسلامی زعامت کے لئے تیار کریں۔

پس حق تعالیٰ کا ان بزرگان کو برتر بنانے کا ارادہ بلا سبب نہیں کیونکہ ہر انسان کی برتری کے اسباب میں سے ایک سبب ماں کی گود بھی ہوتی ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے ان ہستیوں کی پاکیزگی کا ارادہ فرمایا ہے لیکن اس نے یہ چاہا کہ اس راہ مستقیم پر ان کی کامیابی کا آغاز ماں کے پاکیزہ اور منزہ دامن سے ہو لہٰذا اس دامن کو بھی اس ذات مقدس نے ہر طرح سے پاکیزہ بنایا ہے۔

اس وضاحت کے ساتھ ہم ایک نتیجہ تک پہنچ سکتے ہیں: ماں کا وجود قدر موثر ہے کہ ان

ہستیوں کی پاکیزہ سرشت میں بھی اس کی تاثیر دکھائی دیتی ہے جنہیں پاکیزہ بنانے کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ کر رکھا ہے یعنی اس کا ارادہ اسی طرح ہوا ہے کہ ان مقدسین کو اس صراط مستقیم کی یہ کامیابی ماں کے پاکیزہ دامنی کے طفیل نصیب ہو۔

اب یہ نتیجہ نکالنا آسان ہو جاتا ہے کہ آیت تطہیر کی جو عنایت دختر نبی اکرم پر ہوئی ہے وہ دیگر افراد پنجتن پاک کی نسبت زیادہ ہے اور بعید نہیں کہ بعض روایات میں بھی اس نکتے کی طرف اشارہ موجود ہو۔

مثلاً" بکثرت روایات میں ایک بات یہ ملتی ہے کہ اس واقعہ میں سب سے پہلے شرکت کرنے والی حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا تھیں اور انہیں نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ اپنے مہربان شوہر اور پیارے فرزندان گرامی کو بھی لے آیئے۔

پس آیت تطہیر جو تمام "اہل بیت" عظام علیہم السلام پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایت ہے تو ہم ان کمالات پر نظر ڈالتے ہوئے اصحاب کساء کے فرائض کا حکومت کو ظاہر کرنا چاہتی ہے اور اسی لئے ارادہ خداوندی نے ان ہستیوں کو انسانیت کے اس بلند ترین افق پر فائز کیا ہے۔

لہٰذا ہم نے یہ نہیں کہا کہ آیت تطہیر اپنی دلالت مطابقی کے مفہوم کے ساتھ "اہل البیت" علیہم السلام کی اول امامت میں سے ہیں تاکہ یہ نتیجہ برآمد کیا جائے کہ کوئی بھی ان پنجتن پاک سے ہو وہ مستقبل میں اسلام کی زعامت و حکومت کی کرسی پر متمکن ہو گا بلکہ ہمارا مطلب یہ ہے کہ آیت کریمہ کے مطابق یہ حضرات ان کمالات والے زعامت و حکومت کے عظیم مقام کے لائق ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ عنایت بخشی ہے تاکہ ان کے دوش پر ان ذمہ داریوں کا بوجھ ڈال سکے۔ ورنہ ایک مخصوص تعداد کو طہارت و قداست سے بہرہ ور کرنا فقط ان کے ذوات کے لئے اور قوم مسلم ان کی اس پاکیزگی و طہارت سے کوئی مفاد نہ اٹھائے تو پھر ایسے امر کو کوئی اہم مقصد قرار نہیں دیا جا سکتا۔

پس اب ذرا غور فرمایئے:

ان افراد پنجگانہ کی پاکیزگی اور روحانی عظمت کس قسم کی ذمہ داری سے مناسبت رکھتی ہے؟ کیا ایک ایسا خانوادہ جس کے تمام افراد پاکیزہ اور فضائل سے سرشار ہوں اور یہ کمالات انہیں مفید نتائج کے لئے بخشے گئے ہوں' تو کیا ضروری ہے کہ وہ سارے افراد ہی اہل اسلام کے

زعیم و سربراہ بن جائیں؟ یا یوں کہنا چاہئے کہ یہ خاندان مجموعی طور پر اسلام کی سرنوشت میں دخیل ہے اور ہر فرد اپنی حیثیت و حالت کے مطابق کوئی نہ کوئی فریضہ اپنے ذمہ لئے ہوئے ہوتا ہے۔

اگر نبی اکرمؐ کو مستثنیٰ کردیں کیونکہ تطہیر آپ کی زندگی کے آخری ایام میں نازل ہوئی تھی اور آپ نے اس کے بعد بہت کم عرصہ پیشوائی کے فرائض انجام دیئے تو بقیہ یہ خاندان چار افراد پر مشتمل ہوا' یعنی ایک ماں' دو بیٹے اور ایک شوہر۔

اب اگر خدائے تعالیٰ نے اس خاندان کو پاکیزہ' منزہ' وسیع الصدر اور دیگر فضائل سے مالا مال کیا اور یہ چاہا کہ اس خاندان کا ہر فرد اسلا کے تابناک مستقبل کے لئے ایک خاص فریضہ انجام دے تو واضح ہے کہ شوہر اور فرزندان کا فریضہ کیا ہو گا! یعنی "اسلامی رہبری" اور اسی فریضے کی طرف خود ان ہستیوں سے اشارہ بھی فرمایا اور اس کے لئے آیت تطہیر کو بطور دلیل پیش بھی کیا ہے۔

سوال یہ ہے کہ اس عظیم خاتون (حضرت زہراء سلام اللہ علیہا) کی ذمہ داری کیا ہے؟ تو یہ ذمہ داری بھی سابقہ مناسبت کے مد نظر متعین ہوتی ہے۔

جس خاندان کا شوہر اور سربراہ حکومت ہو اور فرزندان کو بھی اپنی باری پر پیشوا بننا ہو تو اس خاندان کی خاتون بھی انہیں کے ہم پلہ فضائل کی مالک ہوگی۔ واضح ہے کہ اس خاتون کی ذمہ داری یہ ہوگی کہ وہ اپنے فرزندان کو اس ریاست و زعامت کے لئے تربیت دے اور آمادہ کرے اور اپنے شوہر کے لئے معنوی اور روحانی مدد کا ذریعہ بنے۔

حضرت فاطمہ زہراء علیہا السلام ایسے تمام اسلامی رہبران کی مادر گرامی ہیں جو زمینی ملائکہ کے مصداق ہیں اور ہمیشہ انسانیت کے اعلیٰ ترین مدارج پر فائز رہتے ہیں تو ایسے فرزندان کی ماں پاکیزہ و طاہرہ نہ ہو تو ان کمالات کی حفاظت کی راہ میں مواقع قائم ہو سکتے ہیں۔

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا ایک ایسے شوہر کی رفیقہ حیات ہیں جو اسلام کے بلند رتبہ پر فائز ہیں۔ اگر یہ زوجہ افق فضیلت پر اپنے شوہر کے ہمگام نہ ہو تو اس کے طاقتور اور درد دل رکھنے والے شوہر کے لئے رکاوٹیں پیدا ہوں گی اسی لئے تو بی بی طاہرہ سلام اللہ علیہا کا مقدس و مطہر ہونا اسلامی بنیاد کو مضبوط اور مستحکم کرنے کا ادراک کرسکتے ہیں لیکن ہر ایک کے ذمے ڈالے

گئے فرائض کا ادراک جدا جدا ہے۔

پس حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کا اس عظیم امر کے لئے فریضہ تو یہ ہے کہ اپنے عظیم شوہر کے لئے ایک مہربان رفیقہ حیات ثابت ہوں' ان کی معنوی مدد کریں تاکہ وہ اپنے مقدس اہداف کو پالینے میں کامیاب ہو سکیں۔ نیز اپنے لائق فرزندان کے لئے ایک شفیق ماں ثابت ہوں تاکہ وہ آپ کے پاکیزہ دامن میں بہترین آمادگی پائیں اور زیادہ سے زیادہ روحانی فضائل سے آراستہ ہوں تاکہ کمالات کا وہ بلند ترین مقام جو پروردگار عالم نے ان کے لئے چاہا ہے اس پر فائز ہو جائیں۔

والسلام علی ام الائمۃ النقباء النجباء فاطمۃ الزہراء و علی ابیہا و بعلہا و بنیہا

سلام بے پایاں ہو بلند عظمت و برگزیدہ آئمہ علیہم السلام کی مادر گرامی حضرت فاطمۃ الزہراء پر اور آپ کے والد بزرگوار اور شوہر نامدار اور سب فرزندان باکردار پر۔

اللھم صل علی محمد و آل محمد

عرائس البیان میں ثعلبی تحریر فرماتے ہیں۔

یعنی فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سباق ھذہ الامۃ یوم القیامۃ اربعۃ لا یعصون اللہ طرفۃ عین علی بن ابی طالب و فاطمۃ و حسن و حسین کہ بہت سبقت کرنے والے اس امت کے قیامت کے روز چار ہیں کہ جنہوں نے آنکھ جھپکنے کے وقت میں بھی خدا کی نافرمانی نہیں کی وہ علی ابن ابی طالب' فاطمہ اور حسنین ہیں۔

جناب شیخ محی الدین (ابن عربی) فتوحات مکیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا انما یرید اللہ لیذھب..... الخ پس ان کی طرف سوائے مطہر کے مضاف نہ ہو گا۔ ضرور ہے کہ وہ ایسا بھی ہو کیونکہ ان کا مضاف وہ ہے کہ ان سے مشابہ ہو پس وہ اپنے نفوس کی طرف سوائے مطہر ومقدس کے نسبت نہیں کرتی۔ پس حضرت سلمان فارسی کے لیے طہارت وحفظ و عصمت کی رسول سے یہ۔
شہادت ہے جبکہ رسولؐ نے فرمایا کہ سلمان ہم اہل بیت میں سے ہے اور خداوند تعالیٰ نے ان لی تطہیر اور رجس دور کرنے کی شہادت دی ہے اور جب یہ بات ہے کہ سوائے مطہر و مقدس کے ان کی طرف مضاف نہیں ہوتا اور صرف اضافت سے ہی عنایت اللہ اس کو حاصل ہو جاتی ہے تو اہل بیت کی نسبت تیرا کیا ظن ہو گا۔ وہ تو مطہر بلکہ عین طہارت ہیں۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ وہ نص سے پاک ہیں بے شک سلمان فارسی ان میں سے ہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ اولاد علی و سلمان کو یہ عنایت حاصل ہو جیسا کہ اولاد و حسنین اور ان کے اعقاب کو حاصل ہوئی اور دوستان اہل بیت کو پس تحقیق خدا کی رحمت وسیع ہے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں ان معصومین محفوظین کی نسبت جو اپنے سید کے حدود پر قائم اور اس کے مراسم پر ٹھہرے ہوئے ہیں تیرا گمان کیا ہے؟ پس ان کا شرف اعلیٰ اور اتم ہے اور یہ اس مقام کے قطب ہیں اور ان اقطاب سے سلمان فارسی تمام اہل بیت کے شرف کا وارث ہوا ہے۔ پس وہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدا کے بندوں سے اللہ جل شانہ کا اعلم الناس تھا اور حقوق خوب جانتا تھا اور ان کے ادا کرنے پر قوی تر تھا اور ان کے باب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایمان ثریا میں ہوتا تو فارس کے آدمی اسے حاصل کر لیتے اور سلمان فارسی کی طرف اشارہ کیا۔

شیخ صاحب کا یہ کلام کئی وجہ سے اہل بیت علیہم السلام کی عصمت پر دلالت کرتا ہے۔

اول یہ کہ جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اہل بیت کے ساتھ تطہیر میں داخل کیا ہے اور ظاہر ہے رسالتماب کی تطہیر سے عصمت ہی مراد ہے پس اہل بیت کی تطہیر بھی عصمت کے ہی معنوں میں ہوئی۔

دوم:۔ یہ کہ شیخ صاحب نے اسی پر اختصار نہیں فرمایا بلکہ تصریح کر دی کہ حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور ان کی اہل بیت علیہم السلام کو رجس سے پاک کر دیا اور انہوں نے رجس کی یہ تعریف فرمائی ہے (رجس ہر وہ چیز ہے جس سے ان کو عیب لگایا جائے کیونکہ

رجس عرب کے نزدیک پلید ہے فراء نے ایسا ہی کہا ہے) پس بوضاحت تمام ظاہر ہو گیا کہ یہ حضرات ہر اس چیز سے جو ان کو عیب ناک کرے مطہر و محفوظ و معصوم تھے سوا اس کے عصمت اور کس چیز کا نام ہے۔

سوم۔ یہ کہ ان حضرات کی عصمت و طہارت میں اس قدر مبالغہ کیا کہ سوا اس شخص کے کہ جس کے لیے حکم طہارت و حفظ الٰہی و عصمت غیبی نہ ہو ان کی طرف نسبت نہیں کیا جاتا اور جبکہ ان کی طرف نسبت والوں کا یہ حال ہو تو خود ان حضرات کا کیا حال ہو گا۔ الحمد للہ کہ یہاں سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ ازواج اس آیت میں داخل نہیں ہیں کیونکہ ازواج بالا جماع معصوم نہیں ہیں اور محفوظ بھی نہیں ہیں۔ بلکہ بعض ان میں سے مرتکب گناہ کبیرہ بھی ہیں۔ (بغاوت امام حق نافرمانی احکام رسول) چنانچہ ابن روز بہان نے ابطال الباطل میں فرمایا ہے کہ کلھن غیر معصومات عن ا لکذب یعنی وہ سب کذب سے معصوم نہیں۔

جب وہ کذب سے افحش المعاصی ہے معصوم نہ ہوں تو اور معاصی سے عصمت کا کیا ذکر ہے۔

چہارم۔ یہ کہ شیخ صاحب نے ان کی تطہیر میں یہ بھی فرمایا کہ یہ عین طہارت ہیں عصمت اور طہارت اور کیا ہوتی ہے۔

پنجم۔ یہ کہ پھر تصریح فرمائی ہے کہ اہل بیت نص سے پاک ہیں۔

ششم۔ یہ کہ پھر تنصیص فرمائی ہے کہ اہل بیت معصوم و محفوظ ہیں کہ حدود الٰہی پر کھڑے ہوئے ہیں۔ اور اس سے تجاوز نہیں کرتے اور خداوند تعالیٰ کے مراسم پر قائم ہیں۔ پس ان کا شرف اعلیٰ و اتم ہے اور یہ مقام طہارت و عصمت کے اقطاب ہیں۔ اور اولاد حسنین کے ذکر کرنے سے باقی آئمہ اطہار کی عصمت بھی ثابت ہے۔

سید سمہودی شافعی کی طویل عبارت ہمارے دعویٰ کی تائید کرتی ہے اختصار کی خاطر اس کی تلخیص پیش کرتے ہیں

سید صاحب موصوف جواہر العقدین میں اس آیت کی تفسیر میں مختلف مفسرین کے اقوال تحریر کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں

اس کتاب کی قسم دوم کو جو فضائل اہل بیت نبوی میں ہے اس لیے شروع کیا ہے کہ اس آیت اور ان احادیث میں جو اس بارے میں وارد ہوئی ہیں اور ان امور میں جو بعد نزول اس آیہ کے حضرت نے کئے ہیں تامل کیا۔ پس مجھ پر ظاہر ہوا کہ بے شک یہ آیت اہل بیت نبوی کے

فضائل کا منبع ہے کیونکہ ایسے امور عظیمہ پر شامل ہے۔ کہ میں نے نہیں دیکھا کہ کسی نے ان سے تعرض کیا ہے۔

اول ان امور کا اللہ جل شانہ کا ان کے حال پر توجہ کرنا اور ان کی بلندی قدر کا اشارہ کرنا ہے۔ کیونکہ اس آیت کو ان کے حق میں نازل کیا ہے۔

دوم۔ ان امور کا یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے کلمہ انما سے جو حصر کے حروف سے ہے اس آیت کو شروع کیا اس فائدہ کے لیے اللہ تعالیٰ کا ارادہ اس بات پر مقصود ہے کہ وہ منبع خیرات ہے اور غیر کی طرف تجاوز نہیں ہو سکتا۔

سوم۔ یہ کہ مصدر کے لانے سے حق تعالیٰ کا ان کی تطہیر کی تاکید کرنا ہے تاکہ جانا جائے کہ یہ تطہیر تطہیر کے اعلیٰ مراتب سے ہے۔

چہارم۔ یہ کہ اس مصدر کا نکرہ لانا جیسا کہ فرمایا تطہیرا"۔ اس سے یہ اشارہ ہے کہ اللہ جل شانہ کا ان کو پاک کرنا عجیب غریب قسم کا ہے۔ خلقت کے مشہود و معہود میں سے نہیں ہے اور خلقت اسکی نہایت کو نہیں سمجھ سکتی۔

مترجم کہتا ہے کہ یہ اہل بیت علیہم السلام کی عصمت کی دلیل ہے اگرچہ قائل نے اس کا قصد نہیں کیا ہے۔ کیونکہ سید صاحب موصوف کے نزدیک یہ آیت ازواج کو شامل ہے اور ازواج بالاتفاق معصوم نہیں۔

تعجب ہے سید صاحب باوجود اس قسم کی طہارت کے قائل ہونے کے پھر عصمت کے قائل نہیں خدا جانے عصمت اور کس چیز کا نام ہے دراصل سید صاحب کی اس عبارت سے کئے وجہ سے عصمت اہل بیت علیہم السلام ثابت ہے۔

اول یہ کہ سید صاحب نے تصریح کی ہے کہ تطہیر اہل بیت علیہم السلام منبع الخیرات ہے اور باقرار امام رازی وغیرہ لفظ الخیرات کہ جمع محلی بالام ہے مفید استغراق ہے۔ پس عصمت کو بھی شامل ہو گا کیونکہ عصمت بھی خیرات سے ہے۔

دوم۔ یہ کہ جب سید صاحب اس کے قائل ہوئے ہیں کہ یہ تطہیر تطہیر کے اعلیٰ مراتب سے ہے تو ان حضرات کی عصمت بلا تکلف و بے چون و چرا ثابت ہے کیونکہ تطہیرا اعلیٰ مراتب عصمت ہی ہے۔

سوم۔ یہ کہ سید صاحب کے کلام سے صراحتا" ظاہر ہے کہ یہ تطہیر ایسی عجیب و غریب

قسم کی تطہیر ہے کہ خلق میں معہود نہیں اور ظاہر ہے کہ اگر اس تطہیر کا مفاد محض عدالت اور وہ حفاظت ہو کہ جس کے حضرات اہل سنت عام اولیاء اللہ کے قائل ہیں تو یہ عجیب غریب ایسی طہارت جو معہود خلق نہ ہو گی کیونکہ عدالت تو احاد ناس کے لیے ثابت ہوتی ہے۔ خصوصاً صحابہ کے عام صحابہ حتیٰ کہ حضرت معاویہ و عمرو بن عاص وغیرہ بھی عادل ہیں اور حفاظت مصطلح حضرات اہل سنت کے سوا ہے اور وہ سوائے عصمت کے اور کچھ نہیں ہو سکتی۔

چہارم۔ یہ کہ سید صاحب نے تصریح فرمائی ہے کہ یہ تطہیر ایسی ہے کہ خلقت اس کی نہایت کا احاطہ نہیں کر سکتی یہ محض عصمت ہے بلکہ اگر ممکن ہے تو عصمت سے بھی بڑھ کر کیونکہ محض عدالت و حفاظت ایسی نہیں ہے کہ خلقت اس کی نہایت کا ادراک نہ کر سکے پس عصمت ثابت ہوئی۔

پنجم۔ یہ کہ اس تطہیر سے ان کی تعظیم و تکبیر کا ثبوت بھی عصمت کے مفید ہے۔

ششم۔ یہ تطہیر کے تنکیر کا ذکر استغراق پر دلالت کرتا ہے اور اس سے بخوبی عصمت ثابت ہے۔

پنجم۔ پھر سید صاحب فرماتے ہیں یہ کہ آنحضرت کا ان کے حال پر توجہ اور اس باب میں اپنا اہتمام ظاہر کرنا اور باوجود آیہ کریمہ کے اس کے حاصل ہونے کا فائدہ بخشنے کے اس پر حرص کرنا ہے اور اس سے زیادہ طلب کرنا ہے کیونکہ انہوں نے اپنے مولا عزوجل سے مکرر طلب کیا یہ کہہ کر بار خدایا یہ میرے اہل بیت اور میرے خاص ہیں۔ یعنی تحقیق تو نے اپنا ارادہ ان سے رجس دور کرنے اور ان کے پاک کرنے پر مقصود کیا ہے۔ پس ان سے رجس کو دور کر اور ان کو پاک کر اس طرح کہ ان کے لئے اپنے ارادہ کے تعلق کو اس میں تجدید کر جو تیری عطا کے لائق ہے اور اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ عطاء سابق کو عطاء حال کا سبب کیا ہے اور انعام کے لئے اس کے انعام کو وسیلہ توسل کیا ہے۔

مترجم کہتا ہے یہ وجہ بھی مثل وجوہ سابقہ اہل بیت علیہم السلام کی عصمت پر دال ہے۔ اس وجہ میں قوی قرینہ بلکہ دلیل قاطع ہے کہ ازواج اس میں داخل نہیں۔

آپ لوگ سید صاحب کی اس وجہ میں غور فرمائیں۔ ان علماء قاطع سنت سے سخت تعجب ہے کہ اپنے مذہب و دعوٰی کے بر خلاف ایسی مدلل تقریر فرما جاتے ہیں باوجود یہ کہ سید صاحب اس آیت میں شمول ازواج کے قائل ہیں مگر اس تقریر سے لاشعوری طور پر خارج کر دیا اصل یہ

وجہ ہے کہ حق خود بلند ہوتا ہے بلند کیا نہیں جاتااور نیز یہ بھی واضح ہو کہ جب سید صاحب کے کلام سابق سے یہ بخوبی ثابت ہو گیا کہ اہل بیت کے لئے اعلیٰ مراتب کی تطہیر جس کی نہایت کو خلق سمجھ نہیں سکتی ثابت ہوتی ہے تو اس کے بعد جو سید صاحب نے اس امر کی تصریح فرمائی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی دعا میں اس تطہیر کی زیادتی طلب فرمائی اس سے صاف ثابت ہے کہ ان حضرات کیلئے وہ مرتبہ ثابت ہے کہ عصمت سے بھی بڑھ کر ہو اور یہ کہہ سکتے ہیں اس مرتبہ سے اس جگہ یہ مراد ہے کہ محض وہ عصمت جو انبیاء سابقین کے لئے حاصل تھی وہ ارتکاب ترک اولیٰ سے بالغ نہ تھے بخلاف ان حضرات کے کہ ان سے ترک اولیٰ بھی صادر نہ ہوتا تھا پس بیشک ان حضرات کیلئے عصمت سے بڑھ کر مرتبہ حاصل ہے۔

ششم۔ پھر سید صاحب فرماتے ہیں ان امور کا آنحضرت کا ان کے داخل ہوتا ہے اسلئے کہ قول ابو سعید خدری کا ذکر ہوا کہ یہ آیت پانچ تن کے حق میں نازل ہوئی بلکہ ایک روایت میں جو حافظ جمال الدین زرندی مدنی نے اپنے کتاب میں بیان کی ہے اس میں جبرئیل و میکائیل کا بھی ذکر ہے لفظ ام سلمہ سے ہیں۔ حضرت ام سلمہ نے فرمایا کہ یہ آیت **انما یرید اللہ** میرے گھر میں سات یعنی حضرت جبرئیل و میکائیل و رسول و علی و فاطمہ و حسن و حسین کے حق میں نازل ہوئی اور اس میں ان کی مزید کرامت ہے اور تطہیر کی تاکید اور رجس سے کہ وہ گناہ یا شک اس چیز میں ہے کہ ایمان اس سے واجب ہے ان کا دور کرنا ہے چنانچہ اس کا موقع اولی الالباب کے نزدیک پوشیدہ نہیں ہے۔

مترجم کہتا ہے کہ جناب رسالت ماب و حضرت و میکائیل کا شریک ہونا اہل بیت علیہم السلام کی عصمت پر صریح دلیل ہے کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ ان کی تطہیر اور قسم کی ہو اور ان کی اور قسم کی حضور اکرمؐ اور حضرت جبرئیل و میکائیل کے اشتراک سے کل وہ شکوک و شبہے مثل لفظ ارادہ و صیغہ مضارع و دلالت عدم عصمت پر تحصیل حاصل کے لزوم وغیرہ جو حضرات اہل سنت کرتے ہیں علی الخصوص جو صاحب تحفہ نے کئے ہیں رفع ہو گئے عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے۔

ہفتم۔ پھر سید صاحب فرماتے ہیں کہ حضور اکرمؐ کا دعا کرنا اس مضمون سے کہ آیہ کریمہ اس کی متضمن ہے یعنی یہ کہ خداوند تعالیٰ اپنی صلوات و برکات حضور اکرمؐ اور ان کی آل بیت پر نازل کرے اور یہ اسلئے تھی کہ حق تعالیٰ کا اردہ جن سے رجس دور کرنے و پاک کرنے کا ہے وہ

ان امور کی دعائیں لائق ہیں۔

ہشتم۔ ان امور کا طلب کرنا اور اپنی اہل بیت کے لئے ان کی قدر کی تعظیم و مرتبہ کے بلند کرنے کے واسطے تھا کیونکہ آپ نے ان کو اس باب میں ان کے برابر کیا جیسا کہ سابق میں گزرا آنحضرت کا ان حضرات کے ساتھ اس مضمون میں داخل ہوتا کہ آیت اس میں شامل ہے۔

مترجم کہتا ہے کہ آنحضرتؐ کا ان حضرات کے لئے صلوات و برکات طلب کرنا اسکی صریح دلیل ہے کہ یہ حضرات ارتکاب معاصی سے معصوم و محفوظ تھے نہ یہ کہ معاذاللہ جن کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ہو۔ انواع و فسق و فجور کے مرتکب ہوں اور پھر عفو واقع ہو کیونکہ فاسق و فاجر کو نہیں کہہ سکتے کہ وہ نبوی دعا کے سبب برکات و صلوات و برکات وغیرہ کے طلب کرنے میں اپنے نفس اقدس کے مساوی کیا ہے

اس امر کی صاف واضح دلیل ہے کہ اہل بیت کے لئے عصمت حاصل ہے اور جس قسمکی صلوات وبرکات آنحضرتؐ کے لئے حاصل ہوئی ویسے ہی حضرت علی و فاطمہ اور حسنین کے لئے حاصل ہوئی اور ظاہر ہے کہ ان امور کا آنحضرتؐ کے لیے حاصل ہونا ۔بمعنی عصمت ہے اور نیز آنحضرتؐ کے نفس اقدس سے ان کی مساوات اہل بیت کی افضلیت پر دال ہے اور جناب امیر علیہ السلام کی امامت و خلافت بلافصل کے ثبوت کے لئے یہ کافی و وافی دلیل ہے۔

نہم۔ پھر سید صاحب فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ اپنے مولا سے ان امور کے عجیب اسلوب و بلاغت سے طالب ہوئے چنانچہ طلب سے پہلے اس مضمون کی مناجات کی **اللھم قد جعلت صلوا تک ورحمتک و مغفرتک ورضوانک علی ابراہیم** یعنی جملہ خبریہ جو قد تحقیقیہ سے مقرون ہے اوراس مضمون کے وقوع کی تحقیق پر دال ہے بیان کیا بعد اس کے مناجات کی کہ **اللھم انھم منی وانامنھم** یہ بھی اخبار کی اقسام میں سے ہے اس کے بعد جملہ طلبیہ سے اس مضمون پر تفریع کی چنانچہ عرض کیا **فاجعل صلواتک** اور یہ سلوک آنحضرتؐ کا ایک لطیف راز کی جہت سے ہے کہ وہ راز مجھ پر دو وجہ سے ظاہر ہوا ہے۔

اول۔ یہ کہ ابوت ابراہیمیہ میں نہایت ہی مناسبت آنحضرتؐ کو حق تعالیٰ نے عطا فرمائی۔

قول مترجم (جیسے کہ حضرت ابراہیم ایسے اشخاص کے باپ تھے اور ان کی نسل سے یہ بہم پہنچی اسی طرح پیغمبر خدا ایسے اشخاص کے باپ ہیں اور ان کی نسل سے یہ بہم پہنچی) اور یہ بات اس دعا کی

استجابت کی مقتضی ہے کہ جو کچھ اپنے اور اپنے اہل بیت کے لئے اس مضمون سے طلب کیا حق تعالیٰ عطا فرمائے جیسا کہ ان کے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عطا فرمایا۔

دوم۔ یہ کہ آنحضرتؐ آل ابراہیم سے ہیں چنانچہ حضرت ابن عباس **ان اللہ اصطفی ادم و نوحا و آل ابرہیم وآل عمران علی العالمین** کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آل ابراہیم سے ہیں۔ پس جبکہ ثابت ہوا کہ حق تعالیٰ نے یہ امور حضرت ابراہیم و آل ابرہیم کو عطا فرمائے ہیں اور حضور اکرمؐ حضرت ابرہیم کی آل سے ہیں پس تحقیق ان امور کا عطا زمانہ ماضی میں آنحضرتؐ کے لیے ثابت ہوا اور ہمارے نبی کی آل جیسا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ وہ اس یعنی حضرت سے ہیں اور وہ خود حضرات ان سے ابراہیم علیہ السلام کی آل سے ہیں چنانچہ حلیمی نے اس کی تصریح کی ہے۔ پس یہ امور ان کے لئے زمانہ ماضی میں ہی ثابت ہیں۔ پس اب انعام میں کوئی چیز سوا پچھلی نعمتوں کے نہیں مانگی اور پہلی عطا کو حال کی عطا کا سبب کیا۔ پس انعام حاصل کرنے کے لئے اس کے انعام کے ذکر کو وسیلہ کیا استعطاف میں ابلغ ہو اور شاید آنحضرتؐ کے اس قول میں کماصلیت علی ابرہیم و آل ابراہیم کی تشبیہ میں یہی راز ہو جس کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے۔

مترجم کہتا ہے اس وجہ سے جو کچھ سید صاحب نے فرمایا ہے آل کی فضیلت سے متعلق ہے اور لفظ آل ہر چند لفظ اہل ماخوذ ہے مگر آل کا اطلاق ازواج پر محاورہ عرب میں نہیں آیا۔ پس یہ وجہ بھی صاف دال ہے ازواج شریک نہیں ہیں اور نیز شبہ تحصیل حاصل بھی اس تقریر سے رفع ہو گیا۔

دہم۔ پھر سید صاحب فرماتے ہیں کہ حضور اکرمؐ کی دعا مستجاب ہے خصوصاً اپنے اوپر صلوات طلب کرنے میں اور تحقیق کہ دعا کی اپنے مولا سے اس کو اور اس کی آل کو صلوات کے بھیجنے کی کیفیت میں کہ حق تعالیٰ کی دعا جو اپنے اور ان کے واسطے مستجاب ہوگی اور اس لئے ان پر ہماری صلوات کے بھیجنے کی کیفیت میں کہ حق تعالیٰ کے اس قول سے مامور ہیں **ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی** آل کو اپنے شریک کیا اور منشاء اس شرکت کا وہی ہے جو تطہیر مستفاد اس آیہ کریمہ کے مشارکت میں گزرا اور اس لئے ہی نزول کے بعد دعا کی۔

یاز دہم۔ پھر سید صاحب فرماتے ہیں کہ تحقیق حضور اکرمؐ کا ان کو اس تطہیر کامل میں اور جو کچھ اس تطہیر سے مثل درود ان پر بھیجنے وغیرہ کے ناشی ہے اپنے ہمراہ جمع کرنا اپنے ہمراہ جمع کرنا

اپنے نفس شریف سے ملحق کرنے کا مقتضی ہے۔ چنانچہ حضور اکرمؐ کا یہ قول **اللهم انهم منی وانا منهم** اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے اور اس لئے یہ بھی فرمایا **من اذانی قرابتی فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی الله تعالیٰ** پس ان کو اس باب میں اپنے نفس کے قائم مقام کیا اور اسی طرح محبت میں جیساکہ آئے گا چنانچہ فرمایا **والذی نفسی بیده لا یومن عبدحتی یحبنی ولا یحبنی حتی یحب ذوی** اور **ایسبا** آپ کا قول **انی تارک فیکم ما ان تسمکتم به لن تضلوا کتاب الله و عترتی** اور ایسا ہی آپ کا ارشاد **انی تارک فیکم الثقلین** اور اسی طرح ملحق کئے گئے یہ حضرات حضور اکرمؐ سے قصہ مباہلہ میں کہ اشارہ کیا گیا ہے جس طرف اس کے اللہ تعالیٰ کے اس قول سے **فقل تعالو ندع ابناء نا** حضور اکرمؐ نے حضرت امام حسن وحضرت امام حسین علیہما السلام کا ہاتھ پکڑا اور حضرت فاطمہ ان کے پیچھے چلتی تھیں اور جناب امیر علیہ السلام ان کے پیچھے تھے پس یہ ہیں اہل کساء اور ان دونوں آیتوں میں یہی مراد ہیں باوجود یہ کہ اس جگہ ثابت کرنا تھا کہ سچا کون ہے اور جھوٹا کون ہے۔ پس کساء کو اپنے ساتھ ملحق کیا اس لئے کہ اس سے اپنے حال و صدق کا وثوق بخوبی سمجھا جائے کیونکہ اپنے نفس پر ہی اختصار نہ کیا بلکہ اپنے اعزا وجگر کے پاروں اور اپنے محبوب ترین آدمیوں کو اس معرض میں لانے کی دلیری کی تاکہ اگر مباہلہ تمام ہوتا تو دشمن مع اپنی احباد اعزا کے ہلاک ہوتا اور نساء خاص کے لئے کیونکہ یہ عزیز ترین اہل ہیں۔

زمخشری نے الکشاف میں تحریر فرمایاکہ اہل کساء کے فضل پر اس سے قوی تر کوئی دلیل نہیں ہے۔

سید صاحب کے اس بیان سے جو فضیلت اہل بیت علیہم السلام کی آنحضرتؐ سے ملحق ہونے میں ثابت مستحق ہے بیان کی حاجت نہیں کہ عیاں راچہ بیان صاحب کشاف نے قوی دلیل ہونے کا اعتراف فرما ہی لیا۔ حضرات اہل سنت جماعت سے سخت حیرت و تعجب ہے کہ باوجود دلالت واضحہ کے ایسی بڑی فضیلت جلیلہ کو ایک ادنیٰ مرتبہ میں ڈالتے ہیں اور اس فضیلت والوں کو تمام صحابہ کی مانند عادل ہی سمجھتے ہیں بلکہ مرتبہ و فضیلت میں اوروں کو ان پر فوقیت دیتے ہیں۔ سید صاحب کے اس قول سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ یہ تطہیر کامل ہے اور یہی عصمت ہے کیونکہ اگر یہ تطہیر مفید عصمت نہ ہوگی تو اس میں نقصان لازم آئے گا کامل نہ رہے گی۔ اس سے کل توجیہات صاحب تحفہ اور انکے اتباع کی رفع ہوگی **الحمدلله علی ذالک** اسی طرح دو تین

قول ان سید صاحب کے اور ہیں جن میں اہل بیت کا خیر الخلق اور اس طہارت کا فقدان نبوت کے عوض عطا ہونا وغیرہ فضائل اہلبیت ہیں چونکہ وہ طویل ہیں خوف اطناب سے اسی قدر پر اکتفا کرتے ہیں سمجھنے والے کو یہی کافی و وافی ہیں۔

خدا نے آیت تطہیر میں بعض ہستیوں کے پاک کرنے کا اعلان کیا ہے ہم فرماتے ہیں وہ ہستیاں خمسہ مطہرین ہیں چلو آپ ہماری بات نہ مانیں آپ ہی دکھلائیں کہ وہ کون سی ہستیاں ہیں کہ جن کا ظاہر و باطن تمام چھوٹی بڑی نجاستوں سے پاک رہا ہو اور ایسی حالت مین انتقال کر گئے ہوں۔

ان بے انصاف علماء پر سخت تعجب ہوتا ہے جو اپنی معتبر کتابوں میں یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ علی و فاطمہ علیہما السلام آیہ تطہیر میں شامل اور ہر رجس و پلیدی سے منزا و مبرا تھے اور سب سے بڑا رجس جھوٹ بولنا ہے اور پھر حضرت کے دعویٰ خلافت کی تکذیب بھی کرتے ہیں۔ جناب فاطمہ کے حق میں آپ کی شہادت کو غلط قرار دیتے ہیں اور فدک کے بارے میں طاہرہ معصومہ بی بی کے بیان کو جھٹلاتے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ مدعیان انصاف اس مقام پر کس قاعدے سے فیصلہ کرتے ہیں۔

یہ بات طے ہے کہ یہ آیت واقعہ مباہلہ کے وقت نازل ہوئی اور رسول خدا انہی لوگوں کو میدان مباہلہ لے گئے جن کی طہات کا سرٹیفکیٹ خدا سے لیا۔ اگر ازواج اس آیت میں شامل ہوتیں تو میدان مباہلہ میں بھی ضرور جاتیں لیکن کسی بھی معتبر کتاب مین صحیح حدیث سے ثابت نہیں کہ ازواج نبی بھی میدان مباہلہ میں گئی تھیں۔

ازواج النبیؐ کے حالات کا اگر مطالعہ کیا جائے تو ان کے افعال و اقوال عصمت کے منافی نظر آتے ہیں۔ ان کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ہمیشہ تکرار و فساد و جھگڑا' آپ سے ہر کھانے پینے کی چیز پر لڑائی جھگڑا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ان کے رویہ سے نالاں ہو کر ایک ماہ تک لاتعلقی رکھنا اور حضرت عائشہ کا مشہور واقعہ افک تو سراسر عصمت کے خلاف ہے۔

آپ نے گزشتہ صفحات مین ملاحظہ فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم چھ' سات یا نو ماہ تک حضرت علی السلام کے در پر نماز کے بعد اس آیت کی تلاوت فرماتے تھے۔ اس تلاوت کا واضح مقصد یہ تھا کہ آپ اس عرصے میں بلاناغہ روزانہ تین یا پانچ مرتبہ اپنے عمل سے بتاتے رہے کہ اہل بیت کا مصداق فقط یہی چار ہستیاں ہیں ان کے علاوہ ازواج میں سے کوئی بھی

زوجہ مصداق اہل بیت نہیں۔

لوگ کہتے ہیں شیعہ نماز کے بعد زیارات کیوں پڑھتے ہیں اس واقعہ نے ثابت کر دیا کہ حضور اکرمؐ ہر نماز کے بعد ان ہستیوں کے در پر آ کر خود زیارت پڑھتے ہوئے سلام کرتے تھے تو معلوم ہوا کہ زیارت پڑھنا بدعت نہیں بلکہ سنت مصطفیؐ ہے۔

آیت تطہیر سے خمسہ مطہرین کی عصمت واضح ہے اگر منافی عصمت آل محمد کے متعلق کوئی روایت کسی کتاب مین نظر آئے تو **وما خالف کتاب اللہ فاترکوہ** کے اصول کے مطابق رد کر دیا جائے گا۔

یہ کوئی ضروری نہیں کہ اگر ازواج نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم معصوم نہیں تو پھر آل کو بھی غیر معصوم مان لیا جائے۔

محدث اعظم عبدالحق دہلوی کا قول تو آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ بیت تین قسم کا ہوتا ہے۔ ایک بیت نسب' ایک بیت سکنی اور تیسرے بیت ولادت۔ بالجملہ بنی ہاشم اور اولاد عبدالمطلب اہل بیت از روئے نسب کے ہیں اور ازواج آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اہل بیت سکنی ہیں اور آپ کی اولاد اہل بیت ولادت ہیں۔

اس مقام پر محدث اعظم نے تو یہ اور ابہام فرمایا ہے اور یہ فرمایا کہ اہل بیت کے تمام معنی ان چار ہی ہستیوں میں پائے جاتے ہیں۔ اس لیے کہ صدقہ اور زکواۃ ان پر حرام ہے اس وجہ سے بھی اہل بیت ہیں بیت نسب بھی ان پر صادق آتا ہے۔ کہ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب بھی ہیں بلکہ ان چار ہستیوں کو خصوصیت ہے کہ اولاد جد قریب کو اہل بیت کہتے ہیں اور اولاد شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اہل بیت کہتے ہیں۔ ان میں بھی یہی اشرف ہیں بیت سکنی میں بھی یہ شامل ہیں اور مطابق اس حدیث کے کہ فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کہ یہ مسجد سب حیض والی عورتوں پر اور سب جنب والے مردوں پر حرام ہے۔ مگر مجھ پر اور میرے اہل بیت پر کہ علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام ہیں اس حدیث سے تو اہل بیت مثل پیغمبر برحق سب سے ممتاز ہیں جن کا مثل انہیں پانچ میں منحصر ہے کہ تطہیر بالذات انہیں میں پائی گئی نہ کہ ان کے غیر میں۔ پس باوجودیکہ کہ کثیر المعنی ہونے اہل بیت اور عترت اور آل اور ذریت اور ذوالقربیٰ کے یہ چار شخص سب معنی شامل ہیں۔ اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جو معنی قرار دیے اس کے مصداق اور سب سے ممتاز و ممیز ہیں پھر ان دونوں آیتوں میں اور حدیثوں میں اس قدر معنی بیان کرنا کسی خاص وجہ سے ہے۔

اعتراض

تفسیر فتح القدیر جلد ۴ ص ۲۷۱ تفسیر روح المعانی جلد ۲۲ ص ۱۷ تفسیر فتح البیان جلد ۷ ص ۳۴۴ تفسیر بحرالمحیط جلد ۷ ص ۲۳۲ تفسیر مظہری جلد ۷ ص ۳۷۳' تفسیر حقانی جلد ۳ ص ۱۸۷ اور بیان القران کی جلد ۹ کے ص ۴۸ پر تحریر ہے۔

کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ازواج اہل بیت ہیں۔

جواب

حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بیت فاطمہ کے در پر جا کر نو ماہ تک اس آیت کی تلاوت کی اگر ازواج اہل بیت ہوتیں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ادھر نہ جاتے بلکہ اپنے ہی گھروں میں اس کی صبح اٹھ کر تلاوت کرتے۔

اہل بیت کے لیے صدقہ حرام ہے لیکن ازواج پر نہیں لہٰذا ازواج اہل بیت نہیں۔

آیت تطہیر والے معصوم ہیں لیکن ازواج معصوم نہیں لہٰذا یہ آیت ان کی شان میں نازل نہیں ہوئی۔

ازواج کے اہل بیت ہونے پر کوئی مرفوع اور صحیح حدیث رسول بھی نہیں ہے۔

اس آیت میں وہ عورتیں شامل ہو سکتی ہیں جو کہ بتول ہوں اور عورتوں کی مخصوص بیماری حیض و نفاس سے پاک ہوں۔ لیکن ازواج نہ بتول تھیں اور نہ اس خاص عادت سے مصئون تھیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ایک طرف تو اہل بیت کو بلوا کر چادر میں بٹھا رہے ہیں اور ازواج خواہش بھی کر رہی ہیں لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان کو زبردستی نکال رہے ہیں معلوم ہوا حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نزدیک ازواج اہل بیت نہیں تھیں۔

جناب رشید احمد گنگوہی کوکب دری شرح ترمذی جلد ۲ ص ۲۵۶ میں کہتے ہیں کہ یہ کہنا کہ

ازواج اس آیت کے لحاظ سے اہل بیت ہیں صحیح نہیں۔

حضرت ام سلمیٰ کا اجازت مانگنا اس بات کی دلیل ہے کہ ازواج اہل بیت میں داخل نہ تھیں ورنہ ان کا اصرار اس قدر نہ ہوتا۔

مناقب ازواج النبی اور مناقب اہل بیت کا باب کتب حدیث میں الگ الگ نہ ہوتا ان لوگوں کا الگ الگ باب باندھنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک ازواج اور ہیں اور اہل بیت اور ہیں۔

غیر شیعہ کا درود میں یہ کہنا صلوا علیہ وآلہ واصحابہ و ازواجہ معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک آل اور ہیں اور ازواج اور ہیں ورنہ یہ الگ الگ نہ کہتے۔

لفظ اہل بیت مذکر ہے لہٰذا ازواج اہلبیت نہیں۔

جب حضور اکرم مباہلے کی طرف جانے لگے تو اس وقت بھی حضور اکرم نے صرف انہی اشخاص کو اہل بیت فرمایا ہے اگر مباہلے والی روایات میں ازواج اہل بیت نہیں تو یہاں کیسے؟

تطہیر کے وقت لفظ اہل بیت میں ازواج مراد نہیں مباہلے کی روایات میں بھی اہلبیت کے لفظ میں ازواج مراد نہیں سورہ دہر کے قصے میں بھی روایت میں اہل بیت کے لفظ میں ازواج شامل نہیں۔ **قُل لَّا اَسئَلُکُم** کی روایات میں بھی اہل بیت سے مراد ازواج نہیں۔ مسجد میں جنب کی حالت میں بھی جانے کی روایات میں بھی ازواج مراد نہیں۔ اور حضور اکرمؐ نے غسل کے لیے بھی اہل بیت کا لفظ بولا تو کیا ازواج نے غسل دیا یا علی بن ابی طالب نے۔

اس آیت میں معصوموں کا تذکرہ کیا گیا ہے لیکن ازواج تو معصوم نہیں تھیں اور جن دو ازواج حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ (کیونکہ دوسری ازواج سے تو اہل سنت کو لگاؤ ہی نہیں انہی دونوں سے ہے کیونکہ یہ دونوں ان کے خلفا کی بیٹیاں تھیں) کے لیے تم زور لگا رہے ہو وہ تو کسی صورت میں بھی معصوم نہیں ہو سکتیں۔

اگر ازواج اہل بیت ہوتیں تو صیغے مونث کے ہوتے کہ ازواج ۱۱ اور ایک فاطمہ اور ادھر حضرت محمد علی، حسنین ادھر ۱۵ ادھر صرف ۴۔ لہٰذا صیغے مونث کے ہونے لیکن صیغے مذکر کے ہیں۔

پھر گزشتہ آیات میں مذمت آزواج ہے اور آیت تطہیر میں مدحت یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ یا تو یہ گروہ اتنی مذمت کا مستحق اور یکدم ایسی تعریف کہ کسی کو حاصل نہیں ہوئی لہٰذا اس طرح مفہوم میں خلل پڑ جائے گا۔

اگر ازواج اہل بیت میں شامل ہوتیں تو کم از کم وہ پنجتن پاک کے اہل بیت ہونے کی روایات بیان نہ کرتیں وہ تو خود فرماتی ہیں کہ اہل بیت پنجتن پاک ہیں اور معترض حضرات فرما رہے ہیں کہ نہیں ازواج ہیں۔ مدعی سست گواہ چست۔

اور چونکہ آیت تطہیر مباہلہ سے پہلے اتری لہذا اگر ازواج اہل بیت ہوتیں تو انہیں بھی مباہلے میں لے جاتے اور جب مباہلے سے جانے سے پہلے خمسہ مطہرین کو چادر میں بٹھایا انہیں بھی بٹھا لیتے۔

یہ بات تو نجرانیوں کا سردار بھی سمجھ گیا تھا کہ اہل بیت صرف یہی ہیں جو میدان میں آ رہے ہیں ورنہ وہ یہ نہ کہتا کہ اگر نبی اپنے اہل بیت لے کر آئے تو مباہلہ نہ کرنا۔

حدیث ثقلین سے بھی ثابت ہے کہ اہل بیت صرف عترت ہے۔

حدیث سفینہ سے بھی ثابت ہوا کہ اہل بیت یہی ہیں۔

امام شافعی نے بھی اشعار کے ذریعے ثابت کر دیا کہ اہل بیت صرف وہی ہیں جن کی محبت اللہ کی طرف سے واجب ہے۔

یا اہل بیت رسول اللہ حبکم　　فرض من اللہ فی القرآن انزلہ

اے اللہ کے رسول کی اہل بیت آپ کی محبت اللہ کی طرف سے واجب ہے اور اللہ نے اسے قرآن میں نازل کیا ہے۔

کفاکم من عظیم القدر انکم　　من لم یصل علیکم لاصلوٰۃ

تمہاری عظمت و رفعت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ جو نماز میں تم پر درود نہ بھیجے اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔

ان اشعار سے ثابت ہو گیا کہ اہل بیت وہ ہیں جو قل لا اسئلکم کی تفسیر میں آئے اور جن پر درود و سلام ہو لیکن اس زمرے میں بالکل شامل نہیں تھیں۔

اگر اہل بیت ازواج ہوتیں تو کم از کم ان کے لئے بھی اتنی تعداد میں احادیث ہوتیں۔

اہل بیت سے ازواج مراد نہیں

علماء اہل سنت نے اپنی کتب میں حضرت ابو سعید خدری سے روایت تحریر کی ہے (جس

کا متن اور حوالہ جات پہلے گزر چکے ہیں) اس میں حضور اکرمؐ کے صحابی یہ فرماتے ہیں کہ **ھذہ الایتہ فی خمستہ** کہ یہ آیت خمسہ مطہرین کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ ازواج کا اس آیت سے کوئی تعلق نہیں ورنہ لفظ فی سے تعین و تخصیر نہ ہوتی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کبھی ازواج کو اہل بیت نہیں فرمایا اگر اسلام کی کسی بھی معتبر کتُب میں کوئی مرفوع ایسی حدیث ہو تو دکھائی جائے اس کے مقابلے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بیشمار احادیث ہیں کہ یہ آیت خمسہ مطہرین کی شان میں نازل ہوئی ہے نیز یہ کہ خمسہ مطہرین ہی اہل بیت ہیں۔

ازواج نبیؐ نے خود ایسا دعویٰ نہیں فرمایا اور نہ ہی ایسی کوئی روایت کسی معتبر کتاب میں ملتی ہے کہ ازواج نے حضور اکرمؐ سے اس مطلب کی کوئی روایت بیان کی ہو بلکہ اس کے برعکس ازواج نبیؐ نے خود یہ روایت بیان فرمائی ہے کہ یہ آیت بالخصوص اہل بیت محمد علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

آیت میں لفظ بیت واحد ہے اس سے ازواج کی نفی ہوتی ہے کیونکہ جہاں بھی ازواج کا ذکر ہے وہاں بیوت کا لفظ استعمال ہوا ہے جسے **وَقَرنَ فِی بُیُوتِکُنَّ** اور **واذکُرنَ مَایُتلیٰ فِی بُیُوتِکُنَّ** آیہ تطہیر کا ازواج نبی کی شان میں نازل ہونا یہ خود اہل سنت کے ہاں اجماعی مسئلہ نہیں چنانچہ امام فخرالدین رازی اس آیت کے ذیل میں تفسیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں۔

یعنی اہل بیت کی تعین میں اختلاف ہے اور یہ کہ آیت کے معنی منصوص میں اختلاف ہے کیونکر ہو سکتا ہے نیز یہ کہ آیہ مبارکہ کے معنی منصوص حضرت عائشہ کی طرف اس تعین کے ساتھ کیونکر جمع ہو سکتے ہیں جو انہوں نے اہل بیت کے متعلق اپنی ذات کے علاوہ فرمائی ہے چنانچہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، جمع بین، الصحیحین اور جمع بین الصحاح میں حضرت عائشہ سے روایت ہے جو کہ پہلے تحریر کر دی گئی ہے اور تفسیر ثعلبی میں حضرت عائشہ سے ایک اسی طرح کی روایت کے بعد ہے کہ حضرت عائشہ نے عرض کیا کہ یا حضرت میں بھی تو آپ کے اہل بیت میں سے ہوں فرمایا کہ ہٹ جاؤ تم خیر پر ہو اس جگہ پر امام رازی تحریر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ کا ان کو ہٹ جانے کا حکم دینا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اہل بیت میں سے نہیں تھیں اور جناب ام سلمہ کی روایت کے سلسلے میں جب ثعلبی نے رسول اللہ کے اسی طرح کے ارشاد سے ان کے اہل بیت میں نہ ہونے پر استدلال کیا ہے تو اس سے حضرت عائشہ و حفصہ کا بھی اہل بیت سے خارج

ہونا ثابت ہوتا ہے اور وہ روایت یوں ہے کہ ام سلمہ کو حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم خیر پر ہو تم ازواج میں سے ہو اور مسند احمد بن حنبل میں روایت حضرت ام سلمہ کے ضمن میں ان کا یہ قول منقول ہے کہ میں نے چادر کو اٹھایا تاکہ آپ کے ساتھ داخل ہو جاؤں تو حضرت نے میرے ہاتھ سے چادر کھینچ لی اور فرمایا کہ تم خیر پر ہو۔ آج تک کسی بھی مفسر نے صرف ازواج کو اہل بیت تحریر نہیں کیا۔

یہ آیت ان لوگوں کے لئے ہے جو کہ معصوم ہوں اور جو حضرات نزول آیت کے وقت اور اس کے بعد معصوم نہ ہوں ان کا اس آیت سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ امت محمد مصطفیٰ میں سے کوئی بھی فرقہ ازواج نبی کی عصمت کا مدعی نہیں جبکہ کئی ازواج تو احاطہ اسلام میں آنے سے پہلے منکر خدا و رسول تھیں۔ حضور اکرمؐ کے نکاح میں تو کلمہ اسلام نصیب ہوا فرمایئے معصوم کیسے۔ اگر عصمت نہ رہی تو کم از کم اس آیت میں داخل نہیں ہو سکتیں۔ ارادۂ خدا ازلی و قدیم ہے اور اس نے روز اول ہی سے آل محمد علیہم السلام کو پاک کرنے کا ارادہ کر رکھا تھا ادھر ان ہستیوں کے نور کو خلق فرمایا ادھر عصمت ان کے ساتھ لازم فرما دی یہی توجہ ہے کہ مہد سے لحد تک انہوں نے کبھی کوئی عصمت کے منافی عمل نہیں فرمایا۔

بعض ازواج تو حبالۂ نکاح میں آنے کے بعد بھی خدا اور اس کے رسول کے احکام کی اعلانیہ خلاف ورزیاں فرماتی رہیں۔ عصمت تو ان سے نزدیک سے بھی نہیں گزری تھی۔ ہمارا قلم آزاد نہیں ورنہ ہم کتب اہلسنت سے ایک دو نہیں بیسیوں واقعات کی نشاندہی کر دیتے اور واضح کر دیتے کہ امت مصطفیٰ کا عام آدمی بھی وہ جسارت نہیں کر سکتا جو حضور اکرمؐ کے پاک ماحول میں رہنے والی ازواج محترم نے فرمائیں۔

فاضل محقق جناب آغا محمد سلطان مرزا دہلوی سابق سیشن جج البلاغ المبین جلد اول کے ص 439 پر تحریر فرماتے ہیں۔

ایک اور امر بھی قابل غور ہے کہ آیت تطہیر سے دو چار آیات سے پہلے ایک آیت ہے **یٰنِسَاءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْکُنَّ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ یُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ** ۔یعنی اے پیغمبر کی بیویو تم میں سے جو کوئی صریح ناشائستہ حرکت کرے گی اس کو دوگنی سزا دی جائے گی گویا کہ ازواج نبی سے ناشائستہ افعال کے سرزد ہونے کا امکان باقی رہ گیا۔ یہ انکے طاہر کرنے کا ارادہ خداوندی کیسا ہوا یا تو ارادہ کیا اور وہ کامیاب نہ ہوا یا ازواج کی تطہیر کا کبھی خدا نے ارادہ

ابن عباس کی روایت جس کا بعض مشککین سہارا لیتے ہیں وہ دو طریقوں سے مروی ہے۔

۱۔ ابن ابی حاتم اور ابن عساکر میں اسی عکرمہ سے (جس پر جرح ہو چکی ہے)

۲۔ ابن مردویہ نے سعید بن جبیر کے طرق سے نقل کیا جس پر ابھی ابھی ہم کوکب دری شرح ترمذی سے جرح دکھا چکے ہیں۔

حضرت ابن عباس کی وہ روایت جس میں آپ نے یہ آیت خمسہ مطہرین کی شان میں نازل ہونا فرمائی ہے پہلے آپ بحوالہ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

اب یہ کیسے ہو سکتا ہے ایک دفعہ تو آپ یہ فرمائیں کہ یہ آیت خمسہ مطہرین کی شان میں نازل ہوئی ہے اور پھر یہ کہیں نہیں۔ یہ آیت ازواج نبی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ حالانکہ پہلی روایت کے راوی بھی ثقہ ہیں اور اسے تحریر بھی علماء کی ایک کثیر جماعت نے کیا ہے۔ دوسری روایت کے راوی بھی خارجی ہیں اور اسے علماء اہل سنت نے کوئی اہمیت بھی نہیں دی۔

اور عکرمہ وہ ہے جس کے بارے میں علامہ عینی عمدہ القاری شرح بخاری جلد اول ص ۱۱ پر تحریر فرماتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ ان لوگوں کی نسبت جو جرح کی گئی وہ مبین اور مفسر ہے من جملہ ان کے عکرمہ ہیں۔ پس حضرت عبداللہ بن عمر نے حضرت نافع سے کہا کہ مجھ پر جھوٹ نہ بولنا جیسا کہ عکرمہ نے عبداللہ بن عباس سے بولا اور مجاہد اور ابن سیرین اور احمد مالک نے اس کی تکذیب کی ہے اور حضرت امام احمد نے فرمایا کہ اس کی رائے خوارج کی رائے ہے اور علی بن مدینی نے کہا کہ خوارج بخدہ کی رائے رکھتا ہے اور بعض خلفاء پر تلوار اٹھانے کا قائل تھا۔ جمہور نے جو اس کی توثیق کی اور اس کے ساتھ احتجاج کیا ہے اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ اپنے مذہب کی طرف لوگوں کو دعوت نہیں دیتا تھا۔

آیہ حجاب' آیہ برات' آیات سورہ تحریم اور واقعہ افک میں جہاں ازواج بنی کا ذکر ہے وہاں خدا نے ازواج کو اہل بیت سے خطاب نہیں فرمایا۔ تو جب خدا ہی نے اہل بیت سے ازواج کو جدا کر دیا ہے تو ہم کیسے ملا سکتے ہیں۔

حدیث ثقلین میں آج تک کسی سنی عالم نے ازواج کو مراد نہیں لیا ہے۔

حضور اکرمؐ نے آخری وصیت میں فرمایا تھا کہ مجھے آخری غسل اہل بیت دیں گے۔ تو کیا

آپ کو ازواج نے غسل دیا یا آل نے۔

. تواریخ سے ثابت ہے کہ غسل حضرت علی علیہ السلام نے دیا تو معلوم ہوا کہ اہل بیت سے مراد آل نبی ہیں نہ کہ ازواج نبی بھی۔

اہل بیت ایسے لوگ ہونا چاہیں جن کی صفت یہ ہے کہ وہ کبھی قرآن سے جدا نہ ہوئے ہوں۔ اور نہ قیامت تک جدا ہوں گے اور ان سے تمسک و اعتصام کرنا امت کو قیامت تک گمراہ ہونے سے بچاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ازواج رسولؐ میں ہر قسم کی عورتیں تھیں ان میں سے کسی کے لئے کسی نے کبھی یہ دعویٰ ہی نہیں کیا اور نہ خود انہوں نے دعویٰ کیا۔

جن پر صدقہ حرام ہے

انکر کم اللہ فی اہل بیتی انکر کم اللہ فی اہل بیتی فقال له حصین ومن اہل بیتہ یا زیدالیس نسائہ من اہل بیتہ قال نسائہ من اہل بیت ولکن اہل بیتہ من حرم الصدقہ بعدہ قال ومن ھم قال آل علی وآل عقیل وآل جعفر وآل عباس قال قلت کل ہؤلاء حرم الصدقہ علیھم قال نعم

حضرت زید بن ارقم سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا میں اپنے اہل بیت کے معاملے میں تمہیں اللہ یاد دلاتا ہوں۔ میں اپنے اہل بیت کے معاملے میں تمہیں اللہ یاد دلاتا ہوں۔ حصین نے کہا اے زید آپ کے اہل بیت کون ہیں؟ کیا آپ کی عورتیں آپ کے اہل بیت نہیں ہیں؟ زید نے کہا آپ کی عورتیں در حقیقت آپ کے اہل بیت وہ اشخاص ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے۔ حصین نے کہا وہ کون ہیں زید نے کہا وہ آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس ہیں۔ حصین کا بیان ہے کہ میں نے کہا ان سب پر صدقہ حرام ہے۔ کہا ہاں۔

(الشذورات الذھبیہ ص ۶۶، نظم دررا لسمطین ص ۲۳۱، منہاج السنہ ج ۴ ص ۱۰۴، ترمذی ص ۵۴۱، حاشیہ نمبر ۲، علم الکتاب ص ۲۵۴، الصواعق المحرقہ ص ۱۴۴ سطر ۲۵، بیان القرآن جلد ۹ ص ۴۸ سطر ۲۵، مصابیح السنہ ص ۲۰۵، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۱۴ سطر ۲ ج ص ۱۴۸ سطر آخر، ج ۷ ص ۳۱ سطر ۱، روح المعانی ج ۲۲ ص ۱۳ سطر ۳، ص ۱۵ سطر ۲۶، الاعتقاد بیہقی ص ۱۶۳، حقانی ج ۳ ص ۱۸۷ سطر ۸، فتح القدیر ج ۱ ص ۲۷۱ سطر ۱۴، سیرت زینی ج ۳ ص ۳۳۱ سطر ۴، صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۷۹

آل عقیل و جعفر اہل بیت نہیں

۱۔علامہ محمد بن یوسف الکنجی اپنی کتاب کفایۃ الطالب میں اس خیال کی تردید میں کہ اہل بیت آل جعفر و آل عقیل و آل عباس بھی ہمراہ آل علی کے شامل ہیں اپنی رائے کو اس طرح ثابت کرتے ہیں۔

بل الصحیح ان اهل البیت علی وَالفاطمۃ والحسنان علیھم السلام کمارواہ مسلم بلکہ صحیح یہ بات کہ اہل بیت رسول خدا صرف حضرت علی و فاطمہ و حسنین علیھم السلام ہیں جیساکہ صحیح مسلم میں تحریر ہے۔

۲۔اہل بیت معصوم ہیں جبکہ آل عقیل' آل عباس اور آل جعفر معصوم نہیں ہیں۔

۳۔ ان تینوں حضرات کی آل نے یہ دعویٰ نہیں فرمایاکہ آیہ تطہیر ان کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

۴۔اہل بیت ایسے لوگ ہونا چاہئیں جو کبھی قرآن سے جدا نہ ہوئے ہوں اور نہ قیامت تک جدا ہوں گے اور ان سے تمسک و اعتصام کرنا امت کو قیامت تک گمراہ ہونے سے بچاتا ہے۔ تمام بنو ہاشم نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا۔ حضرت عباس بہت دیر میں ایمان لائے تھے ابو جہل و ابولہب مرتے مر گئے ایمان نہ لائے۔ ان کے خاندان کے جو چند افراد بعد میں بحالت مجبوری ایمان لائے ان کے لئے بھی کبھی یہ دعویٰ پیش نہیں ہوا ہم حیران ہیں کہ وہ لوگ یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ ہم آیت تطہیر میں شامل ہیں۔ امت کو کئی صدیوں کے بعد کہاں سے یہ حق حاصل ہوا کہ انہیں ان کی مرضی کے خلاف چادر تطہیر میں داخل کریں۔

اھل بیت ازواج نہیں

فقلنا من اھل بیتہ نسائہ قال ایم اللہ ان المراۃ تکون مع الرجل العصر من الدھر ثم یطلقھا فترجع الی ابیھا وقومھا واھل بیتہ صلی اللہ علیہ وسلم اصلہ وعصبتہ الذین حرموا الصدقۃ بعدہ۔

ہم نے اے زید کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عورتیں آپ کے اھل بیت نہیں ہیں؟ زید نے کہا خدا کی قسم عورت تو ایک مدت تک مرد کے ساتھ رہتی ہے پھر وہ اسے طلاق دے دیتا ہے تو وہ اپنے باپ اور قوم کے پاس لوٹ جاتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اھل بیت وہ ہیں جو آپ کی جڑ اور عصبہ ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے۔

تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۴۸۶ سطر ۷، روح المعانی جلد ۲۲ ص ۱۳ سطر ۲۸، ص ۱۵ سطر آخر، صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۸۰ سطر ۵، ینابیع المودت ص ۲۵ سطر ۱۲، صواعق ۱۵۰ سطر ۸، نور التحقیق ص ۱۰ اس حدیث کی شرح میں ارجح المطالب کے ص ۴۰۷ پر ہے۔

چند عقلی پہلو

نقلی بحث کے بعد مولف نے چند عقلی شواہد پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور بزعم خود یہ ثابت کر دیا ہے کہ اہل بیت سے مراد ازواج رسولؐ ہیں ہم اپنی بحث کو مختصر رکھتے ہوئے صرف یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ دشمنی آل رسولؐ میں انسانی عقل کس طرح جواب دے جاتی ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:۔

ا۔ "بیت کے معنی ہیں رات گذارنا، شب باش ہونا، پھر مجازاً" شب باشی کی جگہ کوٹھڑی۔ پس مرد کی اہل بیت اصالتاً" وہ ہے جو اس کے ساتھ کہیں رات گذارے" ص ۴۵

مولف کی چابکدستی قابل تحسین ہے کہ پہلے تو بیت کے معنی بیان کئے ہیں پھر فوراً" مجاز کی آڑ لی۔ پھر شب باشی کی جگہ یعنی مصدر بمعنی ظرف مکان کو کوٹھڑی سے تعبیر کیا اور جب زمین ہموار ہو گئی تو فرمایا کہ اہل بیت اصالتاً" وہ ہے جو اس کے ساتھ کہیں رات گذارے۔

سوال یہ ہے کہ لفظ کہیں سے مراد کیا ہے؟ اگر شب باشی کی کوٹھڑی مراد ہے تو وہ مجازی معنی ہیں اس کے اہل بیت اصالتاً" کیسے ہو گئے؟ اگر عام مکان مراد ہے تو سارے گھر والے اپنے بزرگ کے ساتھ گھر میں رہتے ہیں زوجہ سے کیا خصوصیت؟

پھر ایک بات یہ بھی ہے کہ رات گذارنے سے ہم بستر ہونے کا مفہوم کہاں سے نکل آیا۔ کوئی شخص اپنے حالات میں یہ بیان کرے کہ تین راتیں فلاں کے ساتھ گذاریں توکیا اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اس کے ساتھ جنسی تعلقات بھی رکھے ہیں۔ معاذ اللہ۔

اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ جب مجاز کا دروازہ کھل گیا تو بند کوٹھڑی ہی کی طرف ذہن کیوں جائے۔ خاندان کو بھی بیت کہتے ہیں کعبہ کو بھی بیت کہتے ہیں۔ ایسے پاکیزہ معنی مراد کیوں نہ لئے جائیں جو تطہیر کے شایان شان بھی ہوں۔

۲۔ جب تک عورت یا مرد کی شادی نہیں ہوتی یہ لوگ اپنے باپ کے اہل بیت ہوتے ہیں" ص ۴۵

ابھی تو اہل بیت اصالتاً" شب باشی کیا کرتے تھے۔ اب لڑکی اور لڑکا عارضی طور پر باپ کا اہل بیت ہو گیا۔ خدا ہی جانے اس مخصوص شب باشی کی رسم کہاں سے نکل آئی؟ مزید لطف یہ ہے کہ شادی کے بعد لڑکی شوہر کے اہل بیت میں شمار ہوتی ہے اور لڑکا بھی بیوی کے اہل بیت میں ہو جاتا ہے۔ علماء لغت کو چاہیے کہ اس تحقیق کو فوراً" نوٹ کریں ورنہ پھر کوئی بیان کرنے والے پیدا نہ ہو گا۔

صحیح مسلم میں فضائل کے ذیل میں یہ عبارت پائی جاتی ہے کہ زید بن ارقم سے اہل بیت کے بارے میں یہ سوال کیا گیا کہ ازواج بھی اہل بیت ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ لا و اللہ عورت تو چند روز شوہر کے ساتھ رہتی ہے اس کے بعد جب طلاق ہو جاتی ہے تو اپنے ماں باپ کے گھر چلی جاتی ہے اس لئے اسے شوہر کے گھر والوں میں کیونکر شمار کیا جا سکتا ہے۔

مولف موصوف اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:۔

۴۔ اگر کبھی زن و شوہر میں طلاق سے مفارقت بھی ہو جاتی ہے تو مفارقت کسی نہ کسی باعث اولاد سے بھی ہو جاتی ہے بیٹی سے تو ہمیشہ ہی کیونکہ وہ نکاح کی وجہ سے اپنے شوہر کی اہل بیت بن جاتی ہے اور وہیں کی ہو جاتی ہے اور بیٹے سے بھی خواہ گھر ناموافقت

اور رنجش کے باعث یا دلآزاری، سرکشی اور عقوق کی بناء پر ص ۴۶

اس عبارت میں حسب ذیل لطائف قابل توجہ ہیں۔

ا۔ موصوف اتنا بھی سمجھنے سے قاصر ہیں کہ زوجہ کی مفارقت کے معنی رشتے کے ٹوٹ جانے کے ہیں اور رشتہ کا ٹوٹ جانا اس دروازے کے بند ہو جانے کے مترادف ہے جس سے وہ بیت میں داخل ہو رہی تھی اور اولاد کی مفارقت گھر سے جدا ہو جانے کے معنی میں ہے۔ جس سے رشتے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

ب۔ اولاد کی مفارقت کو اہل بیت سے خارج ہونے کی دلیل قرار دینا یہ بتاتا ہے کہ مولف کی نظر میں اہل بیت کے لئے گھر میں موجود رہنا ضروری ہے اس لئے اہل بیت میں انہیں لوگوں کا شمار ہو سکتا ہے جو کبھی گھر سے باہر نہ نکلیں لیکن مشکل یہ ہے کہ اس طرح بعض ازواج بھی دائرہ اہل بیت سے خارج ہو جائیں گی اور جناب فاطمہؑ بہر حال داخل رہیں گی۔

ج۔ "شادی کے بعد بیٹی شوہر کی اہل بیت بن جاتی ہے" یہ بتاتا ہے کہ موصوف کی نظر میں اہل بیت ایک حجرہ شب باشی کے تابع ہیں۔ ورنہ بیٹی عقد کے بعد باپ سے رشتہ نہیں توڑ لیتی۔ وہ بیٹی ہونے کے اعتبار سے باپ ہی کے اہل بیت میں شمار ہوتی ہے چاہے بقول مولف زوجہ ہونے کے اعتبار سے شوہر کی اہل بیت بن جائے اور اس میں کوئی مضائقہ بھی نہیں ہے کہ ایک آدمی مختلف معانی کے اعتبار سے مختلف افراد کے اہل بیت میں شمار ہو۔

بیوی کے اہل بیت ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ:۔

۵۔ بیوی در اصل مرد کی دوست، رفیق، کفو وہم پلہ ہمسر وہم بستر، عزت و آبرو، رنگ و ناموس، جوڑ و گوئیں، زوج و جفت، شریک حال و ہم خیال، ایک جان کی دوسری قالب اور شدت اتصال و غایت وابستگی کے باعث مرد کی مثنیٰ ہے" ص ۴۶

غالباً" موصوف کو یہ خیال نہ رہا کہ یہ تقریر اہل بیت بنانے کے بجائے انفسنا کا مصداق بنانے کے لئے زیادہ مفید ہے اہل بیت میں رشتہ گھر سے ہوتا ہے صاحب خانہ سے اتنے شدید اتصال کا کیا سوال۔ جب کہ نبی اکرمؐ کے تمام ازواج کو یہ حقیقت قطعاً" حاصل نہ تھی۔ ان میں بعض ایسی بھی تھیں جنہوں نے اس کا خیال نہ کیا کہ وہ نبیؐ کی

عزت و آبرو اور ننگ و ناموس ہیں بلکہ اپنے کو جوڑ گوئیں ہی سمجھتی رہیں۔ پھر ایک بات یہ بھی ہے کہ یہی باتیں کسی شخص کو اہل بیت بنا دیتی ہیں تو دوسرا شخص یہ بھی کہہ سکتا کہ بیوی غیر گھرانے کے غیر متعلق عورت نکاح کی دو لفظوں سے آئی روٹی کپڑا لیتی رہی ہے گھر میں پڑی رہی شوہر کی ضروریات زندگی کو پورا کرتی رہی' ناز زوجیت میں شوہر سے جھگڑا کرتی رہی۔ اس کی تعلیم سے فائدہ بھی نہیں اٹھایا اور طلاق کے دو کلمات سے رخصت ہو گئی برخلاف اس کے بیٹی' بھائی' نواسے یہ خون کے شریک دل کے ٹکڑے' جگر کے پارے' نسلی خصوصیات کے شریک' آبائی ورثہ کے حصہ دار' گود کے پالے نبوت کے مزاج شناس' آداب و اخلاق کے نمونے' ناز و انداز سے بیگانے' لعاب دہن رسالتؑ سے پرورش یافتہ ان کا رشتہ اتنا گہرا اور مضبوط ہوتا ہے کہ انہیں گھر والوں میں شمار کیا جائے نہ کہ ایک چلتے پھرتے مسافر کو جس کے لئے گھر ایک چند روز منزل ہے اور بس!

اعتراض

زید ابن ارقم کے قول میں یہ لفظ موجود ہیں کہ نساء من اھل بیتہ کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بیویاں اہل بیت ہیں۔

جواب

تحریف لفظی کرنا اھل سنت کی پرانی عادت ہے لہٰذا یہاں بھی انہوں نے ایسا ہی کیا ہے ذرا عبارت کو آگے پیچھے دیکھتے تو شائد اس میں ان کے اس دعوے کی تردید نظر آ جاتی ہے۔

کسی نے زید بن ارقم سے پوچھا کہ کیا ازواج نبی اھل بیت ہیں انہوں نے اس کے جواب میں فرمایا کہ **نسائہ من اھلبیتہ ولکن اھلبیتہ من حرم الصدقۃ**"حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ازواج اھلبیت ہیں لیکن اھل بیت وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ اس عبارت میں لکن کے لفظ سے واضح ہے کہ زید نے یہ جملہ استفہام انکاری کے طور پر استعمال کیا ہے اگر اس کے نزدیک ازواج کا اھلبیت ہونا ضروری تھا تو لکن کیوں فرمایا؟

اردو فقرات میں بھی جب جملے میں لیکن کا لفظ آ جائے تو اکثر مقام پر گزشتہ جملے سے اختلاف ہوتا ہے اس لیے حضرت زید نے ازواج کے اھل بیت ہونے سے اختلاف کیا ہے اور اس کے بعد اھلیبت پر حرمت صدقہ کی دلیل اور قوت فرما دی کہ چونکہ ازواج پر صدقہ حرام

نہیں لہٰذا وہ اہلبیت نہیں علاوہ ازیں حضرت زید بن ارقم نے مطلقاً" عورت کے اہل بیت ہونے کی نفی کی ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ازواج اہل بیت نہیں ہیں تو انہوں نے مطلقاً" نفی فرما دی اور دلیل دی کہ عورت شوہر کے پاس کچھ عرصہ رہتی ہے پھر ناچاکی کی وجہ سے شوہر اسے طلاق دے دے تو وہ اپنے ماں باپ کے پاس چلی جائے گی لہٰذا وہ اہل بیت نہیں ہو سکتی۔ صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۸۰ بلکہ اہل بیت وہ ہیں جو آپ کے اصل رشتہ دار ہیں۔ جن پر صدقہ حرام ہے۔

حضرات اس آیت میں سے تو ازواج کی مطلق اہل بیت ہونے کی نفی ہو گئی۔

اعتراض

حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کبھی یہ تو نہیں فرمایا کہ ازواج اہل بیت نہیں۔

جواب

پہلے آپ ملاخطہ فرما چکے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت ام سلمہ سے فرمایا **قومی و تنحی عن اهل بیتی** کہ اٹھو اور میرے اہل بیت سے دور ہو جاؤ۔ تو جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے شرافت سے اپنی ازواج کو اپنی اہل بیت سے دور کر دیا تو اور آپ خلق عظیم سے کیا چاہتے ہیں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ فجذبہ من یدی کہ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے میرے ہاتھ سے چادر کھینچ لی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میرے اہل بیت ہیں اور تم ازواج نبی تو کیا ان روایات سے ثابت نہ ہو گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے قولاً فعلاً ثابت کر دیا کہ اہل بیت اور ہیں اور ازواج اور ہیں۔

اعتراض

تفسیر فتح البیان جلد ۷ ص ۳۶۶، صواعق محرقہ ص ۱۴۳ سطر ۱۸ پر ہے کہ اس آیت میں بیت سکنی کے لحاظ سے ازواج نبی بھی شامل ہیں۔

جواب

اس آیت سے وہ لوگ مراد ہیں جن کے پاس رجس و گناہ ساری زندگی نہ آیا ہو یعنی وہ معصوم ہوں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے گھر میں تمام سکونت پذیر معصوم نہیں تھے۔

سکونت میں تو انسان کے علاوہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے گھر میں بلی جیسے حیوان بھی سکونت پذیر تھے تو کیا وہ بھی تطہیر کے مالک ہیں؟ ہرگز نہیں تو معلوم ہوا کہ نبی کے گھر میں قیام پذیر افراد صاحب تطہیر نہیں تھے۔
حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے گھر میں دو طرح کے رشتہ دار تھے بعض بنوت کے رشتہ دار تھے بعض حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات کے۔ آیہ تطہیر نبوت کے رشتہ داروں کے لیے ہے نہ کہ تمام سکونت اختیار کرنے والوں کے لیے۔

اعتراض

روح المعانی جلد ۲۲ ص ۱۲ سطر آخر، فتح القدیر جلد ۴ ص ۱۷۰ سطر ۱۵ حقانی جلد ۳ ص ۱۸۶ بیان القرآن جلد ۹ ص ۴۸ اور جناب شاہ عبدالعزیز دہلوی تحفہ اثنا عشریہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ عکرمہ کہتے ہیں کہ ازواج نبی اہل بیت ہیں۔

جواب

یہ بات جمہور علماء اھل سنت کے خلاف ہے کیونکہ اس آیت کی تفسیر میں قدماء کے دو قول ہیں۔ اوّلاً تو خاص اھل بیت کے لیے دوسرا جسکے مدعی صرف عکرمہ ہیں ازواج جسے شاہ صاحب

تحریر فرماتے ہیں۔ تعجب ہے شاہ صاحب نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مرفوع و صحیح احادیث اور صحابہ کی ثقہ روایات کے مقابلے میں خارجی کے بے سروپا قول کو اپنا مسلک بنا لیا اور امت مسلمہ کو گمراہ کرنے کا ٹھیکہ اٹھا لیا۔

میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۲۰۸ حرف عین۔ عکرمہ مولیٰ ابن عباس۔

قال مصعب الزبیری کان عکرمۃ یری رای الخوارج قال وادعی علی ابن عباس انہ کان یری رای الخوارج۔

یعنی مصعب زبیری نے کہا کہ عکرمہ خوارج کے مذہب پر تھا اور حضرت عبداللہ بن عباس پر بھی یہ تہمت باندھتا تھا کہ وہ بھی خارجی تھے۔

اور اہل بیت کے خلاف اس لیے منادیاں کرتا تھا کہ یہ امراء وقت سے انعام وصول کرتا تھا۔ چنانچہ میزان الاعتدال کی جلد ۲ کے ص ۲۰۹ پر ہے۔

کان یات الامراء فیطلب جوائزھم یعنی عکرمہ امیروں کے پاس آتا تھا اور ان سے انعام پاتا تھا۔

اب آپ خود فیصلہ فرمالیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مرفوع و صحیح حدیث تسلیم کریں یا امراء کی چاپلوسی کرنے والے خارجی کی۔

ازواج

"جب اسا پر (زوجہ) یہ کیفیت طری ہوتی ہی تو عموماً" مال اندیشی دبے پاؤں اس سے دور ہٹ جاتی ہے اور بلا کسی جھجک کے شوہر کی کمزوریوں کو ظاہر کر دیتی ہے اس ناز کا ایک اثر بھی ہوتا ہے کہ شوہر کی نصیحت اور تعلیم بیوی پر بہت موثر ہوتی ہے۔

(مقدمہ شیخ الحدیث محمد اسحاق سندیلوی ۵) ان افکار کے ساتھ جب ازواج کی طرف سے یہ مطالبہ فراغت سنا تو آپ کو بہت رنج ہوا۔

"آپ کبیدہ خاطر ہو کر ایک بالا خانہ پر مقیم ہو گئے اور عہد کیا کہ ازواج سے کلام نہ فرمائیں گے یہ واقعہ ایلاء کے نام سے مشہور ہے۔" ۲۴

"زینت حیات' مذاق نبوی سے اختلاف' آزردگی نبیؐ کی گندگیوں سے آئندہ بچنے کے لئے تم کو سات دفعات پر مشتمل ایک پروگرام یہ بتایا جاتا ہے کہ ان پر کاربند ہو تو اے بیت نبیؐ کی رہنے والیو تم کو تطہیر ملے گی۔" ص ۴۸

اس میں حق تعالٰی نے پہلے تو امہات المومنین کو ازواج رسولؐ نساء پیغمبر سے خطاب کر کے ڈانٹا ہے اور سزا سنائی ہے پھر دلجوئی اور دلشوئی کے انداز میں انہیں کو اہل بیت رسولؐ کے لفظ سے خطاب کیا۔ ص ۲۸

"انہیں سے ناز زوجیت سے بلا مقصد ایذا دو تین امور ایسے سرزد ہو گئے تھے جن سے حضورؐ کو رنج و اذیت پہنچی انہیں سے حضورؐ نے ایک ماہ ترک مکالمت فرمائی تھی پس یہی مستحق بھی تھیں کہ ان کو اہل بیت نبیؐ کے زریں لقب سے تسلی دی جائے اور انہیں کو زندگی کا دستور العمل بتایا جائے کہ اس کے مطابق عمل کرو گی تو عزت تطہیر ملے گی۔" ص ۲۸

ایک بار سیدہ فاطمہؓ نے فراغت ملنے کی نیت سے باشارہ سیدنا علیؓ حضورؐ سے کنزو خادمہ مانگی تو آپ کو چونکہ آرام کی زندگی پسند نہ تھی اس لئے آپ نے اپنے جگر گوشہ کی درخواست منظور نہیں فرمائی مگر ان سے ترک مکالمہ بھی نہیں فرمایا یعنی حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ان کی خواہش فراغت اتنی ناگوار نہیں گزری جتنی ازواج کی۔"

ظاہر ہے کہ امہات المومنین کے بارے میں ایسے نازیبا کلمات کہ ان پر شوہر کی تعلیم کا

اثر بہت کم ہوا یا ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان سے بات کرنا چھوڑ دی یا وہ آزردگی نبی کی گندگی میں مبتلا تھیں یا انہیں حق تعالیٰ نے ڈانٹا اور سزا سنائی ہے یا انہوں نے ناز زوجیت میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ایذا پہنچائی ہے۔ ان کا کوئی سیہ کار فرزند ہی استعمال کر سکتا ہے۔ ہماری مذہبی غیرت اس بات کو گوارا نہیں کرتی کہ ان کے بارے میں اس قسم کے واقعات کو طشت از بام کریں اور پھر ان کا خدا سے ایسا رشتہ ثابت کریں جب ان کو ان تمام غلطیوں پر سزا سنا دی تو یکبارگی ان کی دلجوئی کا خیال پیدا ہو گیا اور تطہیر کی آیت نازل ہو گئی گویا قدرت بھی ناز زوجیت پر فریفتہ ہو گئی اور انہیں نازو اداؤں کو شرف طہارت و اہل بیت کا باعث قرار دے دیا۔

صفحہ ۲۹ کی عبارت انتہائی دلچسپ ہے کہ چونکہ انہیں ازواج سے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اذیت پہنچی ہے اس لئے انہیں کو اہل بیت کے زریں لقب سے تسلی دی گئی ہے گویا اذیت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بھی ایک زریں لقب کا سبب ہوتی ہے۔ جبکہ اذیت رسولؐ بنص احادیث کفر کے مترادف ہے۔

سچ کہا گیا ہے "دانا دشمن نادان دوست سے بہتر ہوتا ہے۔

اعتراض

حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا **اللھم ھؤلاء اھل بیتی** فرمانا اس لیے تھا کہ ازواج وغیرہ تو اھل بیت تھے ہی اور جن میں لوگوں کا اختلاف ممکن تھا ان کو بلا کر دکھا دیا کہ یہ بھی اھل بیت ہیں۔

جواب

ھؤلاء تخصیص کے لیے ہے لہٰذا ان کے علاوہ اور کوئی اھل بیت نہیں ہو سکتا۔
اگر یہ بھی اھل بیت تھے تو یوں ہوتا کہ **اللھم ھؤلاء ایضاً من اھل بیتی** لیکن کسی بھی روایت میں ایضاً کے لفظ نہیں ہیں۔

اور یہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ اس آیت میں ازواج سرے ہی سے شامل نہیں تو پھر کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت ام سلمہ کے مطالبے پر چادر کھینچ کر فرمایا پیچھے ہٹ جاوء۔ تم ازواج میں سے ہو یہ آل میں سے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خود وضاحت فرما دی کہ ازواج اور ہیں اور اھل بیت اور ہیں۔ اگر ازواج اھل بیت ہوتیں تو جہاں پانچ تھے تو وہاں ایک بیوی کو چادر میں لے لیتے۔

بلی اھل بیت ہے

مسند احمد حنبل جلد ۵ ص ۳۰۹ پر ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابی قتادہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سنا کہ بلی بھی اہل بیت میں سے ہے۔

قاضی ابو یوسف کتاب الاثار کے ص ۷ پر تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابو حنیفہ نے اپنے استاد حماد سے اور انہوں نے ابراہیم سے روایت کی ہے کہ بلی کے جھوٹے کا کوئی حرج نہیں کیونکہ بلی من جملہ اھل بیت کے ہے۔

فرمایئے اھل سنت! یہ بلی پر لفظ اہل بیت مجازاً ہے یا حقیقتاً" بلحاظ سکونت ہے۔ آپ ایسے الفاظ مجازیہ کی آڑ لے کر خمسہ نجباء کی تخصیص بتطہیر کاملہ تامہ کیسے باطل کر سکتے ہیں؟ اور اگر حقیقتاً" ہے تو آپ کا ازواج کے لیے لفظ اھل بیت بعض مقامات پر پیش کرنا چہ معنی دارد؟

ہماری بحث اھل بیت سے نہیں ہماری بحث اھل بیت تطہیر اور اھل بیت شرف میں سے ہے جن کو کہتے ہیں پنجتن پاک۔

اعتراض

فتح البیان جلد 7 ص 363 فتح القدیر جلد 4 ص 371 روح المعانی جلد 22 ص 12 مظہری جلد 7 ص 371 سنن بیہقی جلد 2 ص 150 ضیاء القرآن جلد ۴ ص 51 پر تحریر ہے کہ آیت تطہیر کے ماقبل و مابعد کی آیات میں ازواج کا ذکر ہے لہٰذا اس آیت سے بھی ازواج مراد ہیں۔

جواب

میں نے اپنی کتاب مسئلۂ تحریف القرآن میں ثابت کر دیا ہے کہ قرآن مجید کی ترتیب نزولی نہیں۔

جامع قرآن نے آیت کے اس ٹکڑے کو عمداً یہاں رکھا ہے اور اس کا بھی یہی مقصد تھا کہ ان آیات کی بیچ میں یہ ٹکڑا رکھ دیا جائے تاکہ ازواج کی کچھ شان ثابت ہو جائے لیکن وہ اس ترکیب میں کامیاب نہ ہوئے۔ کیونکہ ماقبل و مابعد کی آیات میں تانیث کے صیغے تھے لیکن اس آیت میں تذکیر کے صیغے ہیں لذا فرق واضح ہو گیا کہ ان آیات کے مراد اور ہیں اور اس آیت کے مراد اور ہیں۔

اب معترضین حضرات ذرا غور فرمائیں کہ یہ دعویٰ صرف ہمارا ہی نہیں بلکہ آپ کے علماء کرام، اخص الخواص محدثین و مفسرین اپنی اپنی کتابوں میں تحریر فرماتے ہیں ابن حجر مکی سے زیادہ متعصب کون ہے وہ بھی اکثر مفسرین کی یہی رائے بتلاتے ہیں۔

ان اکثر المفسرین علی انھا نزلت فی علی و فاطمۃ و حسن و حسین لتذکیر ضمیر عنکم و ما بعدہ یعنی اکثر مفسرین کی یہ رائے ہے کہ یہ آیت جناب حضرت علیؑ حضرت فاطمہ اور حسنین شریفین کی شان میں نازل ہوئی **عنکم و ما بعد** کے ضمیر مذکر ہونے کے سبب سے۔

اکثر محدثین و مفسرین ہمارے دعوے کی تصدیق فرماتے ہیں۔

کیا وہ سیاق و سباق کو نہیں جانتے تھے؟

دراصل بات یہ تھی کہ جہاں یہ آیت واقع ہے وہاں خدا کا خطاب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج سے ہے۔ جنگ احزاب کے تذکرہ کے بعد خدا نے ازواج نبی اکرم صلی

اللہ علیہ و آلہ وسلم کو مخاطب فرمایا لیکن اس خطاب میں تعریف کم اور تحدید زیادہ تھی کیونکہ اسی گھر میں آل محمد علیھم السلام بھی رہتے تھے لہٰذا گمان ہو سکتا تھا کہ جیسی ازواج نبی ہیں ویسے ہی آل نبی ہیں تو خدا نے کلام کا رخ فورا" اہل بیت رسول کی طرف موڑا تاکہ دنیا کو واضح ہو جائے کہ انہیں ان جیسا نہ سمجھ لینا اس طرح کے اعتراض میں ایک دو نہیں بیسیوں واقعات ہیں۔

سورہ احزاب ایک دفعہ تو نازل نہیں ہوئی بلکہ اس کی متعدد آیات کہیں نازل ہوئیں اور کچھ آیات کہیں۔ ہم نے اپنی کتاب مسئلہ تحریف القرآن میں سورہ احزاب کے بارے میں دلچسپ واقعات تحریر کر دیئے ہیں وہیں ملاحظہ فرمایئے کہ سور احزاب کب کہاں اور کیسے نازل ہوئی۔

ہم نے اپنی کتاب مسئلۂ تحریف القرآن میں بالوضاحت تحریر کر دیا ہے کہ جامع قرآن نے اپنے عمل و عقل کے مطابق قرآن کی آیات اور سورتوں کو رکھا ہے لگتا یہی ہے کہ انہوں نے لمبی سورتوں کو پہلے رکھا اور چھوٹی سورتوں کو بعد میں اور انہوں نے اس کا قطعا" کوئی خیال نہیں کیا کہ کس کا حکم پہلے ہے اور کس کا حکم بعد میں اور کون سا واقعہ پہلے ہوا اور کون سا واقعہ بعد میں۔ کئی مقامات پر مسلسل واقعہ میں ایک غیر متعلقہ آیت رکھ دی ہے اس کی تفصیل اور اس قسم کے نوے مقامات کی نشاندہی ہم نے اپنی تحقیقی کتاب مسئلۂ تحریف القرآن کے ص 185 پر کر دی ہے۔ یہاں اختصار کی خاطر یہی کہتے ہیں کہ جامع قرآن کے نزدیک آیات قرآن کی جگہ کوئی متعین نہیں تھی جہاں ملی وہاں رکھ دی لہٰذا یہ دلیل قائم کرلینا چونکہ یہ آیات ازواج کے ذکر کے دوران میں ہے لہٰذا اس سے مراد ازواج ہی ہیں غلط ہے حالانکہ اس مقام کی تمام آیات کا اسلوب اور ہے اور آیہ تطہیر کا اور' مثلا" خدا نے اس سے پہلے والی آیات میں لَسْتُنَّ' اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ قُلْنَ' قَرْنَ فِی بُیُوْتِکُنَّ" لَاتَبَرَّجْنَ' اَقِمْنَ' تِیْنَ' اَطِعْنَ' اِنْ کُنْتُنَّ تُرِدْنَ' فَتَعَالَیْنَ' اُمَتِّعْکُنَّ' اُسَرِّحْکُنَّ اور مِنْکُنَّ اور آیت تطہیر کے فورا" بعد وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی فِی بُیُوْتِکُنَّ یہ بھی مونث سے خطاب ہے' واضح ہے کہ جہاں جہاں ازواج کو مخاطب کیا گیا اور ان کے لئے صیغے تانیث کے استعمال کئے اور آیت تطہیر میں عنکم اور یطھر کم دونوں میں ایسے افراد ہیں کہ جن میں مونث کے مقابلے میں مذکر افراد زیادہ ہیں۔

آیہ تطہیر سے پہلے اور بعد کی آیات میں ازواج نبی کو تنبیہہ فرمائی گئی ہے انہیں ڈرایا

دھمکایا گیا ہے اگر تم نے امر فاحشہ کیا تو تم کو معاف نہیں کیا جائے گا بلکہ تمہارے گناہ کو ڈبل کر دیا جائے گا۔ اگر تم زینت کی طلب گار ہوئیں تو طلاق کو دعوت دو گی۔ خبردار اپنے اپنے گھروں میں پابند رہنا۔ خدا اور رسول کے احکام کی تعمیل کرنا، خدا عالم المستقبل تھا اسے یقین تھا کہ ان میں سے بعض ازواج احکام خدا اور رسول کی ضرور نافرمانی کریں گی لہٰذا قبل از وقت آگاہ کر دیا گیا لیکن افسوس صد افسوس ان ڈرانے دھمکانے کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا اور خدا کو آخر کار ڈگری دینا پڑی کہ بعض ازواج کے دل ٹیڑھے ہو گئے ہیں۔ اور بعض نے ہمارے احکام کا کوئی خیال نہیں کیا۔

ان آیات کے درمیان میں ذکر اہل بیت سے ازواج کو یہ تاثر دینا بھی مقصود ہو سکتا ہے کہ جس طرح یہ ہستیاں پاک ہیں تم بھی پاک ہونے کی کوشش کرو یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ پاک ہستیاں کہاں اور تم کہاں۔ یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگرچہ آپ کی بڑی شان ہے لیکن تمہیں چاہئے کہ اپنی شان کو مزید بلند کرنے کے لئے ان پاک ہستیوں کی تابعداری و تقلید کریں اور ان کی نیک سیرت سے درس حاصل کریں۔ (اگر یہ آیت یہاں کی ہے تو)

انما یرید اللہ سے پہلے "ط" مطلق کی علامت ہے جس سے واضح ہوا کہ جملہ معترضہ ہے جس کا سیاق و سباق سے کوئی تعلق نہیں۔

اگر کوئی مرد عورتوں کے درمیان ہو تو کیا مرد کو مردانہ لباس کی بنا پر مرد فرمائیں گے یا عورت؟

علامہ وحیدی نے بھی اپنے قرآن کے ترجمہ کے ص 549 حاشیہ 7 پر انہی خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔

عموماً" فصحاء و بلغاء عرب اثناء کلام میں روئے سخن کسی دوسرے کلام کی طرف موڑ کر خطاب کر لیتے ہیں پھر پہلے گفتگو کی طرف لوٹ آتے ہیں اس سورۂ احزاب میں ازواج کے ساتھ خطاب میں ایک وقت پر اہل بیت سے بھی خطاب کر لیا اس کے بعد پھر ازواج سے خطاب فرمایا۔

جناب سید جمال الدین الاربعین میں اس اعتراض کا یوں جواب تحریر فرماتے ہیں:

یہ نہ کہا جائے کہ اس آیت کا شروع اور آخر اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ یہ ازواج کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ خمسہ مطہرین کی شان میں نہیں۔ اس لئے کہ ہم کہتے ہیں کہ **عنکم** و **یطہر کم** میں ضمیر کا مذکر ہونا اس کا انکار کرتا ہے۔

آیت تطہیر کا سیاق و سباق

جناب علامہ محمد مہدی آصفی اہل بیت کے ص ۱۲۸ سطر ۳ پر تحریر فرماتے ہیں:

اب رہا سورہ احزاب میں آیت تطہیر کا امہات المومنین سے متعلق آیات کے سیاق میں واقع ہونا اور اس سے ازواج رسولؐ کے آیت تطہیر میں داخل ہونے پر استدلال کرنا۔ تو یہ بقول علامہ شرف الدین نص کے مقابلہ میں اجتہاد ہے جو نہ کسی کے لئے حلال ہے اور نہ ہی جائز ہے۔

(الکلمتہ الغراص ۲۱۳)

سیاق آیت سے تمسک کرنا ایک قسم کا اجتہاد و استحسان ہے جو سیاق کلام کے اتحاد سے پیدا ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ ہر اس سیاق سے ان نصوص صحیحہ و صریحہ کے مقابلہ میں کسی طرح استدلال نہیں کیا جا سکتا جن کی دلالت اس بات پر ہے کہ آیت تطہیر کا انحصار صرف پنجتنؑ پاک میں ہے۔

چونکہ مسلمانوں کا اجماع و اتفاق ہے کہ قرآن کی موجودہ ترتیب نزول کے مطابق نہیں ہوئی ہے اس لئے بھی اگر نصوص صحیحہ اور سیاق میں تعارض ہو تو سیاق کو ترجیح نہیں دی جا سکتی کیونکہ یہ بات یقینی نہیں ہے کہ آیت اسی سیاق میں نازل ہوئی ہے۔ اسی لئے اگر سیاق آیت کے مفہوم کا ظہور ان حضرات کے خیال کے مطابق تسلیم بھی کر لیا جائے جب بھی یہاں پر سیاق آیت کے مفہوم کا ترک واجب ہو گا اور واضح دلائل اور قطعی براہین کے سامنے سر تسلیم ختم کرنا واجب ہو گا۔

(حوالہ سابق)

اس کے علاوہ آیت کریمہ سے پہلے اور اس کے بعد آیتوں کی ضمیروں کا اختلاف وحدت سیاق کی بنیاد کو متزلزل کر دیتا ہے۔ آپ کی آسانی کے لئے آیت تطہیر اور اس سے پہلے اور بعد کی آیتوں کو ذکر کر کے ان کا ترجمہ بھی پیش کئے دیتے ہیں لہٰذا آپ غور سے پڑھئے اور مذکر و مونث کی ضمیروں کا فرق سمجھئے اور ہم سیاق والی بات قاری کے انصاف پسند ذہن کے حوالہ کرتے ہیں۔

يٰنِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ○ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ○ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ○

"اے نبیؐ کی بی بیو تم اور معمولی عورتوں کی سی تو ہو نہیں (پس) اگر تم کو پرہیز گاری منظور ہے تو (اجنبی آدمی سے) بات کرنے میں نرم نرم (لگی لپٹی) بات نہ کرو تاکہ جس کے دل میں (شہوت زنا کا) مرض ہے وہ (کچھ اور) آرزو (نہ) کرے اور (صاف صاف) شائستہ عنوان سے بات کیا کرو اور اپنے گھروں میں نچلی بیٹھی رہو اور اگلے زمانہ جاہلیت کی طرح اپنا بناؤ سنگار نہ دکھاتی پھرو اور پابندی سے نماز پڑھا کرو اور خدا اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو۔ اے (پیغمبرؐ کے) اہل بیت خدا تو بس یہ چاہتا ہے کہ تم کو (ہر طرح کی) برائی سے دور رکھے اور جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے ویسا پاک و پاکیزہ رکھے اور (اے نبیؐ کی بی بیو) تمہارے گھروں میں جو خدا کی آیتیں اور (عقل و) حکمت (کی باتیں) پڑھی جاتی ہیں ان کو یاد رکھو۔ بیشک خدا بڑا باریک بیں واقف کار ہے۔

لہٰذا آپ نے خود ہی ملاحظہ فرمالیا کہ آیت تطہیر سے پہلے اور بعد کی ضمیریں جمع مونث کی ہیں جن سے ازواج رسولؐ مراد ہیں اگر آیت تطہیر سے بھی ازواج مراد ہوتیں تو جمع مونث کے صیغے لائے جاتے۔ لیکن آیت تطہیر میں ایسے افراد مراد ہیں جن کی تعداد زیادہ ہے اس لیے جمع مذکر کے صیغے استعمال کئے گئے۔ کیا اس کے بعد بھی قاری کی نظر میں وحدت سیاق باقی ہے جو قطعی دلائل سے ٹکرائے۔

مزید برآں خود آیت تطہیر تنہا ان اہل بیت کی تحدید کے لیے کافی ہے جن سے رجس دور کیا گیا ہے کیونکہ آیت کے فقرات کی تفسیر میں جو صحیح احادیث پہلے پیش کی جاچکی ہیں وہ صراحت کے ساتھ اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اہل بیت پاک ہیں اور ہر رجس سے منزہ ہیں کیونکہ خدا نے ارادہ کرلیا ہے کہ ہر گناہ کبیرہ وصغیرہ اور خدا کی ہر قسم کی معصیت سے مبرا ہیں اور یہی عصمت ہے۔

آیت تطہیر اہل بیت کی عصمت کو ثابت کرتی ہے اور اس حقیقت کو ثابت کردینے کے بعد ان اہل بیت کی معرفت بہت آسان ہو جاتی ہے جن سے رجس کو دور رکھا گیا ہے اور جن کو پاک وپاکیزہ قرار دیا گیا ہے۔

اعتراض

تفسیر فتح القدیر جلد 4 ص 271 روح المعانی جلد 22 ص 17 مظہری جلد 7 ص 353 بحر المحیط جلد 7 ص 332 تفسیر حقانی جلد ۳ ص 186 پر تحریر ہے کہ ہر زبان اور ہر معاشرے میں گھر والی بیوی ہی ہوتی ہے۔

جواب

اکثر کتب میں اہل بیت کی تین قسمیں کی گئی ہیں اہل بیت سکنی جو گھر میں رہتے ہیں تو اس لحاظ سے بلی بھی اہل بیت ہے "بقول علماء اہل سنت" اہل بیت نسبی اس میں ازواج مراد نہیں تیسرے اہل بیت شرفی اس میں بھی اہل بیت شامل ہیں ان سب کے لئے لفظ اہل بیت استعمال ہوتا ہے لیکن تعیین قرائن کے مطابق ہوتی ہے اس آیت میں وہ اہل بیت مراد ہیں جو معصوم ہیں سکونت کافی نہیں ہے اور خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خمسہ مطہرین کو خاص کر دیا اور کسی زوجہ اور کسی رشتے دار کو شامل نہیں کیا۔

واضح رہے کہ اس آیت میں اہل بیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر نہیں بلکہ اہل بیت نبوت کا ذکر ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ دار تو ابو لہب بھی ہیں لیکن وہ نبوت کے رشتہ دار نہیں۔

اہل خانہ پر اطلاق۔ اعتراض

محدث اعظم جناب شاہ عبدالحق دہلوی اس اعتراض کا مدارج النبوت میں یوں جواب تحریر فرماتے ہیں۔

کہ اہل بیت کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ بعض فرماتے ہیں کہ اہل بیت وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے اور وہ آل علی، آل جعفر، آل عقیل اور آل عباس ہیں۔

بعض فرماتے ہیں کہ اہل بیت اولاد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو حضرت فاطمہ و حضرت علی کی اولاد ہے (معلوم ہوا کہ حضرت عثمان کی بیویاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صلبی بیٹیاں نہیں تھیں ورنہ وہ بھی اہل بیت میں شامل ہوتیں)

واضح ہو کہ بیت کا اطلاق تین طبقات پر ہوتا ہے بیت نسب، بیت سکنی و بیت ولادت۔

حضرت عبدالمطلب کی اولاد اہل بیت نسب میں داخل ہے اور ازواج اہل بیت بیت سکنی میں داخل ہیں اور بیت ولادت میں حضرت علی کی اولاد داخل ہے۔ اگرچہ حضرت علی کی اولاد اولاد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں ہے لیکن حضرت فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسط سے حضرت علی کی وہ اولاد جو بطن حضرت فاطمہ سے ہے وہ اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ ازواج محض اہل بیت سکنی ہیں اور فضل کی زیادتی کی جہت سے جناب سیدہ و حضرات حسنین اور جناب امیر المومنین مخصوص اہل بیت ہیں چونکہ وہ آیت فضیلت اہل بیت میں ہے جو چاہئے کہ انہیں حضرات سے مخصوص ہو۔

یہ تسلیم کرتے ہیں کہ لفظ اہل بیت سکونت کے لحاظ سے ازواج و غیرھن کو شامل ہے۔ مگر جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت میں اہل بیت کو خاص فرما دیا کہ یہی اہل بیت ہیں تو پھر نواصب دشمنی عترت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کیوں ناحق زور لگا رہے ہو۔

توجہ فرمائیے کہ قربیٰ کا لفظ آیت مودت القربیٰ میں عام ہے اور حضرت کے سب قریبیوں کو شامل ہے لیکن جب آنحضرت نے جناب امیر علیہ السلام، جناب سیدہ اور حضرات حسنین کو خاص فرما دیا تو سب قریبی ان کے سوا خارج ہو گئے یہی حال اہل بیت کا ہے۔

علماء اہل سنت درسی کتاب سے بھی واقف نہیں حالانکہ ان کی درسی کتاب حدایہ اخیرین جلد 4 ص 679 کتاب الوصایہ میں صاف تحریر ہے۔

اگر کسی نے کسی کے اہل بیت کے لئے وصیت کی تو اس کے اہل بیت میں اس کا باپ اور دادا بطریق اولیٰ داخل ہوں گے کیونکہ گھر کی اصل باپ ہوتا ہے اور اگر کسی اہل نسب یا اس کی

آل جنس کے لئے وصیت کی تو نسب سے مراد وہ لوگ ہوں گے جو اس کی طرف منسوب ہیں۔ اور نسب آباء و اجداد کی طرف سے ہوتا ہے اور جنس سے مراد باپ کے اہل بیت ہوں گے نہ کہ ماں' کیونکہ انسان اپنے باپ کی جنس سے ہوتا ہے بخلاف قرابت داری مادری کے۔

معلوم ہوتا ہے کہ علماء اہل سنت کو اہل الرجل اور اہل البیت اور آل فلاں میں فرق معلوم نہیں۔

اھل الرجل زوجتہ امام ابو حنیفہ کا عقیدہ ضرور ہے مگر قاضی ابو یوسف اور امام محمد ان کے شاگرد ہیں' اس کے بھی خلاف ہیں۔

حدایہ آخرین ص 679 پر تحریر ہے۔

ولوا وصی لال فلان فھولا ھل بیتہ لان الال القبیلۃ التی نسب الیھا

کہ آل فلاں سے مراد اس کے اہل بیت ہوتے ہیں کیونکہ آل اصل میں قبیلہ ہے جس کی طرف مرد منسوب ہوتا ہے۔

اہل الرجل کی تحقیق آئندہ آ رہی ہے بہر حال ان عبارات سے واضح ہوا کہ زوجہ اولاً اور بالذات گھر والی نہیں ہوتی بلکہ مرد ہوتا ہے۔ عورت گھر میں آ بھی سکتی ہے اور خارج بھی ہو سکتی ہے۔

اعتراض

حضرت فاطمہ کا لحاظ کرتے ہوئے صیغہ تانیث کے کیوں نہیں۔

جواب

اس لئے کہ پنجتن میں چار مرد اور ایک عورت شامل تھی اور اصول ہے کہ جب مرد زیادہ ہوں تو صیغہ مذکر کا استعمال ہوتا ہے۔

اعتراض

حضرت سلمان فارسی کو اہل بیت میں کیوں شامل کیا گیا۔

جواب

آپ کو تو دکھ ہے کہ یہ فضیلت اصحاب ثلاثہ کو نہ ملی بلکہ کسی بھی اور صحابی کو نہ ملی جو سلمان فارسی کو خدمت اہل بیت میں ملی اسی سے خدمت اہل بیت کا اندازہ فرمالیں۔
لیکن یہ اہل بیت شرفی کا مقام ہے جو کہ انتہائی وفاداری کے بعد غیر کو اپنا بنا کر دیا جاتا ہے۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت سلمان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے اور غلام بھی اہل بیت سکنی سے شمار ہو سکتے ہیں اور ویسے عربی کا مقولہ بھی ہے کہ مولی القوم منہم کہ قوم کا غلام قوم سے ہوتا ہے۔

(فتوحات مکیہ جلد 1 ص 197)
امام جعفر صادق نے اس حدیث کی وضاحت یوں کی کہ شیعہ کی طینت ہماری طینت سے بچی ہوتی ہے لہذا چونکہ سلمان ہماری بچی ہوئی طینت سے ہیں لہذا ہم سے ہیں۔
رمتِی تابعدار کے لئے بھی آتا ہے۔ ظاہر ہے کہ سلمان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تابعدار تھے۔

اعتراض

ہو سکتا ہے کہ آیت میں جمع کے صیغے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کے لئے ہوں۔

جواب

یہ غلط ہے کیونکہ تعظیمی جمع کے اطلاق کی احتیاج اس وقت ہوتی ہے جب کوئی اور نہ ہو لیکن یہاں اللہ کے فضل سے اہل سنت کے قول کے مطابق نو یا گیارہ ازواج موجود تھیں۔ لہذا کسی بھی لغت کے نزدیک یہاں صرف ایک عظیم شخصیت کی وجہ سے جمع مذکر کے صیغے نہیں آ سکتے۔ اگر شیعہ تفسیر مراد لی جائے تو وہ بھی پانچ افراد پر مشتمل ہے جن میں سے ہر فرد اپنی مثال آپ ہے لہذا جمع کے صیغے سب حضرات کی وجہ سے ہیں شرعی تعظیم اور ہے اور کلام عرب کا قانون اور ہے۔

اعتراض

جب آیت میں طہارت کا ذکر تھا تو پھر روایت میں طہرھم کیوں فرمایا۔

جواب

یہ آیت کی تفسیر کے لئے فرمایا تاکہ روایت سے بھی طہارت معلوم ہو جائے اور اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یہ لفظ نہ فرماتے تو شاید لوگ کہتے کہ روایت کسی اور مقام پر کہی گئی ہے۔

اعتراض

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے چادر سے تخصیص فرما دی تو پھر ھٰؤلاء کیوں فرمایا۔

جواب

اس لئے کہ قولی و فعلی دونوں طرف سے تخصیص ہو جائے تاکہ کسی طرف سے کوئی کمی نہ رہ جائے لیکن یہ لوگ اتنی تخصیص کے باوجود اعتراض و شک کر بیٹھے۔

اعتراض

اگر طہارت انہی کے لئے مخصوص تھی تو باقی آئمہ کیسے معصوم ہو گئے۔

جواب

حضرت امام جعفر صادق کی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت میں باقی آئمہ بھی شامل ہیں۔

باقی آئمہ حضرت علی علیہ السلام کے تابع ہیں تو جب حضرت علی علیہ السلام اس آیت میں شامل ہو گئے تو ان کی اولاد کے تمام آئمہ شامل ہو گئے۔ ویسے بھی حضرت علی علیہ السلام کی بعض خصوصیات کے علاوہ تمام فضائل و خصائص میں باقی آئمہ اہل بیت علیھم السلام آپ کے شریک ہیں۔

اعتراض

قرآن میں طہارت کا بھی ذکر ہے تزکیہ کا بھی بتائیے یہ دونوں لفظ الگ الگ طبقے کے لئے ہیں۔ یا ایک ہی طبقے کے لئے اور یہ بھی بتائیے کہ اگر طہارت والے معصوم ہیں تو تزکیہ نفس والے اہل بیت کیوں نہیں۔

جواب

بجا طور پر قرآن میں طہارت کا ذکر بھی ہے اور تزکیہ کا بھی لیکن طہارت خاص اور تزکیہ عام ہوتا ہے مثلاً" جو لوگ طاہر ہیں ان پر تو تزکیہ کا لفظ اطلاق کر سکتا ہے اور جن کے لئے تزکیے کا لفظ اطلاق ہو سکتا ہے وہ سارے کے سارے طاہر نہیں۔

تزکیہ نفس والے غیر معصوم بھی ہو سکتے ہیں لیکن طہارت والے صرف معصوم ہو سکتے ہیں۔

تزکیہ نفس کی معراج یہ ہے کہ وہ غیر ہو کر بھی شرعی اہل بیت بن سکتے ہیں جیسے حضرت سلمان فارسی نہ زبان اپنی نہ خاندان اپنا۔ بس اپنا ہو گیا لہٰذا اہل بیت بن گیا۔

اعتراض

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بیوی کو **فقال لا ھلہ امکثوا** میں اہل کیوں کہا اور جمع کے صیغے کیوں استعمال کئے۔

جواب

اس آیت میں صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیوی کا ذکر ہی نہیں بلکہ ان کے ساتھ ان کے بیٹے اور غلام کا بھی ہے اور وہ مرد تھے اور تعداد میں زیادہ تھے اور یہ جملے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس وقت کہے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی بیوی کو سسرال کے گھر سے لا رہے تھے اور راستے میں بارش اور آگ دیکھی تو یہ فرمایا۔

اعتراض

یہ چادر جو پنجتن پر چند لمحوں کے لئے آئی کیا ازواج ساری زندگی اس میں نہیں بیٹھی رہیں اگر ایسا ہے تو فیصلہ فرمایئے کہ پنجتن تو معصوم ہو گئے بتایئے ازواج کیوں نہیں۔

جواب

پہلے تو آپ خود ازواج کے معصوم ہونے کا دعویٰ فرمائیں تو کچھ ہم بھی غور کریں لیکن آپ تو سرے ہی سے اس دعوے سے دستبردار ہیں تو ہمارا کیا قصور ہے۔

کبھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب ازواج کو اکٹھا کر کے **اللھم ھئولاء اھل بیتی** فرما کر یہ دعا کی اے اللہ تو ان کو پاک کر دے۔

عصمت صرف چادر ہی میں تو نہیں تھی بلکہ آیت اور روایت دونوں نے عصمت آل محمد علیھم السلام کو چار چاند لگا دیئے۔

یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ چادر عام نہ ہو بلکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاص عبادت کے ٹائم پہن لیتے ہوں ورنہ اس کا تذکرہ اس خصوصیت سے نہ کرتے ورنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر لباس کا تذکرہ بالتفصیل آنا چاہیئے۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبادت کے وقت مخصوص لباس پہنتے ہوں اور اس مخصوص لباس میں یہ مخصوص چادر بھی ہو جس کے سائے سے ازاج محروم ہوں۔ اگر ازواج اس کے سائے میں آ بھی چکی ہوں تو تطہیر کا ماحول ہر روز تو نہیں بنتا اس لئے تو ازواج داخلے کا پروانہ مانگ رہی ہیں۔

اعتراض

تفسیر مظہری جلد 7 ص 373 تفسیر روح المعانی جلد 22 ص 17 تفسیر بیان القرآن ص 49 پر تحریر ہے کہ لفظ طہارت سے عصمت اھل بیت ثابت ہے تو بتایئے یہ لفظ تو صحابہ کرام کے لئے بھی استعمال ہوئے ہیں جیسے **ولکن یرید ولیتم نعمتہ علیکم** کی آیت میں ہے۔

جواب

اس آیت میں اصحاب کا ذکر یا ان کی تخصیص نہیں بلکہ اس آیت کا اطلاق قیام تک کے

لئے ہے اور اس میں تیمم کا ذکر ہے اور اس میں ظاہری طہارت کا ذکر ہے باطنی کا نہیں تو بتایئے قیامت تک جو جو تیمم کرے گا معصوم ہو جائے گا حالانکہ آپ کے نزدیک تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے علاوہ کوئی بھی معصوم نہیں تو جب آپ کے نزدیک اصحاب معصوم ہی نہیں تو یہ بحث کیوں؟

شرک نجاست ہے لہٰذا جو اصحاب زمانہ اسلام سے پہلے مشرک تھے وہ معصوم اور آیت تطہیر کے مصداق نہیں۔

اس آیت میں طہارت بدن کا ذکر ہے جب صحابہ کرام تیمم فرما لیتے تھے تو وہ تمام امور بجا لانے کے اہل ہو جاتے تھے جن کے لئے طہارت شرط ہے لیکن اس آیت سے آج تک کسی سنی مفسر نے یہ استدلال نہیں کیا کہ تیمم فرما لینے سے صحابہ کرام کے گناہ بھی دھل جاتے تھے اور وہ اس طہارت سے معصوم ہو گئے تھے۔

اعتراض

بعض شیعہ کتب میں ہے کہ ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنے گھر کے دروازے پر پہنچے تو خدیجہ کی نوکرانیاں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بشارت لے کر آئیں حضرت خدیجہ پا برہنہ چوبارے سے صحن کی طرف دوڑیں جب دروازہ کھولا تو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا السلام علیکم یا اھل البیت۔

جواب

پہلے یہ بتایا جائے کہ روایت کس کتاب کی ہے؟

اس میں اگر حضرت خدیجہ کو اہل بیت کہا گیا تو اھل بیت سکنی ہے اور اھل بیت سکنی ہونا کوئی فضیلت نہیں کیونکہ یہ لفظ تو گھر میں رہنے والے تمام افراد پر آ سکتا ہے جیسا کہ عبداللہ بن ابی قتادہؓ نے بلی کو بھی اہل بیت کہا ہے۔ مسند احمد بن محمد بن حنبل جلد 5 ص 209 کتاب الاثار۔

حضرت خدیجہ کا آیت تطہیر سے کوئی تعلق نہیں یہ ٹھیک ہے کہ آپ با عظمت زوجہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں لیکن آپ بھی عصمت سے محروم ہیں۔

اعتراض

کیا السلمان منا اهل البیت کے لحاظ سے حضرت سلمان فارسی معصوم نہ تھے۔

جواب

اگرچہ ابن عربی نے فتوحات مکیہ میں آیت تطہیر کی اس تفسیر میں حضرت سلمان کو معصوم کہا ہے لیکن ایسا نہیں ہے۔

علاوہ ازیں حضرت سلمان کو یہ سب فضائل اس وقت ملے جب آپ اسلام لا کر آل محمد کے غلام بنے۔ پہلے تو آپ غیر مسلم تھے تو کیا کچھ گناہ نہ کئے ہوں گے تو ایسی صورت میں تو آپ معصوم نہیں ہو سکتے ہاں محفوظ وغیرہ کہو تو کہہ سکتے ہو لیکن اتنی بات آپ کو ماننا پڑے گی کہ یہ سب کچھ کیوں ہوا کیونکہ حضرت سلمان اہل بیت کی طرف منسوب ہوئے تو اگر منسوب ہونے والا معصوم ہو سکتا ہے تو خود اہل بیت معصوم کیوں نہیں ہو سکتے بہر حال نص سے صرف چہاردہ ہی معصوم ہیں۔

اعتراض

آپ لوگ جو پنجتن پاک کو پنجتن پاک کہتے ہیں تو کیا اس پر کوئی نص بھی ہے۔

جواب

لفظ "پنجتن پاک فارسی اور اردو ہے لہذا اس کے سلسلے میں عربی زبان میں پانچ کے لئے خمسہ اور پاک کے طاہرین آتا ہے اور روایات سے ثابت کر دیا گیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں خمسہ سے تعداد کا اور طہارت سے پاکیزگی کا اشارہ کر دیا ہے۔

اعتراض

اگر آیت میں رجس سے مراد اذھاب الذنوب لیں تو حضرت عائشہ سے جنگ جمل کا مواخذہ نہ لیا جائے گا۔

جواب

ازواج اس آیت میں داخل ہی نہیں ہیں تاکہ ان کی وجہ سے ہم معانی آیت کی تاویل کریں۔

جنگ جمل ہی عصمت ازواج کی نفی کے لئے کافی ہے چونکہ حضرت بی بی عائشہ جنگ جمل میں باطل پر تھیں اور جتنے ناحق مسلمان قتل ہوئے ان کی ذمے دار بھی آپ ہی ہیں لہٰذا مواخذہ ضرور ہوگا اور قرآن کے نزدیک دوگنا ہوگا۔

اعتراض

بعض حضرات کا خیال ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے **اللھم ھٰؤلاء اھل البیتی** پہلے کہا اور آیت بعد میں نازل ہوئی یعنی اس دعا کا اس آیت سے کوئی تعلق نہیں۔

جواب

تمام مصنفین نے تسلیم کیا ہے پہلے آیت نازل ہوئی پھر خمسہ مطہرین کو چادر میں نچاور کیا اور یہ لفظ فرمائے **الھم ھٰؤلاء اھل بیتی**

اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ چادر پہلے نچھاور فرمائی آیت بعد میں تو پھر بھی ہمارا مدعا ثابت ہے کیونکہ اس صورت میں خدا نے اس آیت کے ذریعے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل کی تصدیق فرمادی۔

اعتراض

یہ آیت تمہارے قول کے مطابق مباہلے کے وقت نازل ہوئی تو کیا اس سے پہلے اہل بیت معصوم نہ تھے۔

جواب

جس طرح یہ اعتراض اہل بیت پر ہو سکتا ہے اس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی ہو سکتا ہے تو جن دلائل سے پہلے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معصوم تھے انہی دلائل سے پہلے اہل بیت معصوم تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو معصوم ہی تھے اور حسنین ابھی بچے تھے اور باقی رہے علی و حضرت فاطمہ الزہرا تو پہلے ان کے گناہ دکھائے جائیں اگر نہیں تو ہم ان کی عصمت دکھا دیتے ہیں۔

ٹھیک ہے کہ یہ آیت مباہلہ کے وقت نازل ہوئی لیکن آیت میں یذھب کا صیغہ کلام نے مضارع کو مصدری معنی میں تبدیل کر دیا ہے اور مصدر مین ماضی، حال اور مستقبل کا ذکر ہوتا ہے لہٰذا ہو سکتا ہے کہ اس آیت میں ماضی کی طہارت و عصمت کی بھی ضمانت دی گئی ہو۔

خدا نے فرمایا **طھرا بیتی للعاکفین** تو کیا پہلے کعبہ نجس تھا تو معلوم ہوا کہ بسا اوقات طہارت اولیٰ مراد ہوتی ہے۔

اس آیت میں بقاء طہارت کا تذکرہ ہے نہ کہ ایجاد طہارت کا اور ترجمہ بھی آیت کا یوں ہوگا کہ اس بیت کو خدا نے نجاست سے محفوظ رکھا۔

یرید کا صیغہ بتاتا ہے کہ یہ طہارت بقائی ہے نہ کہ ایجادی کیونکہ مرید ہونا خدا کی صفت ذاتی ہے لہٰذا جب سے یہ حضرت خلق ہوئے یہ طہارت ان میں تھی۔ یہ اعلان تو صرف ہماری خبر کے لئے تھا۔

اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہدایت پر تھے تو پھر ہر نماز میں کیوں کہتے تھے کہ **اھدنا الصراط المستقیم** (سنی ترجمہ کے مطابق) اے اللہ ہمیں سیدھی راہ دکھا۔ کیا پہلے حضور گمراہ تھے؟

یا تو آپ پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نعوذ باللہ گمراہ تسلیم کریں یا ترجمہ یوں کریں گے کہ ہمیں سیدھے راستے پر قائم رکھ لہٰذا آیت تطہیر میں بھی رکھنے کا ترجمہ آئے گا، کرے گا نہیں۔

بسا اوقات چیز کا وجود نہیں ہوتا لیکن تخیل ذہنی کی وجہ سے نفی کر دی جاتی ہے جیسے **اذھب اللہ عنک کل مرض** حالانکہ مرض نہیں ہوتا لیکن اس کے ذریعے ذہنی خیال کو دفع کر دیا جاتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی **وَاجعَلنَا مُسلِمَینِ لَکَ وَ مِن ذُرِّیَّتِنَا اُمَّۃً مُسلِمَۃً لَکَ** اے اللہ ہم دونوں کو اپنا تابعدار بنا اور ہماری اولاد سے مسلمان گروہ پیدا کر۔

کیا حضرت ابرہیم و حضرت اسماعیل علیہما السلام دونوں اولوالعزم پیغمبر حالت دعا میں

مسلمان تھے یا نہیں۔ ضرور وہ مسلمان تھے تو دعا کا مطلب یہ ہے کہ اے رب ہم دونوں کو ہماری ذریت کو مطابق تکوین اسلام اعمال اسلام ہم سے صادر فرما۔

ہر ایک مسلمان نماز پنجگانہ میں پڑھتا ہے اھدنا الصراط المستقیم کیا اب تک ان کو صراط مستقیم نہیں ملا۔ نہیں بلکہ صراط مستقیم پر ثابت قدم رکھ۔ اسی طرح آیت تطہیر میں یہ مطلب ہے کہ مطابق تکوین عصمت و طہارت کاملہ کے ان اطہار سے افعال طاہرہ ظاہر ہوتے رہیں اور افعال ذمیمہ کو ان سے دور رکھ اور اس طہارت پر ان کو محکم و ثابت رکھ پیدائش و خلق ہی سے اہل بیت رسالت طاہر و مطہر و معصوم ہیں۔

اعتراض

اگر آیت تطہیر میں اذھاب رجس کے لفظ ہونے سے اھل بیت معصوم ہیں تو ولیذھب عنکم رجز الشیطان اہل بدر کیوں معصوم نہیں؟

جواب

اھل بدر نے اس آیت سے اپنی عصمت کا دعوی نہیں کیا۔

تمھارے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے علاوہ کوئی بھی معصوم نہیں چاہے اھل بدر ہو یا اھل خیبر۔

آیت کو دیکھیے اس میں تذکرہ و ینزل علیکم من السماء ماء یطھر کم ویذھب عنکم رجز الشیطان معلوم ہوا اس میں طہارت بالماء کا تذکرہ ہے۔

تفاسیر اھل سنت میں ہے کہ بعض اھل بدر محتلم ہو گئے اور غسل جنابت کے لیے پانی نہ تھا چنانچہ خدا نے بارش کر کے ان کو نہلا دیا۔ ملاحظہ فرمائیے بیضاوی جلد ا ص ۴۶۷، کشاف جلد ص ۲۹۸

کہیئے حضرات یہاں تو ظاہری نجاست کا ذکر ہے لیکن اھل بیت کے لیے باطنی طہارت کا ذکر ہے اور گناہوں سے طہارت کا بیان ہے۔ لیکن اھل بدر تو جنابت سے پاک ہونے کے لیے غسل کے محتاج تھے لیکن اھل بیت حالت جنب میں بھی مسجد میں بیٹھ سکتے ہیں۔

اعتراض

اِذ قَالَ لِاَھلِہٖ امکُثُو جبکہ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے اہل کے لیے یعنی بیوی کے لیے۔ اس آیت میں زوجہ حضرت موسیٰ کو اہل خانہ کہا گیا ہے۔

جواب

اہل سے مراد صرف بیوی لینے والوں کی سب سے بڑی دلیل یہ آیت ہے کہ یہاں بیوی کے ساتھ احتمال غیر نہیں۔ حالانکہ یہاں بھی صرف بیوی نہ تھی جیسا کہ اہل سنت کی مشہور تفسیر جلالین حاشیہ تفسیر صاوی جلد ۳ ص ۴۲ پر تحریر ہے۔

یہاں پر صیغہ جمع مذکر یا تو تعظیم زوجہ موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہے یا ان لوگوں کی رعایت کے واسطے ہے جو ہمراہ تھے خادم اور اولاد

علماء اہل سنت کو لفظ اہل سے صرف بیوی مراد لینے کیلئے یہ آیت تو نظر آگئی مگر اس سورہ طٰہٰ میں **وَاجعَل لِّی وَزِیراً مِّن اَھلِی ھَارُونَ اَخِی** پ۱۶ نظر نہ آئی جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بھائی حضرت ہارون علیہ السلام داخل اہل بنتا تھا۔

علماء اہل سنت جواب دیں کہ جب آپ لفظ اہل کو صرف زوجہ کے لیے صرف کرنا چاہتے ہیں اور آپ کے امام اعظم اھل الرجل زوجتہ کے قائل تھے تو فرمایئے کہ ان آیات کا کیا جواب ہے۔

نمبر ۱۔ **رَبِّ اِنَّ ابنِی مِن اَھلِی**

نمبر ۲۔ **یَا نُوحُ اِنَّہٗ لَیسَ مِن اَھلِک**

نمبر ۳۔ **وَاٰتَینَاہُ اَھلَہٗ وَمِثلَھُم**

نمبر ۴۔ **فَابعَثُوا حکمًا مِن اَھلِہٖ وَحُکمًا مِن اَھلِہٖ**

نمبر ۵۔ **فَاَنجَینَاہُ وَاَھلَہٗ**

نمبر ۶۔ **ودیتہ مسلمتہ الی اھلہ**

لیجئے یہ آیات مطلق اہل کو بھی خاندان اور کنبہ کے معنی میں بتلا رہی ہیں۔ لہٰذا بلا قرینہ مطلق لفظ اہل کو زوجہ کے لیے لینا معنی ندارد اگر کسی قرینہ سے آجائے تو ہمیں انکار نہیں مگر

آیت تطہیر میں لفظ اہل بیت کے اندر جن کو علماء اہل سنت داخل کرنا چاہتے ہیں وہ نہ تو از روئے معانی نہ ازروئے حدیث اور نہ ہی ازروئے تفسیر داخل ہیں۔

ہم بارہا کہہ چکے ہیں کہ ازواج اگر اہل بیت میں ہیں تو از روئے سکونت کے نہ کہ طہارت و عصمت کے جبکہ حضرت علی حضرت فاطمہ اور حسنین علیہم السلام ازروئے عصمت و طہارت اہل بیت نبوت میں شامل ہیں

اعتراض

علامہ آلوسی روح المعانی جلد ۲۲ ص ۱۷ اور پیر کرم شاہ تفسیر ضیاء القرآن جلد ۴ ص ۵۲ پر اعتراض فرماتے ہیں

اس آیت میں مضارع معلوم کے صیغے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نزول آیت کے وقت ان ہستیوں میں رجس موجود تھا۔

جواب

مسلمان زبان سے تو کہتے ہیں کہ بھلا پنجتن کا منکر کون ہے لیکن جب بھی کوئی آیت یا حدیث ان کی فضیلت کے لیے کہی جائے تو آیت کی تاویل اور حدیث کا انکار کر دیں گے۔

اب آیت تطہیر کے بارے میں بھی ان کی یہی کوشش ہے کہ کسی طریقہ سے حضرت علی حضرت فاطمہ اور جناب حسنین شریفین اس میں نہ آسکیں۔ اگر وہ آبھی جائیں تو ان کی منزلت کم کی جائے۔ مذکورہ بالا اعتراض اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ حالانکہ ان سے دریافت کیا جائے کہ چارتن کے بارے میں تو آپ کو اختلاف ہے حضور اکرمؐ کے بارے میں تو آپ کو اتفاق ہے تو کیا نزول آیت کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صاحب رجس تھے یا نہیں۔ اگر تھے تو معصوم کیسے۔ اگر نہیں تو جیسے وہ نہیں ایسے یہ چار ہستیاں بھی نہیں تھیں۔

آیت تطہیر میں لِیُذھِبَ پر لام ہے جس کے بعد لفظ اَن مخفی ہے جو کہ ب کو مفتوح کر رہا ہے۔ اس کا معنوی اثر یہ ہے کہ یذھب مضارع نہ رہا مصدر کا معنی بھی تبدیل ہوگیا اور مصدر میں ماضی، حال اور مستقبل تینوں زمانے ہوتے ہیں۔

خدا نے **طَهِّرَا بَيْتِیَ لِلْعَاكِفِين** میں اپنے گھر کو پاک کرنے کا حکم فرمایا ہے تو کیا پہلے خدا کا گھر ناپاک تھا کہ اب پاک کیا جارہا ہے اس سے ثابت ہوا کہ کبھی کبھی طہارت اولی بھی مراد ہوتی ہے۔

ہم لوگ ملاقات کرنے والے کو اکثر کہتے ہیں۔ **یحفظکم اللہ یاسلمکم اللہ** کہ خدا تمہیں محفوظ رکھے یا سلامت رکھے۔ تو کیا پہلے مخاطب صاحب سلامتی و حفاظت نہیں ہوتا؟ اس دعا کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ خدا تمہیں آئندہ بھی سلامت رکھے۔ آیہ تطہیر میں بھی یہی کہا جارہا ہے۔

اکثر لوگ ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ **انہب اللہ عنک کل مرض** اور ہم اکثر دعاؤں میں کہتے ہیں کہ خدا ہمیں شفا عطا فرمائے حالانکہ بیشتر لوگوں کو مرض نہیں ہوتا۔ یعنی جس طرح ہم خیالی مرض کا خیال کرتے ہیں اسی طرح سے ذہاب رجس متخیل کا صحیح ہے۔

پھر اس آیت میں ارادہ سے مراد ارادہ مجردہ نہیں بلکہ وہ ارادہ ہے جس کے فوراً بعد تطہیر کا تحقیق اور ثبوت موجود ہو جائے چنانچہ ارشاد و خالق ہے **اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِنَا اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْن** کہ عالم امر میں وہ جب کوئی ارادہ کرتا ہے تو وہ چیز فوراً ثابت ہوجاتی ہے۔ ورنہ ارادہ عام اور مجردہ ہر شخص کے لیے ہے کہ وہ پاک ہو جائے۔ یہ وہ ارادہ ہے کہ جس کے ساتھ بلافصل وانفصال صرف ارادہ ازلی ہے۔ یہ ہستیاں رجس سے دور اور تطہیر کا تاج کرامت ہمیشہ ان کے سر پر ہے۔

قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ و مریم کی طہارت کا ذکر ہے تو کیا وہ پہلے ناپاک تھے۔

قرآن مجید میں لیخرج کے لفظ نہیں بلکہ لیذھب کے ہیں اگر نجاست ہوتی تو اخراج کے لفظ آتے۔

قرآن میں "تطہیراً باب "تفعیل سے ہے اور کبھی کبھی فعل کی نسبت کے لیے استعمال ہوتا ہے جیسے کَبِّرْہُ تَکْبِیراً یعنی اللہ کی بڑائی کا اعلان کرو۔ یہاں اعلان مراد ہے نہ کہ اللہ کو بڑا بنانا ہے اسی طرح اس آیت سے پہلے خمسہ مطہرین پاک تھے اس آیت میں صرف اعلان کیا گیا ہے۔

اعتراض

بھلا اس آیت سے افضلیت علی کیسے ثابت ہوگئی؟

جواب

اس آیت سے ثابت ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام معصوم ہیں اور معصوم غیر معصوم سے افضل ہوتا ہے لہذا حضرت علی علیہ السلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد تمام مخلوق سے افضل ہیں۔

اعتراض

حضرت علی علیہ السلام نے اعلان فرمایا کہ **فانی لست فی نفسی بفرق من ان اخطی ولا امن من نلک من فعلی الا ان یکفی اللہ من نفسی ماھوا ملک**۔ کیونکہ میں بذات خود خطا کرنے سے برتر نہیں ہوں اور نہ اپنے فعل میں خطا سے محفوظ ہوں۔ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ میری ذات کے لیے ایسا کام بنا دے جس سے وہ میری نسبت زیادہ مالک ہے۔

نہج البلاغہ کی اس عبارت اور حضرت علی علیہ السلام کے اس اقرار سے واضح ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام اپنے آپ کو خطاکار سمجھتے تھے۔

جواب

بھائی خطا کی طاقت ہونا اور بات ہے اور خطا نہ کرنا اور بات ہے بحیثیت انسان وہ خطا کرنے کی قدرت رکھتے تھے بحیثیت امام وہ خطا نہیں کرتے تھے جیسے کہ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر انبیاء کرام نے ایسا اقرار کیا ہے جنہیں متفقہ طور پر امت مسلمہ معصوم مانتی ہے۔ بالخصوص حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا **وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ** پارہ۔ ۱۳ رکوع ا یعنی میں اپنے نفس کو برائیوں سے پاک نہیں کہتا بے شک نفس تو برے کاموں کے لیے ابھارتا ہے مگر جب میرا مالک رحم کرے۔

اگر آپ اس مقام پر یہ فرمائیں گے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے تو **اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ** سے استثنا فرما دیا تو حضرت علی علیہ السلام نے بھی **اِلَّا اَنۡ یَّکۡفِیَ اللّٰہُ** فرما کر اپنے

آپ کو استثنا فرما دیا۔

اعتراض

علماء شیعہ اگر سچے ہیں تو ایسی روایت دکھائیں جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس آیت کو صرف خمسہ مطہرین علیہم السلام سے مخصوص کیا ہو۔

جواب

گذشتہ صفحات میں ہم حضرت ام سلمہ کی روایت تحریر کرچکے ہیں کہ تحقیق نبی کریم میرے گھر میں تھے کہ حضرت فاطمہ تشریف لائیں آپ کے پاس ایک برتن تھا جس میں حلوہ تھا۔ حضور کے پیش کیا۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ اپنے شوہر اور اپنے بچوں کو بلاؤ۔ پس حضرت علی اور حسنین شریفین تشریف لائے۔ اس حلوے کو سب نے مل کر کھایا۔ اور حضور اپنی خواب گاہ میں تشریف فرما تھے۔ آپ کے نیچے ایک چادر خیبری تھی۔ جناب ام سلمہ فرماتی ہیں۔ کہ میں اس حجرے میں نماز پڑھ رہی تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی **انمایریداللہ** پس حضور اکرمؐ نے اس چادر کے ایک کونے سے پکڑ کر ان کو اس میں بٹھالیا۔ پھر اپنا ایک ہاتھ نکالا اور اسے آسمان کی طرف بلند کیا پھر کہا اے اللہ یہ ہیں میرے اہل بیت اور یہ ہیں میرے خاص۔
مسند احمد بن حنبل جلد۶ص ۲۹۲

اعتراض

آیت میں یُرِیدُ کا صیغہ ہے تو یہ کب ضروری ہے کہ ارادہ پورا ہوگیا ہو۔

جواب

(۱) جب ملاں وعدہ کرے تو واقعی یہ ہوسکتا ہے کہ وعدہ پورا نہ ہو۔ لیکن جب خدا وعدہ کرے تو پورا ہونا یقینی ہے۔ اللہ کا ارادہ واجب الوقوع ہے۔

(۲) یہ آیت مدح میں اہل بیت کے لیے ہے اگر ارادہ ہی پورا نہ ہوا تو مدح کیسی۔

(۳) خدا نے کلمہ حصر سے ایک جملے کا آغاز کیا اور حضور اکرمؐ نے چادر بچھا کر دعا کی۔ اگر ارادہ پورا نہ ہو تو دونوں ہستیوں کا یہ اہتمام رائیگاں جائے گا۔

اعتراض

کتب میں یہ روایت بھی آئی ہے کہ حضرت ام سلمہ سے مروی ہے کہ ان معظمہ نے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے عرض کیا کہ میں آپ کے اہل بیت سے نہیں ہوں؟ تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ہاں انشاء اللہ یہ روایت آپ کی پیش کردہ روایت سے متصادم ہوئی۔

جواب

نمبرا تو یہ فرمائیے کہ جس طرح ہم نے آپ کی کتب کے حوالہ جات تحریر کیے ہیں۔ اگر آپ میں اخلاقی جرات ہے تو کسی معتبر کتب میں ثقہ راویوں سے یہ روایت ثابت فرمائیے۔
نمبر۲ حضور اکرمؐ نے آپکی مفروضہ روایت کے مطابق فرمایا ہاں انشاء اللہ تو اس روایت کے مطابق جناب حضرت ام سلمہ کا اہل بیت سے ہونا اس روایت میں خداوند عالم کی مشیت پر موقوف ہے پس جناب ام سلمہ اہل بیت میں قطعاً داخل نہ ہوگی باوصف اس کے کہ اگر ام سلمہ اہل بیت سے ہوتیں تو وہ معظمہ جناب رسول اکرمؐ سے ایسا سوال نہ کرتیں کیونکہ حضرت ام سلمہ اہل زبان سے ہیں۔ ان سے یہ امر مخفی نہیں رہ سکتا۔ اور اگر معارضہ اس حدیث کا احادیث مذکورہ سے فرض کیا جائے تو ترجیح انہیں احادیث کو ہوگی اور یہ امر ظاہر ہے۔

اعتراض

کیا حضرت ابوبکر اہل بیت میں سے نہیں؟

جواب

نمبرا اہل بیت نبوت کیلئے عصمت شرط ہے لیکن حضرت ابوبکر معصوم نہیں تھے۔

نمبر۲ اہل بیت نبوت کیلئے صدقہ حرام ہے لیکن حضرت ابوبکر صدقہ کھاتے تھے۔
نمبر۳ رسول خداؐ نے ابوبکر کو اہل بیت نہیں فرمایا
نمبر۴ حضرت ابوبکر نے اپنے آپکو اہل بیت نہیں کہا۔
نمبر۵ کسی بھی مفسر نے اصحاب یا ابوبکر کو اہل بیت سے شمار نہیں کیا۔
نمبر۶ سورۂ برات کی تبلیغ والی روایت سے آپ کے اہل بیت نہ ہونے کی واضح دلیل ہے۔

حضرت ابوبکر اہل بیت نہیں

ارجح المطالب ص ۶۱۲ سطر۱۶۔ فتح الباری جلد۸ ص۲۵۶۔ تفسیر نیشاپوری جلد۱۰ ص۳۹ سطر۲۸۔ بحرالمحیط جلد۵ ص۶ سطر آخر۔ الجامع الصغیر جلد۲ ص۶۵ سطر۸۔ مفتاح کنوز السنہ جلد۲ ص۱۵ سطر۱۴۔ بخاری شریف جلد۴ ص۳۲۵ سطر۵۔ المرقات شرح مشکوٰۃ جلد۱۱ ص۳۴۲ سطر۲۲۔ جامع الاصول جلد۹ ص۴۷۵ حدیث ۶۹۶۔ تیسرا الوصول جلد۲ ص۱۵۲ سطر۳۔ مجمع الزوائد جلد۹ ص۱۹۹ سطر۱۷۔ الاستیعاب جلد۲ ص۲۷۰ سطر۱۸۔ الریاض النضرہ جلد۲ ص۱۷۳ سطر۳۔ ذخائرالعقبیٰ ص۶۹ سطر۹۔ مطالب السئول ص۵۹ سطر آخر النشرالمؤبد ص۵۷ سطر آخر۔ الفصول المہمہ ص۲۲۔ خصائص نسائی ص۶۳ سطر۲۔ تفریح الاحباب ص۳۱۲ سطر۹۔ البدایہ والنہایہ جلد۷ ص۳۳۷ سطر آخر۔ انساب الاشراف جلد۱ ص۳۸۳ سطر۱۔ المختصر جلد۲ ص۵۵ سطر۱۳۔ شرح حدیدی جلد۴ ص۱۰۸ سطر۷۔ تذکرۃ الخواص ص۳۷ سطر۸۔ مودت القربیٰ ص۶۷ سطر۱۸۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر اہل بیت نہیں تو جب حضرت ابوبکر بیٹی دے کر بھی اہل بیت نہ بن سکے تو دوسرے اصحاب کیسے بنیں گے۔

بقیہ تفصیل مناقب حضرت علیؑ کی جلد ۱۴ میں آئے گی انشاء اللہ۔

اعتراض

نواسے آل نہیں ہوا کرتے۔

جواب

(۱) حسنین شریفین کو خدائے ذوالجلال نے آیہ مباہلہ فَقُل تَعَالَوا نَدعُ اَبنَاءَ نَا اَبنَاءَکُم میں ابناء رسول فرمایا ہے۔

(۲) حضور اکرمؐ نے خود فرمایا کہ ہر ایک بنی اب کی نسبت ایک عصبہ کی طرف جاتی ہے مگر فاطمہ کی اولاد کے لئے میں عصبہ اور ولی ہوں۔ وہ میری عترت ہیں اور میری طینت سے پیدا ہوئے ہیں۔

مجمع الزوائد جلد ۴ ص ۲۲۴ سطر ۱۸، البیان و التعریف جلد ۲ ص 5۱۴، رفع اللبس و الشبہات ص ۸۷، صواعق محرقہ ص ۱۵۶ سطر ۱۴، ص ۱۸۷ سطر ۲۶ ص ۲۳۶ سطر ۱۸، ذخائر العقبیٰ ص ۱۲۱، الفتح الکبیر جلد ۲ ص ۳۲۳، القول الفصل جلد ۲ ص ۱۸، کنز العمال جلد ۶ ص ۲۲۰ حدیث ۳۸۹۲، الروض الازہر ص ۱۰۳، احیاء المیت ص ۵۰ سطر آخر، مقتل خوارزمی ص ۸۸، الاشراف ص ۱۲، میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۱۸۰ سطر ۲۱، المستدرک جلد ۳ ص ۱۶۴ سطر ۴، تلخیص المستدرک جلد ۳ ص ۱۶۴ سطر ۱۹، رموز الاحادیث ص ۱۲۸، الفتاوی الحدیثیہ ص ۱۲۱، تاریخ حضرموت ص ۲۴۵، الشرف المؤبد ص ۴۸، اعلام النساء جلد ۳ ص ۱۲۱۷، السیر الکبیر جلد ۲ ص ۲۳۳، الجامع الصغیر جلد ۲ ص ۹۱ سطر ۲۵، اسعاف الراغبین ص ۱۰۴ سطر ۱۳۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ اے پروردگار گواہ رہنا کہ میں نے پہنچا دیا ہے کہ علی میرا بھائی، ابن عم، میرا داماد اور میرے بچوں کا باپ ہے۔ اے میرے پروردگار جو شخص اس کو دشمن رکھے اس کو اوندھا دوزخ میں گرا۔

حیات الصحابہ جلد ۳ ص ۱۳۳ سطر آخر، صواعق ص ۱۲۶ سطر ۱۶، مسند احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۲۰۴، الفتح الکبیر جلد ۱ ص ۲۵۱، منتخب کنز العمال جلد ۵ ص ۱۲۹، خصائص نسائی ص ۳۶، مناقب خوارزمی ص ۳۸۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے مجھ کو ڈھونڈا اور ایک دیوار کے نیچے سویا ہوا پایا۔ آپ نے پائے مبارک سے مجھے ہلا کر فرمایا اٹھ میں تجھ کو خوش کرتا ہوں کہ تو میرا بھائی اور میرے بچوں کا باپ ہے۔

ذخائر العقبیٰ ص ۶۶، رشفتہ الصادی ص ۳۹، منتخب کنز العمال جلد ۵ ص ۳۷، ارجح المطالب ص ۵۳۰ سطر ۲۲، کنز العمال جلد ۱۲ ص ۲۰۸، الروض الازہر ص ۱۰۰، وسیلتہ المال ص ۱۱۳، اسعاف الراغبین ص ۱۷۹، رفع اللبس و الشبہات ص ۸۷۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ خدائے ذوالجلال نے ہر ایک نبی کی ذریت کو خاص اسی کی صلب سے قرار دیا ہے اور میری ذریت کو علی کی صلب سے قرار دیا ہے۔

مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۷۲ سطر آخر' اتحاف محمد عربی ص ۱۵۵' صواعق محرقہ ص ۷۴ سطر آخر' کوکب دری ص ۱۶۵ سطر ۶' مودت القربیٰ ص ۱۵۹ سطر ۴' ینابیع المودت ا ص ۱۹۴ سطر ۸' ارجح المطالب ص ۳۳۰' تاریخ بغداد جلد ا ص ۳۱۶' مشارق الانوار ص ۱۲۰' الریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۶۸' لسان المیزان جلد ۳ ص ۲۴۹ سطر ۱۵' کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۲ حدیث ۲۵۱۰' شرح مواہب لدنیہ ص ۶ جلد ۲' میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۱۱۶ سطر ۴' مناقب خوارزمی ص ۲۲۹۔

حضرت عمر بن خطاب فرماتے ہیں کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ ہر ایک سبب اور نسب قیامت کے دن منقطع ہو جائے گا مگر میرا نسب اور سبب اور ہر ایک ماں کے بیٹوں کے لئے عصبہ باپ کی جانب جاتا ہے بجز اولاد فاطمہ کے کہ میں ان کا باپ اور عصبہ ہوں۔

الجامع الصغیر جلد ۲ ص ۹۴ سطر ۲' مفتاح کنوز السنہ جلد ۲ ص ۴۰ سطر آخر' المرقات جلد ۱۱ ص ۳۷۵ سطر ۲۸' المستدرک جلد ۳ ص ۱۵۸ سطر ۹' تلخیص سطر ۵' الفصول المہمہ ص ۱۱ سطر ۶' عقد الفرید جلد ۲ ص ۳۸ سطر ۲۴' شرح حدیدی جلد ۳ ص ۱۲۴ سطر ۱۱' صواعق محرقہ جلد ا ص ۱۵۷ ص ۱۸۸ سطر ۴' مناقب ابن مغازلی ص ۱۰۸ سطر ۶' ارجح المطالب ص ۳۰۳' طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۴۶۳' محاضرات الادباء جلد ۴ ص ۴۷۹' مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۷۳ سطر ۱۸' تمیز الطیب ص ۱۵۰' راموز الاحادیث ص ۳۴۰' الفتح الکبیر جلد ۲ ص ۳۲۴' احیاء المیت ص ۵۲ سطر ۵' الدرر المکنونہ ص ۶' نثر الدر المکنونہ ص ۱۳۰' تاریخ بغداد جلد ۶ ص ۱۸۲' سنن بیہقی جلد ۷ ص ۶۳' تذکرۃ الحفاظ جلد ۳ ص ۱۱۷' تفسیر فتح البیان جلد ۶ ص ۲۶۱' رفع اللبس و الشبہات ص ۸۱ القول الفصل ص ۱۹ مشکوات ص ۵۶۸ حاشیہ ۹۔

حضرت امام موسیٰ کاظم اور ہارون رشید کا مناظرہ

اتحاف شبراوی ص ۵۴' الاخبار الاول ص ۱۲۳' محاضرۃ الادباء جلد ۴ ص ۶۳۴' الکواکب الدریہ جلد ا ص ۱۷۲' ارجح المطالب ص ۳۳۲ سطر ۳۔

یحیٰ ابن یعمر کا حجاج بن یوسف سے مناظرہ

المستدرک جلد ۳ ص ۱۴۴ سطر آخر، تلخیص المستدرک جلد ۳ ص ۱۴۴ سطر آخر، ارجح المطالب ص ۲۳۲ سطر ۱۰۔

منصور کا جعفر صادق سے سوال

ارجح المطالب ص ۳۳۹ سطر ۳

مامون کا ایک علوی سے سوال

ارجح المطالب ص ۳۹۹ سطر ۱۱

لغت و حدیث میں آل و اہل کا استعمال

حدیث و لغت کی کتابوں کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ (آل) اور (اہل) کا اطلاق بغیر کسی قرینہ کے بیوی پر نہیں ہوتا۔ چنانچہ اگر کلام میں کوئی قرینہ نہ ہو تو آل اور اہل کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جو قریبی نسب کے ذریعہ متصل ہوں۔

"یہ معنی لغوی لحاظ سے کئے جا سکتے ہیں۔ اور ماہرین لسان اس کا احتمال دیتے ہیں۔ لیکن کلام کا یہ مطلب و معنی معروف و مشہور نہیں ہے۔ البتہ اگر اس کلام میں ایسا سبب (و قرینہ) ہو (تب آل کے معنی اور اہل کے معنی بیوی کے ہوتے ہیں) مثلاً" آپ کسی سے سوال کریں: **تزوجته** (کیا تم نے شادی کر لی) اور وہ کہے **ماتا هلت** (میں نے بیوی نہیں کی) تو پہلے والے کلام (یعنی تزوجیت) کی وجہ سے تاھلت میں معنی بیوی کے ہوں گے یا کوئی شخص کہے **اهلی ببلد کنا کنا فانا ازور باهلی انا کریم الاهل** تو لوگ اس سے (بیوی نہیں سمجھیں گے بلکہ اہل البیت (یعنی قریبی نسبی رشتہ دار) سمجھیں گے۔

(لسان العرب جلد ۱۱ ص ۳۸) اس کا خلاصہ اس طرح ہوا: آل اور اہل کا کلمہ انسان کے قریبی نسبی رشتہ داروں پر بولا جاتا ہے۔ ہاں اگر کلام میں کوئی قرینہ موجود ہو تو آل و اہل سے زوجہ مراد لی جا سکتی ہے۔ جیسے کوئی کہے **اجنبت من اهلی** یہاں جنابت قرینہ ہے کہ اہل سے مراد بیوی ہے) اس سے پتہ چلا کہ آل کا اطلاق زوجہ پر حقیقی نہیں مجازی ہے جس کے لئے ایک ایسے

قرینہ کی ضرورت ہے جو معنی حقیقی مراد لینے سے مانع ہو۔

۲۔ ابن اثیر کہتے ہیں:

"آل نبیؐ کے بارے میں اختلاف ہے۔ اکثر کا نظریہ ہے کہ آپؐ کے اہل بیت ہی آل محمدؐ ہیں۔ امام شافعی فرماتے ہیں: یہ حدیث لا تحل الصدقه لمحمد وآل محمد (محمدؐ و آل محمدؐ کے لئے صدقہ حلال نہیں ہے) دلالت کرتی ہے کہ آل محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وہی حضرات ہیں جن پر صدقہ حرام ہے اور صدقہ کے عوض ان کے لئے خمس رکھا گیا ہے اور وہ بنی ہاشم و بنی مطلب کی صلبی اولاد ہیں۔

(النہایہ جلد ا ص ۸۱) یہی مطلب مسلم نے اپنی صحیح میں یزید بن حیان سے نقل کیا ہے:

"یزید بن حیان کہتے ہیں: اور حصین بن سبرۃ اور عمر بن مسلم زید بن ارقم کے پاس گئے جب ہم لوگ بیٹھ گئے تو حصین نے کہا: اے زید آپ نے خیر کثیر حاصل کیا ہے۔ آپ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زیارت کی ہے' ان سے حدیث سنی ہے' ان کے ساتھ رہ کر جنگ لڑی۔ ان کے پیچھے نماز پڑھی ہے (واقعی) آپ نے خیر کثیر حاصل کیا ہے! اے زید آپ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے جو سنا ہے اس میں سے کچھ ہم کو سنائیے۔ زید نے کہا! اے بھتیجے بخدا میرا سن زیادہ ہو گیا ہے اور زمانہ بھی بہت گزر چکا ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے جو چیزیں یاد کی تھیں ان میں سے بعض کو بھول گیا ہوں لہٰذا میں جو بیان کروں اس کو قبول کر لو (سن لو) اور جو نہ بیان کروں اس کی مجھے تکلیف نہ دو۔ اس کے بعد زید بن ارقم نے فرمایا: ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایک چشمہ پر جس کو خم کہا جاتا ہے ہم لوگوں کو خطبہ دیا۔ یہ خم مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے پہلے تو حمد و ثنائے الٰہی بیان کی۔ پھر وعظ و ذکر کیا اس کے بعد فرمایا اما بعد اے لوگو! میں بھی ایک انسان ہوں۔ میرے پاس بھی خدا کا پیغام آ سکتا ہے اور میں قبول کر سکتا ہوں۔ میں تمہارے درمیان ثقلین چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ایک تو خدا کی کتاب ہے جس میں ہدایت و نور ہے لہٰذا کتاب خدا پر اپنی گرفت مظبوط کرو اور اس سے تمسک کرو۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے لوگوں کو کتاب خدا پر عمل کے لئے ابھارا اور اس کے بارے میں رغبت دلائی پھر فرمایا (دوسری چیز) میرے اہل بیت ہیں میں تم کو اپنے اہل بیت کے بارے میں تاکید کرتا ہوں' اپنے اہل

بیت کے بارے میں یاد دہانی کراتا ہوں حصین نے کہا: اے زید! رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے کون اہل بیت ہیں؟ کیا آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ازواج آپ کی اہل بیت سے نہیں ہیں؟ زید نے کہا: ازواج رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اہل بیت سے سہی۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اہل بیت وہ حضرات ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔

ایک دوسری حدیث میں جس کو مسلم نے زید سے روایت کیا ہے۔ ثقلین کے بارے میں یہی سب کچھ ہے لیکن اس کے آخر میں ہے۔

"پھر ہم سب نے کہا: آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اہل بیت میں ان بیویاں بھی شامل ہیں؟ زید نے کہا: نہیں خدا کی قسم بیوی اپنے شوہر کے ساتھ ایک مدت تک ضرور رہتی ہے لیکن اگر مرد اس کو طلاق دے دے تو وہ اپنے ماں باپ اور قوم و قبیلہ میں آ جاتی ہے اہل بیت تو وہ خاندان والے ہیں جن پر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد (بھی) صدقہ حرام ہے۔"

(صحیح مسلم جلد ۷ ص ۱۲۲) ہم نے لغت اور حدیث کا حوالہ صرف اس لئے دیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ ازواج پر آل و اہل کا اطلاق بطور مجاز ہوا کرتا ہی اس لئے جب بھی بغیر کسی قید یا قرینہ کے یہ لفظ (آل یا اہل) بولا جائے گا اس سے صرف انسان کے قریبی نسبی رشتہ دار ہی مراد ہوں گے۔

اور جن اہل بیت کا تذکرہ آیت تطہیر میں کیا گیا ہے۔ ان سے صرف پنجتن پاک مراد ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نہ دیگر نسبی رشتہ دار مراد ہیں نہ کوئی سببی رشتہ دار مراد ہیں اور یہی یقینی بات ہے۔ جس کا پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے اور بعد میں بھی ذکر کیا جائے گا۔

اعتراض

شیعوں کی مشہور تفسیر صافی کے مطابق پنجتن پاک سے سوا دیگر آئمہ اس آیت میں شامل نہیں۔

جواب

تفسیر صافی کی اس عبارت میں امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس آیت کا نزول

تنزیلی صرف خمسہ مطہرین کے حق میں ہے پھر اس کی تاویل واقعہ ہوئی اور **اُولُو الاَرحَامِ بَعضُهُم اَولٰی بِبَعضٍ فِی کِتٰبِ اللّٰہِ** کے مطابق رحمی رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں از روئے کتاب خداوندی لہٰذا علی زین العابدین امام اور مطہر ہوئے۔ پھر یہ دیگر آئمہ کے بارے میں بطور تاویل جاری ہوئی پس ان کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔

اعتراض

تفسیر مظہری جلد ۷ ص ۱۷۱۳، بیان القرآن جلد ۹ ص ۴۸، تفسیر حقانی جلد ۳ ص ۱۸۶، ضیاء القرآن جلد ۴ ص ۵۲ ہمنی پاکٹ ص ۵۰ پر تحریر ہے کہ اگر **اَ تَعجَبِینَ مِن اَمرِ اللّٰہِ** کے تحت زوجہ حضرت ابراہیم اہل بیت ہیں تو ہمارے حضور اکرمؐ کی ازواج اہل بیت کیوں نہیں۔

جواب

حضرت ابراہیم کی زوجہ کو سکنی اہل بیت کہا گیا اور آیت تطہیر میں سکنی اہل بیت کا ذکر نہیں ہے۔

اور اگر ان کو اہل بیت میں شامل بھی کر لیا جائے تو اس لئے کہ وہ حضرت سارہ نبیوں کی ماں تھیں اسحاق نبی کی ماں یعقوب نبی کی دادی اور بنی اسرائیل کے تمام نبیوں کی جد ہیں۔
تفسیر مظہری جلد ۵ ص ۳۹ میں ہے

الرحمتہ النبوۃ و البرکات الابساط من بنی اسرائیل لان الانبیاء منہم و کلھم من اولاد و سارہ

یعنی رحمت سے مراد نبوت ہے اور برکات سے نبی اسرائیل کے بساط کیونکہ بنی اسرائیل کے انبیاء سے ہیں اور سبھی حضرات سارہ کی اولاد سے ہیں۔

آیہ تطہیر میں صرف بات اہل بیت کی نہیں بلکہ صاحبان کساء و تطہیر کی ہے جبکہ حضرت سارہ کے لئے خدا نے انتظام فرمایا ہے نہ خود حضرت ابراہیم نے۔

اعتراض

اس آیت میں مذکر کے صیغے مذکر افراد کی شرکت کی وجہ سے نہیں بلکہ اہل بیت لفظ کے مذکر ہونے کی وجہ سے ہے۔

جواب

یہ تاویل بھی بالکل غلط ہے کیونکہ اہل بیت مذکر ہے لیکن ہے تو واحد لیکن آیت میں سب جمع کے صیغے ہیں۔ افسوس ہے کہ معترض گھر کو تو مراد لے رہے ہیں لیکن گھر والوں کو مراد نہیں لے رہے۔

بہر حال آیت کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ یہ خطاب ذوی العقول سے ہے نہ کہ غیر ذوی العقول سے جبکہ اہل بیت غیر ذوی العقول ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی صاحب اس آیت کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں۔

فرشتوں نے کہا کہ تم خدا کے کاموں میں تعجب کرتی ہو اور خصوصاً" اس خاندان کے لوگو تم پر تو اللہ کی رحمت اور انواع و اقسام کی برکتیں نازل ہوتی رہیں ہیں۔

لیجئے حضرات مفسر قرآن جناب اشرف علی تھانوی کے نزدیک یہاں لفظ اہل بیت سے مراد اس خاندان کے لوگ جبکہ معترضین یہاں اہل بیت سے صرف بیوی مراد لے رہے ہیں۔

حاشیہ تفسیر بیضاوی جلد ۲ ص ۵۴ پر تحریر ہے۔

کہ رحمۃ اللہ و برکاتہ کلام جدید ہے دوسرا یہاں پر اہل بیت سے مراد اہل بیت نبوت ہے نہ کہ اہل بیت سکونت جیسا کہ بیضاوی شریف میں ہے۔ اہل البیت النبوۃ والمعجزات۔

اگر یہ بی بی اہل بیت میں شامل ہے تو تین وجہ سے۔

نمبر۱ حضرت ابراہیم السلام کی چچا زاد بھی ہے اور خاندان بھی ایک ہے۔

نمبر۲ حضرت اسحاق نبی کی ماں حضرت یعقوب نبی کی دادی اور انبیاء۔بنی اسرائیل کی اصل ہے۔

نمبر۳ مکالمہ مشارفہ الیہ سے مشرف ہے۔

بحث اہل بیت تطہیر اور اہل بیت نبوت میں ہو رہی ہے نہ کہ اہل بیت سکونت میں۔

اتعجبین تک صرف بی بی صاحبہ سے خطاب ہے اور رحمۃ اللہ و برکاتہ علیکم اہل البیت میں تمام اہل بیت نبوت و حضرت ابراہیم مع سلسلہ انبیاء بنی اسرائیل سب داخل ہیں اور اس کی تفصیل قرآن مجید میں متعدد مقامات پر موجود ہے جیسا کہ تفسیر مظہری جلد ۵ ص ۲۹ پر موجود ہے کہ رحمت سے مراد نبوت اور برکات سے مراد انبیاء بنی اسرائیل ہیں۔

پس یہاں بھی معلوم ہوا کہ اہل بیت سے مراد خاندان ابراہیم السلام کے معصوم افراد

قابل رحمت و برکت مراد ہیں نہ صرف زوجہ من حیث الزوجہ آل ابراہیم کے فضائل کی تمام آیات اس کی شاہد ہیں۔

حضرت سارا کے واقعہ کا قیاس یہاں کرنا مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت سارا کے لئے فقط لغوی معنی مراد لئے گئے ہیں۔ اصطلاحی نہیں۔ اس لئے کہ اس وقت حضرت سارا گھر میں سے جھانک رہی تھیں اور مہمانوں کی باتیں سن کر تعجب فرما رہی تھیں اس وقت جو خطاب اہل بیت کا ان سے ہوا اس سے مراد یہی ہے کہ وہ عورت جو گھر کے اندر سے جھانک رہی ہے۔

تفسیر مظہری جلد ۵ ص ۳۹ پارہ نمبر ۱۲ میں رحمت سے مراد نبوت ہے اور برکات سے مراد اسباط بنی اسرائیل کیونکہ بنی اسرائیل اسباط میں سے ہیں اور تمام حضرت سارہ کی اولاد سے ہیں۔

قاضی صاحب کے فرمانے کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت سارہ خاندان نبوت کے ساتھ خونی تعلق رکھتی تھیں۔ وہ حضرت ابراہیم کے چچا کی دختر نیک اختر تھیں۔ حضرت اسحاق نبی کی والدہ محترمہ تھیں اور حضرت یعقوب السلام کی دادی تھیں۔

یہ خونی قرابت ہمارے نبی کی ازواج کو ہمارے نبی سے نہیں صرف حضرت خدیجہ کا ایک جہت سے خونی تعلق ہے کہ وہ حضرت فاطمہ کی والدہ گرامی ہیں۔ گیارہ آئمہ کی نانی اور دنیا میں جتنے اولیاء واقطاب گزرے ہیں سب کی جد ہیں۔

ہماری بحث صرف اہل بیت سے نہیں بلکہ مصداق آیت تطہیر سے ہے اور وہ حضرت سارہ کو بھی فضیلت حاصل نہیں اور نہ ہمارے نبی کی ازواج کو۔

اعتراض

بعض حضرات یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت علی کس طرح آل نبی میں داخل ہیں کیونکہ وہ تو بھائی تھے۔

جواب

(۱) قرآن میں آل کا لفظ چچا زاد بھائی کے لئے استعمال ہوا ہے۔ وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ آلِ فِرعَونَ یَکتُمُ اِیمَانَہٗ فرعون کے چچا زاد بھائی کو آل فرعون کہا گیا ہے۔

(۲) حضرت علی نفس رسول ہیں اس لئے اہل بیت میں داخل ہیں۔

(۴) حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ حضرت علی عترت رسول ہیں۔
کنز العمال جلد ۶ ص ۳۹۳ حدیث ۶۰۱۱، ارجح المطالب ص ۴۴۵، امام رازی تفسیر کبیر جلد ۲۵ ص ۲۰۹ سطر آخر پر تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت علی بھی اہل بیت میں شامل ہیں کیونکہ انہیں حضرت فاطمہ سے شادی کے بعد حضور اکرمؐ سے ایک خاص تعلق ہو گیا تھا۔
(۵) حضور اکرمؐ نے تبلیغ برات کے دن ثابت فرمایا کہ حضرت علیؑ اہل بیت نبوت میں شامل ہیں۔
(۶) حضرت علی اور اس کی آل پر صدقہ حرام ہے۔
(۷) خود صحابہ کرام نے اقرار فرمایا کہ علی صحابی نہیں بلکہ نفس رسول ہیں۔

اعتراض

آل کا لفظ تمام امت اور قوم پر حاوی ہے۔

جواب

یہ غلط ہے اِنَّ اللّٰہَ اصطَفیٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ اِبرَاہِیمَ وَ آلَ عِمرَانَ عَلَی العَالَمِین تو کیا خدا نے حضرت عمران کی ساری قوم کو منتخب فرمالیا۔
خدا نے آل محمد پر صلوات بھیجی ہے تو کیا تمام امت اس درود میں شامل ہے۔
خدا نے آل محمد پر صدقہ حرام کیا ہے کیا تمام امت پر صدقہ حرام ہے؟
آل محمد خمس کے مستحق ہیں کیا تمام امت خمس کی مستحق ہے۔ آل محمد پانچ خصائص میں حضور اکرمؐ کے شریک ہیں تو کیا ساری امت ان خصائص میں حضور اکرمؐ کے شریک ہے۔

اعتراض

شیعہ حضرات کا یہ کہنا کہ آیت خمسہ مطہرین کی شان میں نازل ہوئی ہے اس پر اجماع مفسرین ہے) غلط ہے۔

جواب

اجماع مفسرین سے اتفاق مفسرین اہل سنت و الجماعت و اہل تشیع مراد ہے کیونکہ یہ بات

طے ہے کہ شیعہ و سنی مفسرین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے کہ آیت خمسہ مطہرین کی شان میں نازل ہوئی ہے کیونکہ اختلاف اگر ہے تو وہ ازواج کے بارے میں نہ کہ خمسہ مطہرین کے بارے میں۔

اگر دو مخالف گروپ کسی ایک بات پر اتفاق کرلیں تو وہ بات حجت ہو جایا کرتی ہے۔

ابن حجر مکی کا یہ تسلیم کرنا کہ اکثر مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ آیت بسبب ضمیر کہ مذکر عنکم خمسہ مطہرین کے بارے میں نازل ہوئی ہے ہمارے دعوے کی تائید کرتا ہے کہ اس بات پر اجماع مفسرین ہے۔

اعتراض

اگر شیعہ سچے ہیں تو بتائیں کہ قرآن مجید میں وہ کونسی آیت ہے جس میں صراحتاً" اسماء کے ساتھ حضرت علی حضرت حسن، حضرت حسین اور حضرت فاطمہ کا ذکر ہے۔

جواب

پہلے آپ ارکان اسلام کلمہ طیبہ، نماز، زکوٰۃ، حج اور روزہ کی تخصیص بعبارۃ النص باسماء خاص مع غیر ذرا قرآن مجید کی کسی آیت میں صراحتاً" دکھلائیں۔

کلمۃ طیبۃ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ بعبارۃ النص بلا قطع و برید آیات بیک مقام جس طرح پڑھا جاتا ہے قرآن مجید میں دکھلائیں۔

پانچ نمازیں مع نام و اوقات بعبارۃ النص مع نفی غیر قرآن مجید میں دکھلائیں (لفظ صلوات خمسہ مع اوقات اور اسماء کی قید یاد رہے)

زکوٰۃ مع قید چالیسویں حصہ قرآن مجید میں دکھلائیں

تیس یا انتیس روزے یا پورا ماہ رمضان شریف بعبارۃ النص مع نفی غیر قرآن مجید میں دکھلائیں۔

حج بیت اللہ الحرام مع قید تاریخ و قیودات دیگر مع نفی احتمالات غیر قرآن مجید میں دکھلائیں اگر آپ کہیں گے کہ احادیث میں آیا ہے جیسے احادیث میں یہ آیا ہے ویسے ہی احادیث میں آیا ہے کہ یہ آیت خمسہ مطہرین کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

اعتراض

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام سلمیٰ کو جو **انک علی خیو** فرمایا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اے ام سلمہ تو ان سے بہتر ہے۔

جواب

(1) یہ غلط ہے کیونکہ کسی بھی روایت میں یہ لفظ نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا **انک علی خیو منھم** کہ تو ان سے بہتر ہے۔

(2) حضرت ام سلمہ نے کبھی بھی اہل بیت سے بہتر ہونے کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ ہمیشہ ان کی محبت و اطاعت کو اپنی زندگی کا سرمایہ سمجھتی رہیں۔

(۳) بعض کتب اہل سنت میں تصریح ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا **انک علی خیر انک من ازواج النبی** اگر ازواج نبی اہل بیت تھیں تو یہ تخصیص کیوں؟ تاکہ حضرات ام سلمہ کو معلوم ہو جائے کہ ازواج اور ہیں اور اہل بیت اور ہیں۔

(در منثور 198/5 ابن جریر 22/6)

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیر اس لئے فرمایا کہ ہر شخص کو اپنا منصب اچھا ہے اس لئے ان ازواج کے لئے ازواج ہونا باعث شرف ہے اور اہل بیت کے لئے اہل بیت ہونا اگر یہ دونوں یا کوئی بھی اپنے منصب کو چھوڑ کر دوسرے منصب میں جائے تو وہ پہلے والی بھی فضیلت ضائع کر دیتا ہے۔

اور بعض کتب میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا **تنحی عن اہل بیتی** میرے اہل بیت سے جدا ہو جاؤ۔ تو جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ازواج کو اہل بیت سے جدا کر دیا تو پھر جھگڑا کس بات کا۔

اعتراض

ازواج کے اہل بیت ہونے کی بھی روایات آئی ہیں۔

جواب

شیعہ کی کسی معتبر کتاب میں تو کوئی ایسی روایت نہیں اگر کتب اہل سنت میں روایات ہیں تو ہم ان کے ذمہ دار نہیں۔

جو روایات اہل سنت کی کتب میں ہیں ان کے صرف تین ہی راوی ہیں۔ چوتھا کوئی راوی نہیں۔ ایک تو ان میں ابو جہل کے لڑکے عکرمہ ہیں اور ان کا خارجی ہونا ظاہر ہے۔ (وفیات الاعیان 1، ر 346' معجم الادباء 12، ر183) دوسرے مکاتل ہیں اور تیسرے عروہ بن زبیر ہیں جن کے ناصبی اور دشمن اہل بیت ہونے کے لئے کتب رجال بھری پڑی ہیں۔

تنقید حدیث کساء

علم حدیث سے کچھ بھی واقفیت رکھنے والے حضرات اس حقیقت سے باخبر ہیں کہ اسلام نے بالعموم بلا تفریق مذہب و مسلک جہاں بھی آیت تطہیر کے نزول کا ذکر کیا گیا ہے وہاں اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے چادر کے اندر حضرت علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو جمع کر کے پروردگار کی بارگاہ میں عرض کیا تھا خدایا یہ میرے اہلبیت ہیں اور اس پر قدرت کی طرف سے یہ تحفہ تطہیر نازل ہوا تھا لیکن اہل بیت و اہلسنت کے مولف کو یہ بات بھی برداشت نہ ہو سکی اور انہوں نے بیک گردش قلم تمام علماء اسلام کو جاہل و غافل اور فریب خوردہ قرار دے دیا۔ جرم صرف یہ ہے کہ ان حضرات نے حدیث کساء کو نقل کر کے آیت تطہیر کا مرکز ازواج کی بجائے آل رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بنا دیا اور اس طرح مولف کے ذوق فساد فی الدین کی تسکین نہ ہو سکی۔

ظاہر کہ مولف خود تو میدان حدیث و رجال میں تہی دامن تھے اس لئے انہوں نے جناب حبیب احمد صاحب کیرانوی کا سہارا لیا اور ان کے حوالے سے حدیث کساء کے تمام اسناد کو غیر معتبر قرار دینے کی ناکام سعی فرمائی۔

اس مقام پر یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ قران مجید نے صحت روایات کا یہ قانون بنایا کہ کہ **اِن جَاءَ کُم فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْ** اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے آئے تو اس کی تحقیق کرو۔ ایسا نہ ہو کہ اس پر اعتماد کر کے کوئی اقدام کر بیٹھو پھر بعد میں شرمندگی اٹھانا پڑے۔ جس کا کھلا ہوا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی غیر فاسق یعنی عادل خبر لے آئے تو بلا تحقیق و تفحص صرف اس کے اعتماد پر قبول کر لو۔ اس میں مذہب و مسلک کا کوئی سوال نہیں ہے۔ راوی کو عادل ہونا چاہئے

اس کے کردار کو پاکیزہ ہونا چاہیے اور بس اور یہی وجہ ہے کہ علماء حدیث نے ہر مذہب و ملت کی روایتیں درج کی ہیں اور ان پر عمل بھی کیا ہے۔ علماء شیعہ نے سکونی (سنی) بنی فضال' فطحیہ وغیرہ سے روایتیں لی ہیں اور ان پر مذہب کی بنیاد قائم کی ہے اور علماء اہل سنت میں بخاری و مسلم وغیرہ نے اکثر رواۃ شیعہ بلکہ عمران بن خطان جیسے خارجیوں سے بھی روایتیں لی ہیں اور انہیں اساس مذہب قرار دیا ہے۔ علماء رجال نے بھی راویوں کے حالات لکھے ہیں تو اس بات کی تصریح کی ہے کہ فلاں کا مذہب فاسد تھا لیکن وہ ثقہ اور معتبر ہے۔ فلاں شخص سنی یا شیعہ تھا لیکن صادق و صدوق تھا اس لیے اس کی روایت پر عمل کیا جائے گا۔ لیکن افسوس کہ ان تمام قوانین و قواعد اور مسلمات علم و فن ہوتے ہوئے جناب مولف نے صرف دشمنی آل رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں حدیث کساء کے تمام اسناد کو باطل اور غیر معتبر ٹھہرانے پر کمر باندھ لی۔ ہمارے لئے تو اتنا ہی کیا کم تھا کہ ان روایات کو ان تمام اصحاب نے اپنی کتابوں میں جگہ دی ہے جو فن حدیث و رجال میں مولف کے استادوں کے استاد تھے۔ اور ازواج رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سچی محبت میں بھی ان سے کوسوں آگے تھے۔ لیکن پھر بھی مولف اور ان کے مرشد کی اہل بیت دشمنی کا اظہار کرنے کے لئے مختصر طور پر ہر حدیث کی سند' اس پر ان کی تنقید اور اس تنقید کی تردید لکھ دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ یاد رکھیے کہ مولف نے خود اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ حدیث کساء تقریباً" سولہ مختلف سندوں کے ساتھ نقل ہوئی ہے۔ اور ان سب کا تذکرہ بھی کیا ہے لیکن پھر بھی حدیث درجہ اعتبار تک نہ پہنچ سکی جبکہ ایک غیر سند پر بڑے بڑے مسائل شریعت کی بنیاد قائم کر لی گئی ہے۔

۱۔ ابو کریب' حسن بن عطیہ' فضیل بن مرزوق' عطیہ' ابو سعید کلبی۔

تنقید: اس میں مسلسل دو راوی غیر معتبر ہیں۔ کلبی کافر' کذاب سبائی تھا اور عطیہ قلب اسانید کے جھوٹ کا مرتکب تھا۔ صفحہ ۸۵

تردید: کلبی کے بارے میں کافر و کذاب کی لفظ صرف اس لئے نقل ہوئی ہے کہ اسے سبائی عبداللہ بن سبا کا پیرو اور حضرت عثمان کا دشمن فرض کیا گیا ہے اور چونکہ ہم اپنی کتاب "اللہ اکبر" میں یہ واضح کر چکے ہیں کہ ابن سبا کا قصہ ایک فرضی افسانہ ہے اس لئے اس اعتراض کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

عطیہ کو سند بدل دینے کا مجرم بنایا گیا ہے حالانکہ ان کے بارے میں ابن سعد نے طبقات صفحہ ۲۱۲ پر تصریح کی ہے کہ وہ ایک مرد ثقہ اور معتبر تھے اور ظاہر ہے کہ ان کی تصریح کے مقابلہ میں کیرانوی صاحب کی زبردستی کی کوئی وقعت نہیں ہے۔

۲۔ محمد بن مثنی بکر بن، یحیٰی بن ریان، مندل، اعمش، عطیہ، ابو سعید خدری۔

تنقید: اس میں مندل، عطیہ، ابو سعید ابن سائب کلبی تین راوی بد مذہب ہیں۔ صفحہ ۸۶

تردید: ابھی تک عطیہ سند بدلنی کا مجرم تھا اب بد مذہب ہو گیا معلوم یہ ہوتا ہے کہ کیرانوی صاحب کو ان حضرات کے اعتبار پر کوئی اعتراض نہیں مل سکا اس لئے مذہب کا سہارا لیا۔ جبکہ مذہب کا فساد حدیث کی صحت کے لئے حسب ارشاد قران مجید مضر نہیں ہوا کرتا۔ مزید لطف یہ ہے کہ اس روایت میں اب سعید کلبی کا ذکر تھا جو ام سلمہ سے روایت کرتے تھے اور اس روایت میں ابو سعید خدری کا ذکر ہے جو براہ راست رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے راوی ہیں اور کیرانوی صاحب نے دونوں کو ایک بنا کر ابو سعید خدری کو بھی غیر معتبر بنا دیا۔

۳۔ ابو کریبہ، وکیع، عبدالحمید، شہر بن حوشب، فضیل بن مرزوق، عطیہ، ابو سعید خدری

تنقید: اس میں کلبی، عطیہ اور شہر بن حوشب تین راوی بد مذہب ہیں صفحہ ۸۷۔

تردید: کلبی کے بارے میں وضاحت کی جا چکی ہے عطیہ کی وثاقت کا تذکرہ طبقات ابن سعد میں موجود ہے۔ شہر بن حوشب کے بد مذہب ہونے کا کوئی ثبوت خود مولف نے بھی نہیں دیا۔ علاوہ اس کے کہ فساد مذہب ضعف روایت کا سبب نہیں ہوتا جب تک کذب ثابت نہ ہو جائے

۴۔ ابو کریب، منصب بن مقدام، سعید بن زربی، محمد بن سیرین.....ام سلمہ

تنقید: حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ان کو گٹھڑی بنا کر بائیں ہاتھ سے پکڑنا واقعی عجیب اور مناکیر میں سے ہے اور داہنے ہاتھ سے اللہ کی طرف نہ کہ آسمان کی طرف اشارہ کرنا عجیب تر ہے اس روایت میں ابن زربی بد مذہب موجود ہے اس لئے ناقابل اعتبار ہے صفحہ ۸۷

تردید: چونکہ روایت میں اس بات کا تذکرہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سب کو چادر کے اندر بٹھا کر دونوں گوشے پکڑ لیے تاکہ کسی اور کی گنجائش ہی نہ رہ جائے اسلئے مولف کی یہ بات کھل گئی اور اپنی بد نفسی کا ثبوت دیتے ہوئے اسے گٹھڑی سے تعبیر کر دیا۔ اس کے علاوہ روایت میں داہنے ہاتھ سے خدا کی طرف اشارہ کرنے کا ذکر ہے جس میں مولف کو عجیب چیز

نظر آئی اور ان کے نزدیک خدا کے بجائے آسمان کا ذکر ضروری معلوم ہوا۔ مجھے روایت کے حرف حرف پر اصرار نہیں ہے لیکن اس اعتراض کے بارے میں قران مجید سے ایک نبی خدا کا یہ فقرہ نقل کئے دیتا ہوں انی ذاهب الی ربی میں اپنے خدا کی طرف جا رہا ہوں اب ظاہر ہے کہ جب ایک نبی خدا کی طرف جا سکتا ہے تو دوسرا اشارہ بھی کر سکتا ہے۔

رہ گیا ابن زربی کا بد مذہب ہونا تو وہ صحت روایت کے لئے مضر نہیں جب تک کہ ان کا کذب اور عدم وثوق ثابت نہ ہو جائے۔

۵۔ ابو کریب، خالد بن مخلد، موسٰی بن یعقوب، ہاشم بن عتبہ، عبداللہ بن وہب، ام سلمہ

تنقید: اس میں خالد جیسا دشمن صحابہ موجود ہے صفحہ ۸۸

تردید: کاش دشمن صحابہ کے بجائے دشمن ازواج کی لفظ رکھی ہوتی تو کسی حد تک بات بھی بن جاتی اس لئے کہ لفظ اہل بیت کا جھگڑا ازواج اور عترت کے درمیان ہے۔ اصحاب سے تو اس کا کوئی تعلق بھی نہیں ہے کہ ان کا دشمن ان کے مخالف میں روایت تیار کر دے۔ پھر سوال یہ بھی ہے کہ دشمن صحابہ ہونا مضر کب ہے آخر ابوہریرہ، معاویہ، عمران، مغیرہ سب دشمن علیؑ تھے یا نہیں؟ پھر ان سب کی روایتیں کیوں معتبر قرار دی گئیں۔ علاوہ اس کے کہ خالد بقول ابن سعد (طبقات ج ٦ ص ۲۸۳) شیخ الحدیث ہیں بقول ابو داؤد صدوق ہیں تو پھر ان کی روایت کے غیر معتبر ہونے کے کیا معنی ہیں؟

٦۔ احمد بن محمد طوس، عبدالرحمن بن صالح، محمد بن سلیمان اصفہانی، یحیٰی بن عبد مکی، عطا عمر بن سلمہ، ام سلمہ۔

تنقید: اس روایت میں اصفہانی نے دانستہ یا نادانستہ غلطی کی ہے صفحہ ۸۸

تردید: غالباً مولف کو یہ خبر نہیں ہے کہ وہ بیسویں صدی میں زندگی کے دن کاٹ رہے ہیں اور اس دور میں اتنے بھولے افراد سب مر چکے ہیں جو آنکھ بند کر کے ایمان لایا کرتے تھے۔ اب یہ عذر بیکار ہے فلاں نے دانستہ یا نادانستہ غلطی کی ہے بلکہ غلطی کا بیان کرنا ضروری ہے۔ پھر یہ بھی ثابت کرنا پڑے گا کہ اس غلطی کی نسبت اس غریب کی طرف کیوں ہے آخر روایت میں اور بھی افراد تو موجود ہیں۔ اور اگر یہی سلسلہ چل گیا تو ہر روایت کے بارے میں آسانی سے کہہ دیا جائے گا کہ راوی نے دانستہ طور پر غلطی کی ہے لہذا روایت بیکار ہے اور مذہب کی بنیاد ہی ختم ہو جائے گی۔

۷۔ ابن حمید' عبداللہ بن عبدالقدوس' اعمش' حکیم بن سعد' ام سلمہ

تنقید: عبداللہ خبیث رافضی' ضعیف الحدیث رافضی المذہب ثقہ نہیں ہے اکثر فضائل اہل بیت ہی کی حدیثیں بیان کرتا ہے۔ صفحہ ۸۸

تردید: اب معلوم ہوا کہ راوی کے فاسد المذہب اور غیر معتبر ہونے کا سبب کیا ہے؟ صرف یہی کہ وہ فضائل اہل بیت کی حدیثیں بیان کرتا ہے۔ خدا جانے مولف اور ان کے مرشد کو اہل بیت سے اتنی دشمنی کیوں ہے جبکہ وہ بھی امکان ہے کہ موصوف سید بھی ہوں اور انہیں اہل بیت کی اولاد شمار ہوتے ہوں۔ پھر یہ بھی ایک لطیفہ ہے کہ سارا زور ازواج کے اہل بیت بنانے پر ہے اور خود بھی اہل بیت کی لفظ عترت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہی کے لئے استعمال فرماتے ہیں ورنہ فضائل ازواج کا بیان کرنے والا تو سروں پر بٹھایا جائے گا۔ اس کے ضعیف وغیرہ ثقہ ہونے کا کیا سوال ہے؟

۸۔ عبدالاعلیٰ بن واصل' فضل بن وکین' عبدالسلام بن حرب' کلثوم محاربی' ابی عمار' واثلہ

تنقید: فضل بن وکین شیعہ ہیں مگر اس روایت کا وضع کرنے کا والا غالباً" کلثوم محاربی ہے۔

تردید: غالباً" کی بھی ایک رہی۔ روایت کو ضعیف ثابت کرنے والا وہ نسخہ ہے جو ہر حکیم کے یہاں نہیں مل سکتا۔ کاش یہ تہمت فضل ہی کے سر رکھی ہوتی یا کم اس کم کلثوم کو علم رجال کی روشنی میں جعلساز ثابت کیا ہوتا ورنہ یہ غالباً" تو اپنی رسوائی اور اہل بیت دشمنی کے علاوہ کسی اور شے کا سبب نہیں بن سکتا۔ پھر یہ واضح رہے کہ فضل بن وکین بقول علامہ ذہبی امام بخاری کے شیخ الحدیث اور حجت ہیں (میزان الاعتدال) اور بقول ابن سعد ثقہ مامون کثیر الحدیث اور حجت ہیں (طبقات ج ۶ ص ۲۷۹)

۹۔ عبدالکریم ابن ابی عمیر' ولید بن سلم' ابو عمرو' شداد' ابو عمار' واثلہ

تنقید: ابو عمرو راوی متہم ہے متروک الحدیث' ضعیف الحدیث منکر الحدیث ہے صفحہ ۹۰

تردید: مولف نے متہم ہونے کا کوئی سبب نہیں ظاہر کیا ہے لیکن علم رجال کا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ ابو عمرو پر سوائے فساد عقیدہ کے کوئی اور تہمت نہیں ہو سکتی اور ظاہر ہے کہ یہ تہمت صحت روایت کے لئے مضر نہیں ہے۔

۱۰۔ محمد بن بکر' حماد بن سلمیٰ، علی بن زید' ابن جدعان' انس

تنقید: علی بن زید رافضی ہے شیعی لَابَاسَ بِہ ہے کہ اس کی حدیث لی اور لکھی جا سکتی ہے مگر یہ قوی نہیں ہے۔ صفحہ ۵۰

تردید: ماشاء اللہ لکھی جا سکتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ دیگر راویوں کی روایت کا لکھنا بھی حرام ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ فن رجال میں لَابَاسَ بِہ کا مطلب ہی یہ ہے کہ اس کی روایت پر عمل کرنے پر کوئی مضائقہ نہیں لیکن مولف کی اہل بیت دشمنی اسے غیر قوی ٹھہرانے پر مجبور ہو گئی۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں علی بن زید کی روایت کو اخذ کرنے پر اصحاب کا عمل ثابت کیا ہے جو عمل کی واضح دلیل ہے۔

۱۱۔ وکیع، ابو نعیم یونس بن ابی اسحاق، ابو داؤد ابو الحمرہ، انس

تنقید: مولف کو قدم قدم پر یہی بات کھٹک رہی ہے اور وہ اپنی اہل بیت دشمنی سے مجبور ہو جاتے ہیں ورنہ رافضیت کسی وقت بھی صحت حدیث پر اثر انداز نہیں ہوتی۔

۱۲۔ عبدالاعلیٰ بن واثل، فضل بن دکین، یونس ابی اسحاق ابو داؤد ابو الحمرہ، انس

تردید: ابن دکین کے حجت ہونے کی عبارت ذہبی کی میزان الاعتدال اور ابن سعد کی طبقات ج ۶ ص ۲۷۹ سے نقل کی جا چکی ہیں۔

۱۳۔ ابن وکیع محمد بن بشیر، زکریا، مصعب، شیبہ، صفیہ، عائشہ

تنقید: مصعب قوی نہیں ہے مناکیر حدیثیں روایت کرتا ہے۔ اس مضمون کی روایت عموماً ام سلمہ سے ہے مگر عائشہ کی روایت ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مصعب ہی نے یا کسی نے سند بدل دی ہے صفحہ ۹۱

تردید: معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی خوب عذر ہے۔ اس قسم کی روایت عموماً ام سلمہ ہے لہذا عائشہ سے ہونا غلط ہو گیا۔ اس منطق کا جواب نہیں گویا عائشہ کی طرف سے فضائل اہل بیت کی حدیث نقل ہو تو غیر معتبر ہو گی۔ اس لئے کہ کہ مولف کی نظر میں وہ بھی انہیں کی طرح دشمن اہل بیت تھیں۔

۱۴۔ موسیٰ بن عبدالرحمٰن مسروق، یحیی ابن ابراہیم، ہلال بن مقلاص، زبید، شہر بن حوشب ام سلمہ

تنقید: شہر بن حوشب ناقابل اعتبار ہے اور اس کا ام سلمہ سے روایت کرنا قابل تعجب ہے۔

تردید: آپ کا تعجب صحیح حدیث کو غلط ثابت کر سکتا ہے ماشاء اللہ۔ لطف تو یہ ہے کہ حضرت عائشہ سے غسل جنابت کی روایت نقل ہو تو تعجب نہیں ہے' اور حضرت ام سلمہ سے کساء کا واقع ہو تو تعجب۔

۱۵۔ ابن مثنٰی' ابو بکر حنفی' بکیر بن سمار' عامر بن سعد

تنقید: اس روایت کے اسناد کا حال کوئی ماہر فن رجال ہی بتلا سکتا ہے!

تردید: روایت کو ضعیف ثابت کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے جس کی وحی علامہ کیرانوی اور مولف پر مشترک طور سے نازل ہوئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں حضرات علم رجال سے قطعی بے خبر ہیں انکا کام صرف اہل بیت کی دشمنی ہے۔ جو بہر طور کر رہے ہیں۔

۱۶۔ محمد بن عمار' اسماعیل بن ابان' صباح بن "یحیی' ابو دیلم

تنقید: اس واقعہ میں حضرت علی بن حسین نے شام میں اپنے کو اہل بیت کہا تھا لیکن مجھے آپ کے لئے یہ گمان بھی نہیں کہ آپ ازواج کی بجائے اپنے کو اہل بیت کہیں گے اسماعیل' سدی' صدوق تو ہیں۔ مگر ان کو وہم ہوتا ہے اور ان پر تشیع کا الزام بھی ہے۔ صفحہ ۹۲

تردید: ظاہر ہے کہ آپ کو کیسے گمان ہو سکتا ہے۔ آپ تو اہل بیت کے دشمن اور ازواج کے عقیدت مند ہیں۔ حضرت علی بن الحسینؑ تفسیر قران اور حقیقت کلام اللہ سے باخبر تھے انہیں تحریف و عناد سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ اس لیے ان کی بات آپ کی سمجھ میں نہیں آسکتی۔ اسماعیل بخاری کے استاد حدیث اور صدوق تھے اس لئے تشیع کا الزام صحت روایت کے لئے مضر نہیں ہو سکتا۔

چند لطائف

مذکورہ بالا روایات کے اسناد کو بزعم خود باطل کرنے کے بعد مولف نے چند روایتی امور کا تذکرہ کیا ہے۔ جس سے روایت کو مخدوش بنانے کی ناکام کوشش کی ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ خاتمہ بحث میں ان لطائف کا بھی جائزہ لے لیں تاکہ مولف اور ان کی درایت دونوں کی حقیقت واضح ہو جائے۔

۱۔ "امام طبری نے ان روایتوں کو تو بڑے زور شور سے لکھا ہے اور ازواج کے بارے میں حضرت عکرمہ کی روایت کو ابن عباس کے بعد لکھا ہے۔"

عکرمہ کے ساتھ حضرت کی تلفظ بھی خوب ہے غالباً" وہ بھی مولف موصوف کی طرح ایک حضرت تھے اور یقیناً" تھے۔ اس لئے ان کی دشمنی علیؑ شہر آفاق تھی۔ چنانچہ عسقلانی نے مقدمہ الباری میں ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں، یاقوت رومی نے معجم الادباء اور شہرستانی سے الملل والنحل میں اس بات کا واضح اعتراف کیا ہے اور اکثر ارباب رجال و تاریخ نے انہیں خوارج میں شمار کیا ہے جن کا دشمن علیؑ ہونا روز روشن کی طرح واضح ہے۔ لطیفہ تو یہ کہ عکرمہ نے روایت کرنے کی بجائے بازار میں شور کرنا شروع کر دیا تھا کہ آیت اہل بیت کے بجائے ازواج کی شان میں ہے جو اس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ وہ کھلم کھلا دشمن آل رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تھا اور اس کے اعلان میں ہوش و حواس کھو بیٹھا تھا۔ بعض ارباب رجال نے تو اسے کذاب سے تعبیر کیا ہے۔

۲۔ "ان روایات میں نمبر ۶ ترمذی نے اور نمبر ۱۳ مسلم نے لی ہے باقی اس قابل نہیں کہ صحاح والے اپنے یہاں لکھتے ہیں۔"

یاد رکھیئے کہ یہ نمبر ۶ وہی ہے جس میں مولف نے دانستہ یا نادانستہ غلطی کا احتمال ظاہر کیا اور نمبر ۱۳ وہی ہے جس کے حضرت عائشہ سے مروی ہونے پر اظہار تعجب کیا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں اعتراضات مہمل ہیں اس لئے ان دونوں روایات کی صحت پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا اور ایسی حالت میں حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جس کے لئے دو معتبر حدیثیں جنہیں دو اصحاب صحاح نے نقل کیا ہے اسے نظر انداز کر دیا جائے اور جس کی کوئی سند نہیں ہے بلکہ عکرمہ خارجی نے گھڑا ہے اس پر اعتماد کر لیا جائے ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بہ کجا۔

۳۔ اگر کساء کا واقعہ صحیح ہے تو اس کو ثقہ اور غیر متہم راویوں نے کیوں نہیں بیان کیا۔"
اس مسئلہ پر اظہار خیال کرنا انتہائی خطرناک ہے اس لئے ان تمام روایات کے راوی ثقہ اور معتبر ہیں اور رہ گیا ان کا متہم ہونا تو ظاہر ہے کہ جو بھی فضائل اہل بیت کی حدیثیں نقل کرے گا تو اگر غیر متہم بھی رہا ہو گا تو خوارج کی نظر میں متہم ہو جائے گا اس لئے کہ ایسے مسئلے میں غیر متہم افراد کا پیدا ہونا تقریباً" ناممکن ہے اور حیرت تو یہ ہے کہ ایسے جلیل القدر اصحاب حدیث متہم قرار پائے اور عکرمہ جیسا خارجی نم نہ بن سکا بات صرف یہ ہے مولف کی نظر میں متہم اور غیر متہم کا معیار دوستی اور دشمنی آل رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہے۔ ہر دوست متہم اور ہر دشمن

غیر متہم۔ تعجب تو یہ ہے کہ موصوف نے مسلم اور ترمذی کو کیوں نہیں متہم بنا دیا جنہوں نے ان حدیثوں کو نقل کیا ہے تاکہ انکی کتابوں کا اعتبار بھی ختم ہو جاتا۔

۴۔ "حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بارہ حضرات کو اہل بیت کہا تھا تو کساء میں چار کیسے کہہ دیا۔"

یہ بات پہلے واضح کی جا چکی ہے کہ ان بارہ افراد کے اہل بیت ہونے کے لئے کوئی معتبر حدیث نہیں۔ ان میں اکثر کو اہل کہا گیا ہے۔ اور صرف سلمان کے لئے اہل بیت کا لفظ استعمال کیا ہے اور وہ بھی منا اهل البیتنہ کہ اہل البیت!

۵۔ ان روایات میں اختلاف ہے ایک روایت میں آیت کا نزول پہلے اور کساء کا قصہ بعد میں دوسری میں برعکس۔ ایک میں ازواج دوسری میں ذوات اربعہ' ایک میں کساء پر بٹھانا دوسری میں شامیانہ بنانا۔ ایک میں چاروں کو گٹھڑی میں بند کرنا صفحہ ۹۳۔ ۹۴

مولف کے قلم کی عیاری اس منزل پر ختم ہو جاتی ہے۔ موصوف نے روایات کو مشتبہ بنانے کے لئے پہلے تو صرف ایک واقعہ فرض کیا اور پھر چادر اڑھانے کو کبھی شامیانے سے تعبیر کر دیا کبھی اڑھانے سے اور کبھی گٹھڑی بنانے سے حالانکہ یہ سب دھوکے بازی کی باتیں ہیں۔
بات صرف یہ ہے کہ آیت ایک مرتبہ نازل ہوئی ہے اور وہ اس وقت جب پنجتن پاک زیر کساء جمع ہوئے تھے اور حضرت ام سلمہ نے داخلہ کی خواہش ظاہر کی تھی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے روک دیا تھا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مختلف مواقع پر اس واقعہ کو دہرایا ہے تاکہ امت ان تمام دھوکوں میں مبتلا نہ ہو سکے۔ جن میں آج مبتلا کیا جا رہا ہے۔ اس کے بعد حضرت نے جناب فاطمہ کے دروازے پر آکر بار بار آیت کی تلاوت کی تاکہ اہل بیت کا صحیح تعین ہو جائے لیکن خدا برا کرے تعصب کا کہ خوارج نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ان تمام کوششوں کو رائیگاں کر دیا اور آیت تطہیر کو اہل بیت سے جدا کرنے میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا۔

کساء کا واقعہ صرف یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تمام حضرات کو چادر کے نیچے جمع کر کے چادر کے دونوں گوشے پکڑ لئے جس کو ہر راوی نے اپنے الفاظ میں بیان کیا اور مولف نے اختلاف پیدا کرنے کے لئے اسی کو شامیانہ' چادر' گٹھڑی سے تعبیر کر ڈالا۔

واقعہ کی تکرار ہی کا یہ نتیجہ تھا کہ کہیں حضرت ام سلمہ سے روایت ہے اور کہیں حضرت عائشہ سے چنانچہ مسند احمد کے جزء چہارم کا مطالعہ اس حقیقت کو بخوبی واضح کر دیتا ہے۔

اعتراض

اگر آیت تطہیر سورہ احزاب کی آیت نہیں تو پھر یہ کس سورہ کی آیت ہے۔

جواب

خلیفہ ثالث نے ترتیب آیات میں وہ تحریف کر دی ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ آیات کہاں کہاں کی تھیں اور کہاں کہاں ہیں۔ البتہ آیت تطہیر کی لفظی اور معنوی حیثیت بتاتی ہے کہ یہ آیت سورہ دھر سے لی گئی ہے۔

اعتراض

اہل بیت دو قسم کے ہی ہیں ایک ہیں اہل بیت قرانی دوسرے ہیں اہل بیت حدیثی اہل بیت قرآنی ازواج نبی ہیں کیونکہ آیہ تطہیر کا سیاق و سباق اسی پر دلالت کرتا ہے۔
دوسرے ہیں اہل بیت حدیثی وہ ہیں پنجتن کیونکہ احادیث میں ان کا ذکر ہے۔

جواب

جناب علامہ جوادی اپنے رسالہ اہل بیت کے ص ۵ پر اس اعتراض کا تفصیلی جواب یوں تحریر فرماتے ہیں۔ اس سلسلے میں آیات و احادیث دونوں نے مفصل بحث کرنا ہے اس لئے اس تقسیم پر کوئی عبوری تبصرہ نہیں کرنا ہے۔ البتہ اس مغالطہ کو واضح کرنے کے لئے اس بات کی طرف متوجہ کر دینا ضروری ہے کہ احادیث میں لفظ اہل بیت کا پنجتن پاک کے لئے استعمال اگر صرف ان فضائل کے ذیل میں ہوا ہے جو آیت تطہیر سے غیر متعلق ہیں تب تو اس تقسیم کا کوئی عقلی منشاء بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر حدیث شریف نے آیت ہی کے ذیل میں اہل بیت سے مراد پنجتن پاک قرار دیا ہو تو یہ تقسیم ایک مغالطہ سے کچھ نہ ہو گی اور نتیجہ یہ ہو گا کہ خمسہ نجباء اہل بیت کے مصداق ہیں اور ازواج سے آیت کا کوئی تعلق نہیں ہے اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ و

آلہ وسلم سے بہتر آیت کی تفسیر کرنیوالا کوئی نہیں ہو سکتا۔

دوسری بات یہ بھی ہے کہ آیت تطہیر میں "اہل بیت" سے خمسہ نجباء کا مراد ہونا تو قطعی اور یقینی ہے۔ بحث صرف یہ ہے کہ اس نقطہ میں ازواج کی بھی گنجائش ہے یا نہیں؟ لہذا ایسی صورت میں اہل بیت سے صرف ازواج کو مراد لینا تمام علماء اسلام کے اجماع کے مخالف اور ان تمام احادیث کی تکذیب ہے جن میں سرکار دو عالمؐ نے خمسہ نجباء کو لفظ اہل بیت سے تعبیر کرتے ہوئے انہیں آیت کا مصداق قرار دیا ہے۔

اس مختصر تمہید کے بعد ہمیں ایک نظر آیت تطہیر اور اس کے قبل و بعد کی آیتوں پر کرنا پڑے گی۔ تاکہ آیت کی باریکیوں کو نظر لانے کے بعد یہ فیصلہ کیا جا سکے کہ آیت کے دامن میں ازواج کی گنجائش نکل سکتی ہے یا نہیں؟

ارشاد ہوتا ہے **يَا اَيُّهَا النَّبِىُّ قُل لِّاَ زواجِكَ اِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ الحَيٰوةَ الدُّنيَا وزِينَتَهَا فَتَعَالَينَ اُمَتِّعكُنَّ وَاُسَرِّحكُنَّ سَرَاحاً جَمِيلاً وَاِن كُنتُنَّ تُرِدنَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلمُحسِنَاتِ مِنكُنَّ اَجراً عَظِيماً**

اے پیغمبر! اپنی ازواج سے کہہ دو اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتی ہو تو آؤ ہم تمہیں حسن و خوبی کے ساتھ رخصت کردیں اور اگر اللہ و رسول اور روز آخرت کی طالب ہو تو اللہ نے تم میں سے نیک کردار عورتوں کیلئے اجر عظیم مہیا کر دیا ہے۔

اس آیت میں سب سے زیادہ قابل توجہ دو باتیں ہیں:۔

۱۔ خطاب نبی کے ذریعہ ہوا ہے اور مخاطب لفظ "ازواج" کو قرار دیا گیا ہے۔

۲۔ آیت مقام مدح نہیں ہے بلکہ ان کے نامناسب عزائم پر عتاب کر رہی ہے جن کا کردار اچھا اور جن کا عمل صالح ہو۔

يَا نِسَاءَ النَّبِىِّ مَن يَّاتِ مِنكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضَاعَفُ لَهَا العَذَابُ ضِعفَينِ وَكَانَ ذَالِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيراً وَمَن يَّقنُتْ مِنكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُولِهِ وَ تَعمَل صَالِحاً نُّؤتِهَا اَجرَهَا مَرَّتَينِ وَاَعتَدنَا لَهَا رِزقاً كَرِيماً ○ يَا نِسَاءَ النَّبِىِّ لَستُنَّ كَاَحَدٍ مِنَ النِّسَاءِ اِنِ اتَّقَيتُنَّ فَلَا تَخضَعنَ بِالقَولِ فَيَطمَعَ الَّذِى فِى قَلبِهِ مَرَضٌ وَقُلنَ قَولاً مَّعرُوفاً وَقَرنَ فِى بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجنَ تَبَرُّجَ الجَاهِلِيَّةِ الاُولىٰ وَاَقِمنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِينَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعنَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذهِبَ عَنكُمُ الرِّجسَ اَهلَ البَيتِ وَيُطَهِّرَكُم تَطهِيراً

اے زنان پیغمبرا جو تم میں سے ناشائستہ حرکت کا ارتکاب کرے گی اسے دوہرا عذاب دیا جائے گا۔ اور یہ بات اللہ کے لئے آسان ہے۔ اور جو خدا اور رسولؐ کا اتباع اور عمل صالح کرے گی اسے دوہرا اجر ملے گا اور ہم نے اس کے لئے بہترین رزق مہیا کر رکھا ہے۔ اے زنان پیغمبرا تم عام عورتوں جیسی نہیں ہو بشرطیکہ تقویٰ اختیار کئے رہو۔ لہذا اپنی باتوں میں لوچ نہ پیدا کرو ایسا نہ ہو کمان لوگ کسی اور لالچ میں پڑ جائیں۔ تم اچھی اچھی باتیں کیا کرو۔ اپنے گھروں میں بیٹھو۔ پہلی سی جاہلیت کا بناؤ سنگار نہ کرو۔ نمازیں قائم کرو' زکوٰۃ ادا کرو خدا و رسول کی اطاعت کرو۔

اے اہل بیت! اللہ کا صرف یہ ارادہ ہے کہ تم سے ہر قسم کے رجس کو دور رکھے اور تمہیں جو پاک رکھنے کا حق ہے اس طرح پاک رکھے۔

ان آیتوں میں اولا" تو خطاب لفظ "ازواج" کے بجائے لفظ نساء النبیؐ سے کیا گیا ہے اور گفتگو پیغمبر کی وساطت کے بجائے براہ راست ہو رہی ہے۔

اور ثانیا:۔ تمام عورتوں سے ایک انداز سے گفتگو نہیں ہوئی۔ بلکہ انہیں دو حصوں پر تقسیم کر دیا گیا اور پھر اعلان ہوا کہ جو بدکردار ہو گی اس کو دوہرا عذاب اور جو نیک کردار ہو گی اس کے لئے دو گناہ ثواب' جس کی بناء پر یہ کہنے کی جسارت کی جا سکتی ہے کہ لفظ ازواج کے مصداق میں مجموعی طور پر دو قسمیں فرض کی جا سکتی ہیں۔ لیکن لفظ نساء کے افراد میں سب پر ایک حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ بلکہ ان میں دونوں کی تقسیم کر کے انہیں الگ الگ کرنا پڑے گا۔ اور ہر ایک کیلئے علیٰحدہ حکم تلاش کرنا پڑے گا۔

چنانچہ اس کے بعد دو ٹکڑے ہو جاتے ہیں ایک میں انہیں "نساء النبی" کو گھر میں قرار رکھنے' بناؤ سنگار نہ کرنے' نماز و زکوٰۃ کی پابندی اور اطاعت کا حکم دیا جا رہا ہے۔ اور دوسرے میں اہل بیت کی طہارت و پاکیزگی کا اعلان ہو رہا ہے۔

وَاذكُرنَ مَايُتلىٰ فِى بُيُوتِكُنَّ مِن آيَاتِ اللّٰهِ وَالحِكمَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا

○

اے زنان پیغمبرا تمہارے گھروں میں جن آیات الٰہی اور حکمت کا چرچا رہتا ہے انہیں یاد رکھو۔ اللہ یقینا" لطیف اور باخبر ہے۔"

اس آیت کا تعلق بھی ما قبل کی آیت سے ہے جہاں زنان پیغمبرؐ سے گفتگو ہو رہی تھی

اور انہیں مختلف تعلیمات دیئے جارہے تھے۔

اہل بیت کا ازواج کا مراد لینا ناممکن ہے۔ لیکن یہ واضح رہے کہ ازواج کی بحث سے رسول اکرم صلی اللہ و آلہ وسلم کی کم از کم دو محترم بیویاں خارج ہیں۔ ایک جناب خدیجہ اور ایک جناب ام سلمہ۔

جناب خدیجہ اس لئے الگ ہیں کہ یہ آیت سورہ احزاب کی ہے اور سورہ احزاب جنگ احزاب کے سلسلے سے مدینہ میں نازل ہوا ہے جبکہ جناب خدیجہ ہجرت سے پہلے ہی اس دار فنا سے رحلت فرما چکی تھیں۔

جناب ام سلمہ کی بے تعلقی کا رازیہ ہے کہ انہوں نے روایات صحیحہ کی بناء پر اپنے موقف کو وقت نزول آیت ہی صاف کرا لیا تھااور گوشہ چادر کو تھام کر بظاہر داخل ہونے کی کوشش کر کے رسول اکرم صلی اللہ و آلہ وسلم سے **"انک علی خیر"** کی سند لے کر واضح کر دیا تھا کہ میرے دامن کردار پر کوئی دھبہ نہیں ہے اور نہ آیت کے عتاب کا مجھ سے کوئی تعلق ہو سکتا ہے۔

پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جن حضرات نے آیت میں ازواج کو داخل کرنے کی کوشش کی ہے ان کی نگاہ کرم بھی حضرت ام سلمہ جیسی مخدرات پر نہیں ہے اس لئے کہ ان کا فیصلہ پہلے ہی ہو چکا تھا۔ ان کے پیش نظر کچھ مخدرات ہیں جن کو دامن اغلاط سے پاک بنانے کے لئے اہل بیت کی مدح کا اسی طرح سہارا لیا گیا ہے جس طرح امیر شام نے ابن ملجم کی مدح کے لئے حضرت علی کی شان میں نازل ہونے والی آیت ہجرت کا سہارا لیا تھا۔

آیات مذکورہ بالا سے نتیجہ اخذ کرنے سے پہلے یہ بھی دیکھ لینا پڑے گا کہ آیت میں تین قسم کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور ہر لفظ کے خطاب کا انداز جداگانہ ہے سب سے پہلے ازواج کی لفظ آئی جہاں مدح و ذم' اچھائی اور برائی میں سب سے یکساں خطاب کیا گیا ہے۔

اور خطاب میں سرکار دو عالم کو واسطہ بنایا گیا۔ اس کے بعد نساء کی لفظ آئی جہاں سے خطاب براہ راست ہوا۔ اور سب سے یکساں گفتگو نہیں ہوئی بلکہ خواتین کو دو حصوں پر تقسیم کر کے دونوں کے حکم الگ الگ بیان کئے گئے۔

آخر آیت میں لفظ اہل بیت استعمال کی گئی ہے جہاں خطاب براہ راست ہوا اور صیغے مذکر کے استعمال کئے گئے جس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہونا چاہیئے کہ تینوں لفظوں کے مصداق الگ الگ

ہیں ورنہ قران کریم کی بلاغت مجروح ہو جائے گی اور ازواج کے بعد نساء اہل بیت کے الفاظ کی تکرار کو بے معنی و بے سبب ماننا پڑیگا یا قرآنی اعجاز عبارت آرائی کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھ جائے گا جس کا تصور بھی ایک مرد مسلم کے لئے ناخوشگوار بلکہ ناممکن ہے۔

دوسری بات یہ کہ "آیت تطہیر" کے قبل و بعد کے تمام فقرات میں احکام' تعلیمات یا عتاب و تنبیہ کا انداز اختیار کیا گیا ہے جب کہ آیت تطہیر میں ایسی کوئی بات نہیں ہے بلکہ اس میں کھلی ہوئی لفظوں میں اہل بیت کے مصداق افراد کی طہارت کا اعلان کیا گیا ہے۔..... چاہے اس اعلان کا تعلق پاک کرنے سے ہو یا پاک رکھنے سے لیکن یہ بہرحال طے ہے کہ اس میں کوئی حکم یا تعلیم نہیں ہے۔

تیسرا نکتہ یہ ہے کہ آیت تطہیر کے قبل یا بعد ازواج و نساء کے بارے میں جتنے فقرات استعمال ہوئے ہیں ان میں بیت کا ذکر جمع کے صیغہ کے ساتھ کیا گیا ہے جیسے **"قرن فی بیوتکن" "یتلی فی بیوتکن"** جب تک آیت تطہیر میں جمع کے بجائے مفرد لفظ استعمال ہوئی ہے اہل بیت تو کیا اس کا کھلا ہوا مطلب یہ نہ ہو گا کہ بیوت سے تعلق رکھنے والے افراد اور ہیں اور بیت سے رابطہ رکھنے والے حضرات اور!

چوتھا نکتہ یہ ہے کہ "بیوت" کی لفظ کے ساتھ "کن" کی ضمیر استعمال ہوئی ہے جس کی مخاطب خود ازواج ہیں۔ لہذا گھروں سے مراد انہیں کے گھر ہوں گے اور "البیت" کے ساتھ کوئی متعلق نہیں ہے اس لئے اس گھر سے کوئی اور گھر مراد ہونا چاہیئے وہ نبی صلی اللہ و آلہ وسلم کا گھر ہو یا خدا کا گھر یا چادر کا گھر یا نسب و نسل کا گھر یا کوئی اور شے!

بعض ارباب نظر کا خیال یہ ہے کہ آیت تطہیر بھی قبل وبعد کی آیتوں کی طرح ایک قسم کی تعلیم پر مشتمل ہے اور آیات کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ کا ارداہ یہ ہے کہ تم کو پاک کردے اور اس طرح پاک کردے جو پاک کرنے کا حق ہے۔

اس ترجمہ کا تعلیم و حکم سے کیا رابطہ ہو گا اس کی وضاحت کیلیے اس حقیقت کو پیش نظر رکھنا پڑیگا کہ ارادہ کی دو قسمیں ہیں:۔

تکوینی اور تشریعی

ارادہ تکوینی:۔ پروردگار کے اس ارادہ کا نام ہے جس میں ارادہ کا تعلق خود اپنے عمل سے

جاتا ہے جیسے زمین و آسماں کی تخلیق کا ارادہ۔۔۔۔ کائنات کی بقاوفنا کا قصد وغیرہ۔

ظاہر ہے کہ اس ارادہ میں مقصود کے اصل ہونے کا کوئی امکان نہیں ہے اس لئے کہ قرآن کریم کا کھلا ہوا اعلان ہے کہ:۔

اِنَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْن۔

ترجمہ:۔وہ جب کسی شے کا ارادہ کرلیتا ہے تو وجود کا حکم دینے سے پہلے ہی وہ شے موجود ہوتی ہے۔

ارادہ تشریعی:۔وہ ارادہ ہے جس کا تعلق اپنے فعل سے نہیں ہوتا بلکہ ارادہ کرنے والے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ عمل دوسرے شخص کے ارادہ و اختیار سے عالم وجود آئے۔

کہا یہ جاتا ہے کہ آیت میں ارادہ سے مراد دوسری قسم ہے اور خلاق کائنات کا مقصد یہ ہے کہ اہل بیت اپنے ارادہ و اختیار سے پاک و پاکیزہ رہا کریں۔۔۔۔۔۔۔۔ظاہر ہے کہ اس قسم میں دوسرے شخص کے اردہ و اختیار کو بھی دخل ہوتا ہے اس لئے مقصود کا عالم وجود میں آجانا کوئی ضروری نہیں ہے ایسی صورت میں حسب ذیل سوالات ذہن میں پیدا ہوتے ہیں:۔

۱۔ آیات مذکورہ بالا میں مختلف قسم کے احکامات و تعلیمات بیان کئے گئے ہیں نماز کا حکم، اطاعت کا حکم پردہ کا حکم بناؤ سنگار سے ممانعت وغیرہ۔ لہٰذا اگر آیت تطہیر بھی کوئی ایک حکم ہے تو یہ بات "تشنہ توضیح رہ جائے گی کہ قدرت نے یہاں انداز بیان کیوں بدل دیا اور اس کے پہلے اپنے ارادہ کا اظہار کیوں نہیں کیا تھا؟ کیا یہ طے کرلیا جائے کہ قدرت کی نظر میں طہارت کا حکم زیادہ اہم تھا اور باقی احکام غیر اہم۔ یا یہ مانا جائے کہ معاذاللہ طہارت کو کما حقہ ادا ہونا چاہیے اور باقی احکام میں تخفیف بھی روا ہے۔

۲۔ آیت تطہیر کا سلسلہ لفظ انما سے شروع ہوتا ہے جسے عربی ادب کے ماہرین نے کلمہ حصر قرار دیا اور جس کا ترجمہ اردو زبان میں بس اور صرف سے کیاجا سکتا ہے اس بناء پر آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ صرف اہل بیت کی طہارت چاہتا ہے ظاہر ہے ایسا مفہوم اسلامی قانون کے خلاف اور منشائے ایزدی سے بالکل متضاد ہے جسے کوئی معمولی اسلامی ذوق رکھنے والا بھی برداشت نہیں کر سکتا۔

(لفظ انما کے کلمہ حصر ہونے میں امام فخرالدین رازی نے ایک مقام پر شبہ ضرور کیا ہے

لیکن لطیفہ یہ ہے کہ خود موصوف نے آیت اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ" کے ذیل میں اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ لفظ انما حصر کے لئے ہے اور اس کا ترجمہ ہے "بس"!)۔

۳۔ آیت تطہیر میں مخاطب "اہل بیت" ہیں اور یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ کوئی حکم بھی کسی آدمی سے اسی وقت متعلق ہوتا ہے جب اس میں اس کے خلاف امکانات پائے جاتے ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اس لئے اہل بیت سے بالخصوص طہارت کا مطالبہ اس امر کی دلیل ہو گا کہ اہل بیت میں نجاست کے امکانات عام افراد انسان سے زیادہ ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ بات ناقابل قبول بلکہ ناقابل تصور ہے۔

نکات بالا کی روشنی میں یہ بات باآسانی کہی جا سکتی ہے کہ آیات تطہیر میں ارادہ سے مراد ارادہ تشریعی نہیں ہے بلکہ یہ ایک تکوینی ارادہ ہے جس کا تعلق صرف ذات احدیت سے ہے اور آیت کا مفاد یہ ہے کہ اللہ اپنے اختیار خاص سے اہل بیت کو پاک رکھنا چاہتا ہے اب ظاہر ہے کہ ارادہ الٰہی میں جتنا زور ہو گا اسی قدر اہل بیت کی طہارت باوزن و باعظمت ہو گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اگر ارادہ الٰہی کن فیکون کا مصداق ہے تو طہارت اہلبیت کیلئے بھی کوئی فاصلہ کا لمحہ تصور نہیں کیا جا سکتا۔

ارادہ الٰہی کو تکوینی مان لینے کے بعد ایک اہم سوال یہ اٹھتا ہے کہ آیات مذکورہ میں تعلیمات و احکام کا آیت تطہیر سے رابطہ کیا ہو گا؟

اس مقام پر آیات کے سیاق و سباق اور اسلوب و نظام کو دیکھنے کے بعد صرف ایک ہی بات کہی جا سکتی ہے اور وہ یہ کہ خلاق کائنات نے آیات احکام میں مختلف تعلیمات کا تذکرہ کر کے اہل بیت (ازواج) کو اس امر کی طرف متوجہ کیا ہے کہ ہم تمہیں پاک و پاکیزہ بنانا چاہتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔ لیکن یہ ارادہ اسی وقت منظر عام پر آئیگا جب تم ہماری تعلیمات پر مکمل طریقہ سے عمل پیرا ہو جاؤ۔ اس شرط کی تکمیل کے بغیر ہم تمہاری طہارت اور پاکیزگی نفس کے ذمہ دار نہیں ہیں!

ظاہر ہے کہ اس فرض کی بناء پر تطہیر کی آیت صرف انہیں ازواج کے لئے ہو گی جن کی سیرت قبل و بعد کی آیتوں پر عملاً مکمل آئینہ رہی ہو یعنی جن ازواج نے زندگانی دنیا اور دنیا کی زینتوں کو طمع آمیز نگاہوں سے نہ دیکھا ہو جن کے کردار میں کوئی کھلی ہوئی برائی نہ ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جنھوں نے تقویٰ الٰہی کو اپنا شعار بنایا ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جن کی گفتگو کے

انداز میں رکاوٹ نہ رہی ہو۔۔۔۔۔۔۔۔جن کے بارے میں بد نفسوں نے طمع نہ کی ہو۔۔۔۔ جنہوں نے اپنے گھر ہی میں قیام کیا ہو۔۔۔۔۔ جن کے یہاں جاہلیت نما بناؤ سنگار کی نمائش نہ رہی ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جنہوں نے نماز قائم کی ہو، زکوٰۃ ادا کی ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خدا اور رسول کی مکمل اطاعت کی ہو آیات الٰہی اور علامات حکمت کو یاد رکھا ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ایسا نہ کرنے کی صورت میں آیت ان سے بے تعلق ہو جائے گی اور ان ہستیوں کے آستانے کو اپنی منزل بنائے گی جن کے کردار میں کوئی نقص رہا ہو جنہوں نے طمع دنیا نہ کی ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کھلم کھلا برائی نہ کی ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تقویٰ کو شعار بنایا ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ صاف صاف گفتگو کی ہو۔۔۔۔۔۔گھر کے باہر قدم نہ نکالا ہو۔۔۔۔بناؤ سنگار سے علیحدگی رکھی ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ احکام الٰہیہ کی مکمل پابندی اور آیات الٰہی کی تلاوت کی ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اہل نظر تاریخ کا آئینہ سامنے رکھیں اور دیکھیں کہ آیات کے ان شرائط کو پیش نظر رکھنے کے بعد کون ازواج آیت کا مصداق بن سکتی ہیں اور کن کن سے آیت کا رابطہ ختم ہو جاتا ہے، تاریخ گواہ ہے کہ حضرت ام سلمہ وہ خاتون ہیں جن کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پاکیزگی کردار اور عاقبت خیر کی بشارت دی ہے۔ لہٰذا اگر آیت میں ازواج کی گنجائش ہو سکتی تھی تو وہ صرف انہیں جیسی مقدس خواتین کے لیے۔۔۔۔۔۔ لیکن صحیح و معتبر حدیثیں شاہد ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ و آلہ وسلم نے انہیں زیر کساء آکر آیت میں داخل ہونے سے صاف صاف روک دیا تھا اور ظاہر ہے کہ جب ان کی گنجائش نہ رکھی گئی تو اور کا سوال ہی کیا رہ جاتا ہے؟

یہاں تک پہنچنے کے بعد مولانا ابو الاعلیٰ مودودی کی تحقیق بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگی۔ موصوف اپنی تفسیر میں آیات بالا سے امت کے لیے مواعظ و نصائح کا استفادہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بناؤ سنگار سے ممانعت دور حاضر کے رائج شدہ فیشنوں پر ایک ضرب کاری کی حیثیت رکھتی ہے جس طرح گھر میں قرار پکڑنے کی نصیحت۔

ایک طرف صنف نازک میں یہ احساس پیدا کرتی ہے کہ اس کا میدان عمل گھر کی چہار دیواری ہے اور دوسری طرف ان تمام اقدامات سے روکتی ہے جسے عصر حاضر نے اس کے لیے روا رکھا ہے۔ عورت کے لیے سیاسیات میں حصہ لینا، مردوں کے اجتماعات میں شرکت کرنا، گانا بجانا، تقریر کرنا یہ تمام اعمال وہ ہیں جنہیں آیت کی روشنی میں کسی طرف معاف نہیں کیا جا سکتا۔

عورت کے سیاسیات میں حصہ لینے کی سب سے بڑی دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ حضرت عائشہ نے جنگ جمل میں حصہ لیا تھا------ حالانکہ ان لوگوں نے ان کے بعد کے طرز عمل کو نظر انداز کر دیا ہے۔ چنانچہ روایت میں ہے کہ جب انہیں جنگ جمل کی یاد آ جاتی تھی تو اس قدر گریہ فرماتی تھیں کہ ان کا دوپٹہ آنسوؤں سے بھیگ جاتا تھا جس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے اس عمل پر شرمندہ تھیں۔ لہٰذا اسے آئندہ نسلوں کے لیے دلیل جواز نہیں بنایا جا سکتا۔

مجھے مولانا موصوف کی ذکر کی ہوئی روایت سے کوئی بحث نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ام المومنین اسی انداز سے گریہ فرماتی رہی ہوں------ ہو سکتا ہے کہ پروردگار عالم نے ان کی اس غلطی کو معاف کر دیا ہو جیسا کہ مولانا اور ان کے ہم خیال حضرات کے مسلک کا تقاضا ہے۔

لیکن یہ سوال ہے کہ کیا اس انداز سے گریہ کرنا اس امر کی واضح دلیل نہیں ہے کہ وہ اپنے اس اقدام کو آیت کی کھلی ہوئی مخالفت سمجھتی تھیں؟ یقیناً ایسا ہی ہے------ اور جب یہ طے ہو گیا تو اتنا تسلیم کر لینے میں کیا بات مانع ہوتی ہے کہ انہیں آیت کے افراد سے علیحدہ رکھا جائے اس لیے کہ آیت نے قرار کو تطہیر کی شرط قرار دیا ہے------ قرار سے الگ ہونے کے بعد کی شخصیت آیت سے الگ ہو جاتی ہے------ توبہ اور معافی کے بعد دوبارہ داخلہ کے لیے کسی نئی آیت کی ضرورت ہو گی جو اب تک نہیں نازل ہو سکی ہے۔

اس کی مثال تقریباً یہ ہو گی کہ کوئی شخص اپنے لڑکے سے یہ وعدہ کرے کہ اگر تم نے امتحان پاس کر لیا تو تمہیں ایک روپیہ انعام دیا جائے گا------ اور اتفاق سے یہ لڑکا ناکام ہو جائے تو ظاہر ہے کہ اسے انعام نہیں دیا جا سکتا چاہے اس ناکامی میں لڑکے کا اپنا ہاتھ رہا ہو یا کوئی اور سبب دخیل رہا ہو۔ اس لیے کہ انعام ایک شرط پر موقوف تھا جب شرط ہی نہ رہی تو انعام بھی غائب۔ معذرت کا فائدہ صرف یہ ہو سکتا ہے کہ اس پر مزید کوئی عتاب نہ کیا جا سکے لیکن انعام کا استحقاق تو بہر حال ناممکن ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جن قرائن کی بناء پر ازواج رسول صلی اللہ و آلہ وسلم کو آیت تطہیر میں داخل کرنے کی کوشش کی گئی تھی وہی اسباب انہیں آیت سے الگ رکھنے پر مجبور کر رہے ہیں۔

میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ اگر آیت تطہیر کو ماقبل کی آیتوں سے ملانا ضروری ہے تو تسلسل آیات کا نتیجہ حسب ذیل ہونا چاہیے:

پہلی آیت کے بعد ازواج کی جگہ پر لفظ نساء آئی ہے اس لیے آیت تطہیر کو ازواج سے

الگ کر کے "نساء" سے متعلق رکھنا چاہیے۔

"نساء" کو دو حصوں پر تقسیم کیا گیا ہے ایک کو بد کرداری پر مورد عتاب ٹھہرایا گیا ہے اور دوسرے کو نیک نامی پر مستحق جزا ---- اس لیے پہلی قسم کو آیت سے بے تعلق تسلیم کرنا چاہیے ---- آیت بمقام مدح میں ہے اور مستحق عتاب قابل مدح و ثناء نہیں ہو سکتا!

"نساء" کی نیک انجام فردوں کا ذکر کرنے کے بعد "اہل البیت" کی لفظ آ جاتی ہے جس کا مطلب یہ ہو گا کہ آیت کی مصداق "نساء" کی وہ فردیں ہیں جو اہل البیت کا مصداق بن سکیں اور تاریخ قرآن گواہ ہے کہ یہ بات سوائے جناب فاطمہ زہرا کے کسی اور خاتون کو حاصل نہیں ہو سکتی۔ آپ ہی کی شخصیت وہ ہے جسے آیت مباہلہ نے "نساء نبی" کا واحد مصداق قرار دیا ہے اور آپ ہی کی ذات گرامی وہ ہے جس کے دروازہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل البیت کہہ کر سلام کیا ہے۔

اور شاید یہی راز تھا کہ حدیث کساء میں ملک کے سوال پر تمام اہل کساء کا تعارف جناب فاطمہ علیہا السلام کے ذریعہ کرایا گیا ہے ---- آپ ہی آیت تطہیر کا مرکز تھیں ---- اور مرکز ہی سے دائرہ کے تمام خطوط برآمد ہوتے ہیں۔

مرکزیت کا یہی انداز تھا جس نے فاطمہ علیہا السلام کے ہر رشتہ کو آیت تطہیر کا مصداق بنا دیا ---- باپ ہے تو وہ بھی صاحب تطہیر ---- شوہر ہے تو وہ بھی مصداق آیت ---- بیٹے ہیں تو وہ بھی فرزندان عصمت و طہارت۔

اور فاطمہ علیہا السلام کا یہی وہ شرف ہے جس میں دنیا کا کوئی انسان ان کا شریک نہیں بن سکتا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خود معصوم تھے لیکن ان کے والد بزرگوار ---- اور ان کی ازواج طیبات معصوم نہ تھیں۔

امیر المومنین علی علیہ السلام بن ابی طالب معصوم تھے لیکن ان کے والد بزرگوار معصوم نہ تھے ----

امام حسن علیہ السلام معصوم تھے لیکن ان کی ازواج و اولاد معصوم نہ تھی۔

امام حسین علیہ السلام معصوم تھے لیکن ان کی ازواج معصوم نہ تھیں۔

اور جناب فاطمہ علیہا السلام ---- نسب و سبب ہر رشتہ کے اعتبار سے عصمت و طہارت کا مرکز ---- باپ معصوم ---- شوہر معصوم ---- بچے معصوم ---- اور آنے والی

نسل میں ایک پورا سلسلہ عصمت و طہارت!

ابن حجر مکی صواعق محرقہ کے ص ۱۴۳ سطر ۱۴ پر تحریر فرماتے ہیں۔ اکثر مفسرین کا خیال ہے کہ یہ آیت حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین کے متعلق نازل ہوئی ہے تاکہ ضمیر عنکم سے اور جو اس کے مابعد ہے اس کی تذکیر کی جائے۔ یہ بھی کہا گیا کہ یہ آیت آپ کی بیویوں کے متعلق نازل ہوئی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **وَاذْكُرْنَ مَايُتْلٰى فِي بُيُوتِكُنَّ**۔

اور حضرت ابن عباس کی طرف سے یہ بات منسوب کی گئی ہے جس میں آپ کا غلام عکرمہ بھی شامل ہے کہ آپ بازار میں منادی کر رہے تھے کہ اس سے مراد صرف حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں اور بعض دوسرے لوگوں نے اسے آپ کی بیویوں کے متعلق قرار دیا ہے کیونکہ وہی آپ کے سکونتی مکان میں رہائش پذیر تھیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس قول **وَاذْكُرْنَ مَايُتْلٰى فِي بُيُوتِكُنَّ** کی وجہ سے بھی اس آیت کو آپ کی بیویوں کے متعلق قرار دیا گیا ہے اور آپ کے اہل بیت آپ کے نسب والے بھی ہیں۔ جن پر صدقہ حرام قرار دیا گیا ہے۔ ایک جمعیت نے اس پر اعتماد کیا ہے اور اسے ترجیح دی ہے اور ابن کثیر نے اس کی تائید کی ہے کہ اس آیت کا سبب نزول آپ کی بیویاں ہیں اور آپ کے اہل قطعی طور پر اس میں داخل ہیں خواہ اکیلے ہی۔ جیسا کہ ایک قول میں بیان کیا گیا ہے اور زیادہ درست بات یہ ہے کہ دوسرے بھی آپ کے ساتھ شامل ہیں۔ اس بارے میں کچھ احادیث بیان ہوئی ہیں۔ جن میں سے کچھ پہلے اور کچھ دوسرے نقطہ نگاہ کے حق میں ہے۔ اس لئے وہی نقطہ نگاہ قابل اعتماد ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ اب ہم ان احادیث میں سے کچھ کا ذکر کرتے ہیں۔

احمد نے ابو سعید خدری سے بیان کیا ہے کہ یہ آیت پنجتن پاک کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین کے متعلق ابن جریر نے اسے مرفوعاً" ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ یہ آیت پنجتن پاک کے متعلق نازل ہوئی ہے یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حضرت علی، حضرت حسن، حضرت حسین اور حضرت فاطمہ کے متعلق۔ طبرانی نے بھی اسے ایسے ہی بیان کیا ہے اور مسلم نے کہا ہے کہ آپ نے ان سب حضرات کو اپنی چادر میں داخل کیا اور اس آیت کو پڑھا اور صحیح روایت یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے ان سب حضرات پر اپنی چادر ڈالی اور کہا اے اللہ یہ

میرے اہل بیت اور میرے خاص لوگ ہیں۔ ان سے ناپاکی کو دور فرما اور انہیں اچھی طرح پاک کر دے۔ حضرت ام سلمہ نے کہا میں بھی ان کے ساتھ ہوں؟ فرمایا تو تو بھلائی پر ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے **تَطهِيرا** کے بعد فرمایا جو ان سے جنگ کرے گا میں اس سے جنگ کروں گا اور جو ان سے صلح کرے گا میں ان سے صلح کروں گا اور جو ان سے دشمنی کرے گا میں ان کا دشمن ہوں گا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے ان پر چادر ڈال کر ان پر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا اے اللہ یہ لوگ آل محمدؐ ہیں پس تو اپنی صلوٰۃ و برکات آل محمدؐ پر نازل فرما۔ یقیناً" تو قابل تعریف اور بزرگی والا ہے۔

ثعلبی کا خیال ہے کہ اہل بیت سے مراد تمام بنو ہاشم ہیں اور اس کی تائید حضرت حسن کی ایک حدیث سے ہوتی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت عباس اور ان کے بیٹوں پر چادر ڈالی اور پھر فرمایا اے میرے رب یہ میرا چچا اور اس کے بیٹے ہیں اور یہی میرے اہل بیت ہیں۔ انہیں آگ سے اس طرح محفوظ رکھ جس طرح میں نے انہیں اپنی چادر میں چھپا لیا ہے پس گھر کی چوکھٹ اور دیواروں نے آمین کہا تو آپ نے تین بار آمین کہا۔

ایک روایت میں ہے جسے ابن معین نے ثقہ قرار دیا ہے پھر آپ نے قبائل کو گھرانے قرار دیا اور مجھے ان سے بہترین گھر والا بنایا اور یہ سب کچھ خدا تعالیٰ کے اس قول کی وجہ سے ہوا **اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰہُ لِیُذہِبَ عَنکُمُ الرِّجسَ اَھلَ البَیتِ وَیُطَھِّرَکُم تَطہِیرًا** حاصل کلام یہ کہ سکونتی گھر میں رہنے والے افراد اس آیت کے مفہوم میں داخل ہوں کیونکہ انہیں یہاں مخاطب کیا گیا ہے اور جب میرے اہل سے مراد نسبی گھر والے ہوں تو وہ بھی اس سلوک میں مخفی طور مراد ہوں گے۔ جو آپ نے ان کے ساتھ کیا جن کا ذکر گزر چکا ہے۔ پس یہاں اہل بیت سے عمومی مفہوم مراد ہے۔ جیسے آپ کی ازواج اور آپ کے نسبی گھر والے اور وہ تمام بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ہیں اور حضرت حسن سے ایک روایت کئی طرق سے آئی ہے جن میں سے بعض کی سند حسن ہے کہ میں ان اہل بیت میں سے ہوں جن سے اللہ تعالیٰ نے ناپاکی کو دور فرما کر اچھی طرح پاک کر دیا ہے پس سکونتی گھر کی طرح نسب کی بیٹی بھی آیت میں مراد ہے۔

مسلم نے زید بن ارقم سے بیان کیا ہے کہ ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ کی بیویاں بھی آپ کے اہل بیت میں ہیں۔ فرمایا آپ کی بیویاں اہل بیت میں شامل ہیں لیکن آپ کے اہل بیت

وہ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے صدقہ حرام قرار دیا ہے بس آپ نے اشارہ کیا کہ آپ کی بیویاں آپ کے اس سکونتی گھر کے اہل میں سے ہیں جس کے رہنے والے کرامات و خصوصیات سے ممتاز ہیں نہ کہ آپ کے نسبی اہل بیت' وہ تو صرف وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام کیا گیا ہے۔

پھر یہ آیت اہل بیت نبوی کے فضائل کا منبع ہے کیونکہ ان میں ان کے روشن کارناموں اور بلند شان کا ذکر ہے۔ اس کی ابتدا **انما** کے لفظ سے ہوئی ہے جو حصر کے لئے آتا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ وہ ان سے اس ناپاکی کو کردے گا جو ایمانیات میں گناہ اور شک کا موجب ہوتی ہے اور انہیں دیگر اخلاق و احوال مذمومہ سے پاک کردے گا اور عنقریب بعض طرق میں ان کا آگ پر حرام کرنا بھی بیان ہو گا۔ اور یہ اس تطہیر کا فائدہ ہے جس کی غایت' انابت الی اللہ کا الہام اور اعمال صالحہ پر مداوت اختیار کرنا ہے اور جب ملوکیت کے باعث ان سے ظاہری خلافت کا خاتمہ ہو گیا اور یہ خاتمہ حضرت حسن پر نہیں ہوا تو انہیں اس کے عوض باطنی خلافت عطا کی گئی۔ یہاں تک کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ہر زمانے میں قطب الاولیاء انہی میں سے ہوتا ہے اور جن لوگوں نے کہا ہے کہ دوسروں سے بھی ہوتا ہے ان میں استاد ابو العباس المرسی بھی ہیں۔ جیسے کہ ان کے شاگرد تاج بن عطا اللہ نے ان سے نقل کیا ہے اور ان کی تطہیر سے مراد زکوٰۃ کا ان پر حرام قرار دینا ہے بلکہ امام مالک کے قول کے مطابق نفلی صدقہ بھی ان پر حرام ہے کہ یہ لوگوں کے میل ہونے کے ساتھ لینے والے کی ذلت اور دینے والے کی عزت بھی ہے۔ اس کے عوض انہیں خمس دیا گیا ہے یعنی فے اور غنیمت کا خمس جو لینے والے کی عزت اور دینے والے کی ذلت کا آئینہ دار ہے نیز اس سے یہ بھی باوثوق طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ نسبی گھر والے بھی اہل بیت میں شامل ہیں کیونکہ انہیں بھی حضور علیہ السلام کے ساتھ صدقہ الفرض زکوٰۃ' نذر' کفارہ وغیرہ کی تحریم میں شرکت سے خاص کیا گیا ہے بعض متاخرین نے اس کی مخالفت کی ہے اور اس امر پر بحث کی ہے کہ نذر' نفل کی طرح ہے مگر ایسا نہیں ہے حضور علیہ السلام نے نفل کی حرمت کا بھی اشارہ کیا ہے خواہ وہ عمومی رنگ کا ہو یا واضح طور پر بے قیمت ہو۔ ماوردی نے مساجد میں ان کے نماز پڑھنے اور زمزم اور بئر رومہ سے ان کے پانی پینے کو جائز قرار دیا ہے اور امام شافعی نے ان کے لئے نفل کی حلت کو حضرت امام باقر کے قول سے اخذ کیا ہے جب حضرت امام باقر پر مکہ مدینہ کی ندیوں سے پانی پینے پر عتاب کیا گیا تو آپ نے فرمایا ہم پر فرض صدقہ کو حرام قرار دیا گیا ہے اور آپ نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ امام باقر ایسا آدمی

خصائص کی وجہ سے اپنی طرف سے بات نہیں کہتا پس یہ روایت مرسل ہے کیونکہ حضرت امام باقر جلیل القدر تابعی ہیں۔

اکثر اہل علم نے کہا ہے کہ آپ نے حضرت امام کے مرسل قول سے مدد لی ہے اور یہ تحریم تمام بنو ہاشم' بنو عبدالمطلب اور ان کے غلاموں پر بھی حاوی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ بعض بنو ہاشم کے لئے صدقہ حلال ہے مگر یہ روایت ضعیف اور مرسل ہونے کی وجہ سے قابل حجت نہیں اور حضور علیہ السلام کا زمزم کے سقایہ سے پانی پینا حال کا واقعہ ہے جسے اس بات پر بھی محمول کیا جا سکتا ہے کہ اس میں جو پانی تھا وہ خود حضور علیہ السلام یا آپ کے ماذون کا کشید کردہ تھا یہ بات ثابت نہیں کہ وہ حضرت عباس کے صدقہ سے تھا اور آیت کو تطہیر کے مبالغہ پر ختم کرنے میں یہ حکمت ہے کہ وہ طہارت کے اعلیٰ مقام پر پہنچیں گے اور اس سے آگے بھی بڑھ جائیں گے پھر اس کی تنوین' تعظیم' تکثیر اور اعجاب مفید کے لئے ہے کہ یہ طہارت متعارف جنس سے نہیں پھر آیت میں جو کچھ طلب کیا گیا ہے اسے حضور علیہ السلام نے اپنے قول میں دہرایا ہے کہ اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں جیساکہ بیان ہو چکا ہے اور خود اپنے آپ کو بھی ان میں شمار کیا ہے تاکہ آپ کی نسل میں منسلک ہونے کی وجہ سے ان پر دوبارہ برکت نازل ہو بلکہ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ان کے ساتھ جبرئیل اور میکائیل کو بھی اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے شامل کیا ہے کہ وہ بھی ان کے نقش قدم پر ہیں نیز آپ نے ان پر صلوٰۃ کی تاکید ہے جیساکہ آپ نے فرمایا اے اللہ تو آل محمد پر صلوٰۃ و برکات نازل فرما۔ اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا ہے کہ میں ان سے جنگ کرنے والوں کے ساتھ جنگ کروں گا اس کا بیان بھی پہلے گزر چکا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اس کے بعد فرمایا جس نے میرے قرابت داروں کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔

ایک روایت میں ہے کہ اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کوئی بندہ مجھ سے محبت کئے بغیر مجھ پر ایمان نہیں لا سکتا اور وہ اس وقت تک مجھ سے محبت نہیں کر سکتا جب تک میرے قرابت داروں سے محبت نہ کرے اور ان کو اپنی جان کا مقام نہ دے۔

ایک صحیح روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا میں تم میں کتاب اللہ اور اپنی اولاد کو چھوڑے جا رہا ہوں جب تک تم ان سے تمسک کرو گے گمراہ نہ ہو

گے۔ اسی طرح آپ نے مباہلہ کے واقعہ میں اس آیت فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاءَ نَا وَ اَبْنَاءَ کُمْ میں انہیں شامل کیا۔ آپ حضرت حسن کو گود میں اٹھائے حضرت حسین کا ہاتھ پکڑے چلے۔ حضرت فاطمہ آپ کے پیچھے پیچھے چلی آ رہی تھیں اور حضرت علی ان کے پیچھے تھے۔ آپ اس کیفیت میں مباہلہ میں آئے ۔ یہ لوگ چادرِ مباہلہ والے ہیں اور آیت مباہلہ میں یہی لوگ مراد ہیں جیسے کہ اس آیت میں سب مراد ہیں اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰہُ لِیُذْهِبَ عَنکُمُ الرِّجْسَ اَهلَ الْبَیْتِ پس اس آیت میں اہل بیت سے مراد یا جو بھی ان کی فضیلت کے بارے میں یا آل یا قرابت دارں کی فضیلت میں بیان ہوا یہ سب لوگ آپکی آل ہیں اور یہ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کے مومنین ہیں۔ سخاوی نے القول البدیع میں علماء کے اختلاف کا ذکر ہے کہ جس صیغہ میں تشہد میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھی جاتی ہے۔ اس میں آل سے کیا مراد ہے فرماتے ہیں اس سے وہ لوگ مراد ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ جمہور نے اسی مذہب کو ختیار کیا ہے اور شافعی کا بیان ہے کہ احمد کا مذہب یہ ہے کہ اس سے مراد آپ کے اہل بیت ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کی ازواج اور اولاد مراد ہے۔ کہتے ہیں اس کا تعاقب کیا گیا ہے کہ تینوں روایات میں تطبیق ثابت ہے۔

تفضیل عائشہؓ و فاطمہؓ

اس کے بعد مولف نے یہ ایک غیر ضروری بحث چھیڑ دی ہے اور اپنے زعم ناقص میں اہل سنت حضرات کو ابھارنا چاہا ہے موصوف کا خیال یہ ہے کہ ان کی طرح باقی حضرات بھی جناب فاطمہ کی فضیلت کو برداشت نہ کر سکیں۔ اور اپنی سیادت کی داد دیں گے لیکن دلچسپی کے لئے اس سلسلے کے بھی چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

"قرآن میں حضور کی بھی صاحبزادی کا نام نہیں آیا رہ گیا سورہ آل عمران میں نسائنا کا لفظ تو اس سے سیدہ فاطمہؓ کو مراد لینا غلطی ہے۔ نساء ازواج کو کہتے ہیں دختر کو نہیں ص ۵۰"

کاش مولف سے کوئی پوچھتا کہ ازواج کا نام کہاں آیا ہے؟ نساء ازواج کو کس لغت میں کہتے ہیں؟ فرعون کے بارے میں ابناء کے ذبح کرنے اور نساء کے چھوڑ دینے کا ذکر ہے تو کیا نساء سے مراد بیویاں تھیں پھر رسول اکرم مباہلہ میں ازواج کو کیوں نہیں لے گئے کیا حضور لغت سے باخبر نہ تھے العیاذ باللہ۔

"جس طرح نسل کے ناطے سیدہ فاطمہ کو حضور نے اپنا اہل بیت فرمایا اس طرح عقل کی عدل کا فیصلہ ہے کہ حضور کی بقیہ تینوں صاحبزادیاں اور حضور کے تینوں فرزند بھی اسی ناطے اور اتنے ہی قوی استحقاق سے حضور کے اہل بیت اور یقیناً ہیں ص ۵۹"

جس طرح ذریت رسول ہونے کے ناطے حضور کی ایک دختر سیدہ فاطمہ، حضور کے نواسے نواسی حضرات سیدنا حسنین، زینب، ام کلثوم، حضور کے اہل بیت ہیں اس طرح اسی ناتے اسی منطق اور اتنے ہی قوی استحقاق سے حضور کی دختران سیدات زینب، رقیہ، ام کلثوم سے بھی حضور کے نواسی نواسے سے بھی مثل علی، امامہ، اولاد سیدنا ابوالعاص اموی اور حضرت عبداللہ بن سیدنا عثمان حضور کے اہل بیت ہیں ص ۵۹"

"یہ صحیح اور تسلیم ہے کہ موخر الذکر حضرات کے لئے صراحتاً" لفظ اہل بیت احادیث میں ثابت نہیں ہے مگر اس سے یہ لازم تو نہیں آتا کہ ان سے حضور کا رشتہ نہیں جو اول الذکر حضرات سے ہے ص ۶۰"

افسوس دشمنی اہل بیت میں انسان کیا کچھ نہیں کہتا اور کرتا۔ تقاضائے عدل و عقل (منطق و استحقاق یہ ہو کہ یہ سب اہل بیت ہوں لیکن رسول اکرمؐ نے عدل و عقل منطق سب کی مخالفت کی اور دوسرے کا حق غصب کر لیا۔ (معاذ اللہ ابھی تک اہل بیت کے گھر

کے رشتے سے ہوا کرتے تھے۔ اب نسل کے رشتے سے ہونے لگے اور اس میں سارے خاندان کے داخل کرنے کی مہم چلائی گئی آیت تطہیر میں صرف ازواج اہل بیت کے یا صحابہ کے برابر فضیلت میں کچھ فرق نہیں آتا ص ۷۳"

کیا اچھا اصول ہے؟ ازواج ناز زوجیت میں ٹوکیں، حضرت حسنینؑ ناز طفلی میں عمر کو ٹوکیں نہ اول میں ازواج کی فضیلت پر حرف آئے۔ اورنہ دوم میں عمر کی فضیلت پر امام حسینؑ نے ٹوک کرنا اہل ظاہر کر دیا اور وہ بھی صحیح ہے آپ اتر آئے یہ بھی صحیح ہے اور آپ کا مرتبہ محفوظ رہ گیا یہ بھی صحیح ہے ازواج نے ٹوکا یہ بھی صحیح۔ رسول کو تکلیف پہنچی یہ بھی صحیح۔ اور ازواج کو اس ادا پر اہل بیت کا لقب مل گیا یہ بھی صحیح۔ ماشاء اللہ جہاں کوئی اور راہ فرار نہ مل سکے وہاں ناز و انداز کا راستہ کھلا ہوا ہے۔

اگرچہ تفضیل عائشہ و فاطمہ کی بحث اس مقام پر قطعا" غیر ضروری تھی لیکن چونکہ مولف نے ازواج رسولؐ کی فرزندی کو لاج رکھنے کے لئے اس بحث کو چھیڑ ہی دیا ہے اور اپنے زعم ناقص سے یہ نتیجہ بھی نکال لیا ہے کہ حضرت عائشہ کا مرتبہ صدیقہ طاہرہ جناب فاطمہؑ سے کہیں زیادہ بلند ہے۔ اس لئے ہمارا بھی فرض ہے کہ دو لفظوں میں اپنے رائے کا اظہار کر دیں۔

کسی شخص کے احترام کی دو جہتیں ہوا کرتی ہیں۔ کبھی احترام ظاہری حالات کی بنیاد پر ہوتا ہے اور کبھی واقعی کمالات کی بنیاد پر بزرگوں کا احترام، اعزا کا احترام، احباب کا احترام، شریف قوم کا احترام یہ سارے احترام وہ ہیں جن کی بنیاد رشتہ، سن و سال اور ظاہری وجاہت پر رکھی جاتی ہے اسی باب سے ماں باپ کا احترام بھی ہے۔ ماں باپ کسی بھی کردار کے حامل ہیں لیکن ان کا ظاہری احترام ضرور کیا جائے گا جسے قرآن کی زبان میں **صاحبہ سما فی اللنیا معروفا**" سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی دنیا میں ان کے ساتھ نیک برتاؤ کیا جائے لیکن واقعی احترام اسلامی نقطہ نظر سے تقویٰ اور کردار کی بنیاد پر ہوتا ہے جس کے بارے میں اعلان ہوا ہے **ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم** تم میں سب سے زیادہ بزرگ وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے یعنی اس بزرگی کا لحاظ تقویٰ کے اعتبار سے ہے نہ کہ ظاہری وجاہت کے اعتبار سے۔

اس بنیاد پر امہات المومنین پر بھی دو طرح سے بحث ہو گی ایک ان کے مادری

رشتے کے اعتبار سے کہ خالق کائنات نے انہیں امہات المومنین قرار دیا ہے انہیں ماں کا درجہ دیا ہے لیکن ظاہر ہے کہ یہ رشتہ ظاہری ہے اور اس کا معاملہ بھی ظاہری ہو گا اس میں ساری ازواج شریک ہیں۔ کوئی امتیاز نہیں ہے اور ایک ان کے اوصاف و کمالات کے اعتبار سے جس میں زمین و آسمان کا فرق پایا جاتا ہے خود مولف نے بھی حضرت خدیجہ کو سب سے افضل قرار دیا ہے جس کا سبب صرف زوجیت نہیں ہے۔ بلکہ ان کے ذاتی کردار اور ان کے عمل کی واقعی عظمت ہے۔

جہاں تک ظاہری معاملات کا تعلق ہے وہ اپنے مقام پر محفوظ ہیں لیکن جب ظاہر حقیقت سے ٹکرا جاتا ہے تو معاملات ظاہر کی بنیاد پر نہیں لینے ہوتے بلکہ حقیقت مقدم کر دی جاتی ہے مثال کے طور پر یوں سمجھ لیجئے کہ ایک شخص کا باپ کافر ہے اسلام نے باپ کی حیثیت سے اس کے احترام کا خیال کیا ہے لیکن اگر یہی باپ اسلام کے مقابلے میں میدان جنگ میں آ جائے تو اب وہ ظاہری احترام ختم ہو جائے گا اور بیٹے کا فرض ہو جائے گا کہ اسلام کی حفاظت کے لئے باپ کو قتل کرے جیسا کہ صدر اسلام کی لڑائیوں میں ہوا ہے اور اسلام کے سچے مجاہدوں نے مذہب کے مقابلے میں رشتے کا کوئی خیال نہیں کیا ہے۔

بعینہ یہی صورت حال بعض ازواج رسول کی بھی ہے کہ ان کا احترام اپنے مقام پر محفوظ ہے لیکن جب وہ میدان جنگ میں حضرت علی کے مقابلے میں آ جائیں گی تو اب علیؑ کی فوج کے سپاہیوں کا فرض ہو گا کہ ظاہری احترام کو پس پشت ڈال کر جہاد کے احکام پر عمل کریں۔ امام وقت نفس رسول کا تحفظ کریں اس لئے کہ رسول اکرمؐ نے بارہا ان کی جنگ کو اپنی جنگ اور ان کی صلح کو اپنی صلح قرار دیا ہے۔

حضرت عائشہ کے بارے میں محبت رسول کی حدیثیں بے شمار درج کر لی گئیں لیکن دو باتیں ہمیشہ تشنہ بیان رہ گئیں نہ یہ واضح کیا گیا کہ خود انہیں حضرت رسول اکرمؐ سے کس قدر محبت تھی؟ اور نہ یہ بتایا گیا کہ اس کمال محبت کا راز کردار کی کون سی خوبی تھی؟ بلکہ بار بار زوجیت ہی کا حوالہ دیا گیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ معاذ اللہ ایک طرف قرآن محبت خدا کے لئے اتباع رسولؐ کو ضروری قرار دیتا ہے اور دوسری طرف رسول نے خود اپنی محبت کو اتنا ارزاں کر دیا ہے کہ اس میں کردار کی خوبی کا ذکر ہی نہیں آتا ہے

صرف زوجیت ہے جس کے ناز اس حد تک سے جاتے ہیں ام المومنین اپنے حدود سے تجاوز کر جاتی ہیں اور وہ نوبت آ جاتی ہے۔ جس کے بعد سورہ تحریم نازل ہو کر رسولؐ اسلام کو تسکین دیتا ہے کہ اگر یہ دونوں (عائشہ و حفصہ" آپ سے مقابلہ کرنا چاہیں تو آپ کی مدد کے لئے خدا' جبرائیل اور صالح مومنین موجود ہیں" اور خود ان امہات المومنین کو تنبیہہ کی جاتی ہے کہ "تم دونوں توبہ کرو اس لئے کہ تمہارے دلوں میں کجی پیدا ہو گئی ہے"

جناب فاطمہ کے بارے میں "سیدۃ النساء" کی روایت پر مولف نے کافی دلچسپ اعتراضات کئے ہیں لیکن مجھے ان لاطائل بحثوں سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ سیادت کی روایت سے زیادہ اہم جناب فاطمہؑ کے حق میں رسول اکرمؐ کا یہ فقرہ ہے "فاطمہؑ میرا ایک ٹکڑا ہے" خدا فاطمہؑ کے غضب سے غضب ناک ہوتا ہے" بخاری و مسلم الامامتہ والسیاستہ

ازواج کی محبت کی غیر معیاری اور مصنوعی روایات کو الگ کرنے کے بعد جناب فاطمہؑ کی اس عظمت پر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ حضرت عائشہ تو درکنار خود حضرت خدیجہ بھی جناب فاطمہؑ کی منزل میں نہیں آ سکتیں۔ اسلئے کہ کس کے غضب پر خدا اور رسول کے غضب کا موقوف و منحصر ہو جانا اس بلندی کردار کی دلیل ہے جس کا اندازہ کرنا بھی دشوار ہے گویا رسالت نے اس بات کی ضمانت کر لی ہے کہ فاطمہ کسی موقعہ پر بھی کسی شخص پر بلا سبب غضب ناک نہیں ہو سکتیں۔ ورنہ خدا کو بھی اپنے غضب کا اظہار کرنا پڑے گا اور یہ بلندی نفس کی وہ منزل ہے جس پر دنیا کی کوئی دوسری خاتون فائز نہیں ہے۔ بلکہ میں حدیث کی روشنی میں یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ اگر جناب فاطمہؑ خود حضرت عائشہ پر بھی غضب ناک ہو جائیں تو اسے شوہر کی حمایت یا جذبات پر محمول نہیں کیا جا سکتا' مسائل میراث سے ناواقفیت کی آڑ میں لے جا سکتی۔ بلکہ خدا اور رسول کو بہر حال اپنے غضب کا اعلان کرنا پڑے گا جب کہ انہوں نے اپنے غضب کو فاطمہ سلام اللہ علیہا کے غضب سے وابستہ کر دیا ہے۔

ضمیمہ از علامہ مرتضیٰ عسکری

یہ ایک ضمیمہ ہے جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ درج بالا کتابوں میں جو معتبر روایات آئی ہیں وہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ آیت تطہیر میں استعمال ہونے والا لفظ "اہل بیت" صرف پنجتن پاک کے لئے مخصوص ہے۔

یہ ضمیمہ حضرت علامہ محقق سید مرتضیٰ عسکری مولف کتاب "عبداللہ بن سبا" اور مائۃ و خمسون صحابی مختلق کی تالیف ہے۔ آیت تطہیر کی آخری بحثوں میں اس رسالہ کو میں نے اس لئے شامل کرنا مناسب سمجھا تاکہ اس تالیف کا مقصد مکمل ہو جائے۔

خداوند عالم سے ہماری دعا ہے کہ تمام مومنین کے لئے یہ فائدہ مند ثابت ہو۔

قصہ کی ابتداء

جب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے نزول رحمت کو ملاحظہ فرمایا

حاکم نے اپنی کتاب (المستدرک علی الصحیحین فی الحدیث) میں عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب سے نقل کیا ہے کہ جناب عبداللہ فرماتے ہیں کہ:

"جب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے نزول رحمت کے سلسلہ کو دیکھا تو فرمایا: "میرے پاس بلاؤ' میرے پاس لاؤ۔ جناب صفیہ نے پوچھا: اے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کس کو؟ فرمایا: میرے اہل بیت علی علیہ السلام و فاطمہ السلام و حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام کو۔ چنانچہ ان کو بلایا گیا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان کے اوپر اپنی چادر ڈال دی پھر اپنے ہاتھوں کو بلند کر کے فرمایا: پالنے والے یہ میرے آل ہیں پس تو محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و آل محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر اپنی رحمت نازل فرما۔ اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی:

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھر کم تطھیرا

حاکم کا کہنا ہے کہ: "یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔"

چادر کی قسم

الف: ام المومنین عائشہ کی حدیث میں ہے۔

مسلم نے اپنی صحیح میں، حاکم نے اپنی مستدرک میں، بیہقی نے اپنی سنن کبری میں اور طبری و ابن کثیر و سیوطی نے اپنی تفسیر آیت تطہیر کے ضمن میں لکھا ہے لیکن ترجمہ پہلے کا ہے جو عائشہ سے منقول ہے۔ وہ کہتی ہیں:

"رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ایک روز صبح کے وقت اس طرح نکلے کہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اوپر کالے بالوں سے بنی ہوئی ایک چادر تھی جس پر پالان کی تصویر تھی تو امام حسن علیہ السلام آئے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے چادر میں لے لیا پھر امام حسین علیہ السلام آئے ان کو بھی چادر کے اندر لے لیا پھر (حضرت فاطمہ علیہ السلام آئیں ان کو بھی چادر کے اندر لے لیا پھر (حضرت) علی علیہ السلام آئے اور ان کو چادر کے اندر لے لیا اور فرمایا: **انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس ...... الخ** (ب)

ب: ام سلمہ کی حدیث میں ہے:

جس کو طبر اور قرطبی نے اپنی تفسیروں میں آیت تطہیر کی تفسیر بیان کرتے ہوئے جناب ام سلمہ سے نقل کیا ہے کہ فرماتی ہیں:

"جب یہ آیت (**انما یرید اللہ.... الخ**) نازل ہوئی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے علی علیہ السلام و فاطمہ علیہ السلام و حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام کو بلا کر ان کے اوپر ایک کساء خیبری ڈالی۔

اور دوسری روایت میں جو جناب ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اس میں ہے: ان کو عباء اوڑھادی۔

اس روایت کو سیوطی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے اور ابن کثیر نے اسی طرح اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اہل بیت کی چادر کے نیچے بیٹھنے کی کیفیت

ج: عمر ابن ابی سلمہ کی حدیث میں ہے۔

طبری اور ابن کثیر نے اپنی اپنی تفسیروں میں، ترمذی نے اپنی صحیح میں، طحاوی نے مشکل الآثار میں لکھا ہے لیکن میں طبری کی عبارت کا ترجمہ کرتا ہوں کہ عمر بن ابی سلمہ نے کہا:

"آیت تطہیر جناب ام سلمہ کے گھر رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اوپر نازل ہوئی آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام و فاطمہ علیہ السلام کو بلا کر اپنے سامنے بٹھایا اور علی علیہ السلام کو بلا کر اپنے پیچھے بٹھایا اور پھر اپنے اور ان سب کے اوپر ایک چادر ڈال کر فرمایا: یہ میرے اہل بیت ہیں (اے خدا) ان سے رجس کو دور کر اور ان کو ایسا طاہر کر جیسا طاہر کرنے کا حق ہے۔

بن عساکر والی روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ ام سلمہ نے کہا:

"مجھے بھی ان لوگوں کے ساتھ کر لیجئے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:

"تم اپنی جگہ پر ہو اور تم خیر پر ہو۔"

واثلہ بن الاسقع اور ام سلمہ کی حدیث میں ہے:

"علی علیہ السلام و فاطمہ علیہ السلام کو اپنے سامنے اور حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام کو اپنی رانوں پر یا گود میں بٹھایا۔ جیسا کہ واثلہ سے حکم نے اپنی مستدرک میں نقل کر کے کہا ہے: یہ حدیث شیخین (بخاری و مسلم) کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور ہیثمی نے مجمع الزوائد میں نقل کیا ہے۔"

اہل بیت کے اجتماع کی جگہ

ابو سعید خدری کی حدیث میں ہے:

سیوطی نے اپنی کتاب در مسور میں آیت تطہیر کی تفسیر میں ابو سعید سے نقل کیا ہے کہ:

"جس دن جناب ام سلمہ کی باری تھی جبرائیل آیت تطہیر لے کر آئے ابو سعید کہتے ہیں: رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام و فاطمہ علیہ السلام و علی علیہ السلام کو بلایا پھر سب کو ایک جگہ اکٹھا کر کے ان سب پر ایک کپڑا ڈال دیا اور ام سلمہ اور ان افراد کے درمیان پردہ حائل کر دیا پھر فرمایا: پالنے والے یہ میرے اہل بیت ہیں۔ پالنے والے یہ میرے اہل بیت سے رجس کو دور کر اور ان کو اس طرح پاک و پاکیزہ قرار دے جو پاک و پاکیزہ قرار دینے کا حق ہے۔ جناب ام سلمہ نے کہا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کیا میں بھی ان کے ساتھ ہوں؟ فرمایا: تم اپنی جگہ پر ہو۔ تم خیر پر ہو۔

ام سلمہ کی حدیث میں ہے:

ابن کثیر، سیوطی، سنن، بیہقی، خطیب کی تاریخ بغدادی، طحاوی کی مشکل الاثار میں آیت تطہیر کی تفسیر میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ ترجمہ تفسیر ابن کثیر کا پیش کیا جا رہا ہے۔ جناب ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

"آیت تطہیر میرے گھر میں اس وقت اتری جب میرے گھر میں فاطمہ علیہ السلام، علی علیہ السلام، حسن علیہ السلام، حسین علیہ السلام موجود تھے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوپر ایک چادر تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو ان لوگوں پر ڈال دیا۔ پھر فرمایا: "یہی میرے اہل بیت ہیں۔ پس ان سے رجس کو دور کر دے اور اس طرح پاک و پاکیزہ قرار دے جو پاک و پاکیزہ قرار دینے کا حق ہے۔"

مستدرک الصحیحین میں جو حاکم کی روایت ہے اس میں بھی ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

"یہ آیت میرے گھر میں اتری ہے۔"

صحیح ترمذی میں باب فضائل فاطمہ علیہ السلام کے اندر ہے اور ریاض نضرہ اور تہذیب التہذیب میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"پالنے والے یہ میرے اہل بیت ہیں اور میر خصوصی لوگ ہیں ان سے رجس کو دور کر دے اور پاک کرنے کی طرح پاک کر دے۔"

اور مسند احمد میں ہے ام سلمہ نے کہا:

"میں اپنا سر اس (چادر والے) گھر میں داخل کر کے کہا: اور میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ ہوں اے خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟ فرمایا: تمہارا (راستہ) خیر کی طرف ہے۔ تمہارا راستہ خیر کی طرف ہے۔"

ایک دوسری روایت میں ہے:

"میں نے چادر کا ایک گوشہ پکڑ کر اٹھایا تاکہ میں بھی اس کے اندر داخل ہو جاؤں مگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو کھینچ لیا اور فرمایا:

"تم خیر پر ہو۔"

حاکم کی جو رایت مستدرک میں ہے اس میں ہے: ام سلمہ نے کہا:

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا میں اہل بیت میں سے نہیں ہوں؟ فرمایا: تم خیر

پر ہو مگر یہ میرے اہل بیت ہیں۔ پالنے والے میرے اہل بیت زیادہ حق دار ہیں۔"

نزول آیت کے وقت کون لوگ گھر میں تھے؟

تفسیر سیوطی اور مشکل الآثار میں ہے۔ ترجمہ سیوطی کی عبارت کا پیش خدمت ہے۔ ام سلمہ فرماتی ہیں:

"آیت تطہیر میرے گھر میں نازل ہوئی اور اس وقت میرے گھر میں سات آدمی تھے۔ جبرائیل، میکائیل، علی علیہ السلام، فاطمہ علیہ السلام، حسن علیہ السلام، حسین علیہ السلام اور میں گھر کے دروازے پر تھی۔ میں نے کہا: اے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کیا میں اہل بیت میں سے نہیں ہوں؟ فرمایا: تم خیر پر ہو۔ تم خیر پر ہو۔ تم رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بیویوں میں سے ہو۔"

ابن عساکر کی روایت میں اتنا اور ہے۔

"یہ نہیں کہا کہ تم اہل بیت میں سے ہو۔"

نزول آیت کے وقت اہل بیت کس حالت میں تھے؟

تفسیر طبری میں ابو سعید خدری کے واسطہ سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے آیت تطہیر کے گھر میں نازل ہوئی۔ ام سلمہ فرماتی ہیں:

"میں گھر کے دروازے پر بیٹھی تھی۔"

تفسیر طبری ہی میں ام سلمہ سے منقول ہے۔ وہ فرماتی ہیں:

"سب (علی علیہ السلام و فاطمہ علیہ السلام و حسنین علیہ السلام) رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس جمع ہو گئے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اوپر ڈال دیا۔ پھر فرمایا: (خدایا) یہی میرے اہل بیت ہیں لہٰذا ان سے رجس کو دور کر دے اور ان کو پاک کرنے کی طرح پاک قرار دے۔ جب یہ سب فرش پر اکٹھا ہوئے تو یہ آیت اتری تھی۔"

ام سلمہ کہتی ہیں:

"میں نے کہا: اے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کیا میں بھی (اس میں شامل ہوں) خدا کی قسم یہ تو بہت بڑی نعمت ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: تم خ... "

آیت کے لفظوں کی شرح

راغب اصفہانی اپنی کتاب "مفردات القرآن" میں مادہ (رود) کے ضمن میں تحریر کرتے ہیں۔

"جب کہا جائے **اراد اللہ** تو اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے فلاں کا کا فیصلہ کیا ہے

ارادبکم سوءا اواراد بکم رحمۃ

اور مادہ الرجس میں کہا ہے۔

"الرجس: یعنی پلید' ناپاک۔"

اس کے بعد کہتے ہیں:

"رجس چار طرح کا ہوتا ہے۔ 1۔ طبیعت کے اعتبار سے۔ 2۔ عقل کے اعتبار سے۔ 3۔ شرع کے اعتبار سے۔ 4۔ ہر ایک اعتبار سے جیسے مردار' جوا' شرک وغیرہ وغیرہ۔

تفسیر عالبی ج 3 ص 228 میں ہے:

"رجس کا اطلاق اثم (گناہ) پر' عذاب پر' نجاستوں پر' نقائص پر ہوتا ہے۔ خدا نے ان سب کو اہل بیت سے دور کر دیا ہے۔"

رجس' کا لفظ (بطور مثال) درج ذیل مقامات پر آیا ہے۔

1۔ انما الخمر و المیسر والا نصاب و الا زلام رجس من عمل الشیطن

(سورہ مائدہ 5 آیت 90)

"شراب اور جوا اور بت اور پانسے تو بس ناپاک (برے) شیطانی کام ہیں۔"

2۔ فاجتنبوا الرجس من الاوثان

(سورہ حج 22 آیت 30)

"تم رجس یعنی ناپاک بتوں سے اجتناب کرو۔"

3۔ الا ان یکون میتۃ او دما مسفوحا اولحم خنزیر فانہ رجس

(سورہ انعام 6 آیت 145)

"مگر جب وہ مردہ ہو یا بہتا ہوا خون ہو یا سور کا گوشت ہو تو بیشک یہ چیزیں رجس (ناپاک)

ہیں (اور حرام ہیں)

4۔ کذلک یجعل اللہ الرجس علی الذین لا یومنون

(سورہ انعام 6 آیت 126)

"اسی طرح خدا برائی کو ان لوگوں پر مسلط کر دیتا ہے جو ایمان نہیں لاتے"

5۔ فاعرضوا عنہم فانہم رجس

(سورہ توبہ 9 آیت 95)

"تم ان کی طرف سے اعراض کر لو۔ بیشک یہ لوگ کثیف و ناپاک ہیں۔"

6۔ قال قد وقع علیکم من ربکم رجس و غضب

(سورہ اعراف 7 آیت 71)

"(جناب ہود علیہ السلام نے) کہا (بس یہ سمجھ لو) تمہارے اوپر تمہارے خدا کی طرف سے عذاب اور غضب نازل ہو چکا"

اور آیت تطہیر میں طہارت کی شان اس طرح کی ہے جس طرح مندرجہ ذیل آیت میں بیان ہوئی ہے۔

وانقالت الملئکة یمریم ان اللہ اصطفک و طہرک واصطفک علی نساء العلمین

(سورہ آل عمران 3 آیت 42)

"اور وہ (واقعہ بھی یاد کرو) جب فرشتوں نے مریم سے کہا اے مریم تم کو خدا نے برگزیدہ کیا اور (تمام برائیوں اور گناہوں سے) پاک و صاف رکھا اور سارے دنیا جہاں کی عورتوں میں سے تم کو منتخب کیا ہے"

اور حدیث میں جو لفظ کساء آیا ہے اس سے مراد وہ لباس ہے جو عباء کی طرح کا ہوتا ہے اور تمام کپڑوں کے اوپر پہنا جاتا ہے۔

روایات کی رو سے آیت کی تفسیر

تفسیر سیوطی میں ابن عباس سے مروی ہے وہ کہتے ہیں: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"خدا نے تمام مخلوق کو دو قسموں پر تقسیم کیا اور مجھے ان میں سے جو بہترین قسم تھی اس میں قرار دیا ...... یہاں تک کہ فرمایا: پھر قبائل کو گھرانوں میں تقسیم کیا اور ہم کو سب سے بہتر گھرانے میں قرار دیا۔ اسی کی طرف قرآن نے اشارہ کیا ہے **انما یرید اللہ** ...... الخ۔ پس میں اور میرے اہل بیت علیہ السلام تمام گناہوں سے پاک ہیں۔"

اور تفسیر سیوطی میں جو حدیث ضحاک بن مزاحم سے مروی ہے۔ اس میں ہے کہ:

"ہم وہ اہل بیت علیہ السلام ہیں جن کو خدا نے طیب و طاہر کیا ہے۔ اور ہم شجرہ نبوت سے ہیں پیغام ربانی کا مرکز ہیں اور بیت رحمت سے ہیں اور ہم معدن علم ہیں ہمارے پاس ملائکہ کی آمد و رفت رہتی ہے۔ (17)

تفسیر طبری اور محب الدین طبری کی ذخائر العقبی میں ابو سعید خدری کی روایت ہے کہ:

"رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: آیت تطہیر پانچ اشخاص میرے، علی علیہ السلام و فاطمہ علیہ السلام اور حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

مشکل الاثار میں جناب ام سلمہ سے روایت ہے۔

"آیت تطہیر رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم، حضرت علی علیہ السلام، جناب فاطمہ علیہ السلام، حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔"

گزشتہ روایات میں رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے آیت تطہیر کی شرح اور اس کا بیان قولاً" اور عملاً" بیان کیا جا چکا ہے۔

صحیح مسلم میں ہے۔

"جب صحابی رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم زید بن ارقم سے پوچھا گیا رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اہل بیت کون ہیں؟ کیا ان کی بیویاں؟ تو زید نے کہا: نہیں خدا کی قسم (نہیں) عورت شوہر کے ساتھ ایک مدت تک رہتی ہے۔ پھر جب مرد طلاق دے دیتا ہے تو وہ اپنے باپ اور اپنی قوم کی طرف چلی جاتی ہے لیکن رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اہل بیت ان کی اصل اور وہ اہل خاندان ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ (30)

ہیثمی کی مجمع الزوائد میں ابو سعید خدری سے منقول کیا ہے:

"وہ اہل بیت علیہ السلام جن سے خدا نے رجس کو دور کیا ہے اور ان کو پاک و پاکیزہ قرار دیا ہے (یہ کہہ کر اپنی انگلیوں پر گنا) اور کہا: وہ پانچ ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم،

حضرت علی، حضرت فاطمہ، حسن اور حسین علیہم السلام۔"

طبرانی نے اپنی تفسیر میں قتادہ سے آیت تطہیر کے بارے میں نقل کیا ہے کہ قتادہ نے کہا:
"اہل بیت علیہ السلام وہ لوگ ہیں جن کو خدا نے برائیوں سے پاک قرار دیا ہے اور اپنی رحمت کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔"

آیت تطہیر کی تفسیر میں طبری نے بھی کہا ہے:
"اے اہل بیت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کا ارادہ یہ ہے کہ تم سے برائیوں اور فحشاء کو دور رکھے اور گناہگاروں میں جو پلیدی، کثافت اور گندگی ہوتی ہے اس سے تم کو پاک و پاکیزہ قرار دے۔ (23)

نزول آیت کے بعد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کیا

مجمع الزوائد میں ابو برزة سے روایت ہے وہ کہتے ہیں:
"میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سترہ (17) مہینے نماز پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی اپنے گھر سے نکلتے تھے (تو پہلے) فاطمہ علیہ السلام کے دروازے پر آتے تھے اور فرماتے تھے **الصلاہ علیکم انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس** الخ

تفسیر سیوطی میں ابن عباس سے روایت ہے وہ کہتے ہیں:
"میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نو ماہ رہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزانہ ہر نماز کے وقت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے دروازے پر آکر فرماتے تھے: السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ، اہل بیت۔ **انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اہل البیت** الخ

صحیح ترمذی، مسند احمد، مسند طیالسی، مستدرک الصحیحین، اسد الغابہ، تفسیر طبری، تفسیر ابن کثیر، تفسیر سیوطی میں انس بن مالک سے مروی ہے۔ ترمذی کے مطابق انس کی روایت کا ترجمہ یہ ہے:

"رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (مسلسل) چھ ماہ تک جناب فاطمہ علیہ السلام کے دروازے سے گزرتے رہے اور جب بھی نماز صبح کے لئے ادھر سے گزرتے تھے فرماتے تھے:

الصلاه یا اہل البیت انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت الخ

استیعاب' اسد الغابہ' مجمع الزوائد' مشکل الاثار' تفسیر طبری' تفسیر ابن کثیر اور تفسیر سیوطی میں ابو الحمراء سے روایت ہے۔ ہم سیوطی کی عبارت کا ترجمہ کرتے ہیں ابوالحمرا کہتے ہیں:

"میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے آٹھ ماہ مدینہ میں (قرآن) حفظ کیا اور یہ کوئی ایک مرتبہ کی بات نہیں ہے بلکہ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نماز صبح کے لئے نکلتے تھے تو علی علیہ السلام کے دروازے پر آ کر دروازے کے دونوں بازوؤں کو پکڑ کر فرماتے تھے

الصلاہ الصلاہ انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت الخ

ایک روایت میں چھ ماہ' ایک میں سات ماہ' ایک میں آٹھ ماہ اور ایک روایت میں نو ماہ آیا ہے۔

مجمع الزوائد اور تفسیر سیوطی میں ابو سعید خدری کی روایت ہے مگر لفظوں کے اختلاف کے ساتھ چنانچہ اس میں ہے۔

"چالیس صبح رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم دروازہ فاطمہ علیہ السلام پر آئے اور فرمایا: السلام علیکم اہل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ **الصلاہ رحمکم اللہ انما یرید اللہ لیذہب.... الخ انا حرب لمن حاربتم انا سلم لمن سالمتم (28)**

"جس سے تم جنگ کرو اس سے میری جنگ ہے اور جس سے تم دوستی رکھو اس سے میری دوستی ہے۔"

جن حضرات نے آیت تطہیر سے فضیلت اہل بیت پر استدلال فرمایا ہے

1۔ امام حسن ابن علی علیہما السلام

حاکم نے مستدرک الصحیحین میں امام حسن علیہ السلام کے فضائل کے ضمن میں اور ہیثمی نے فضائل اہل بیت علیہ السلام کے سلسلہ میں ذکر کیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد امام حسن علیہ السلام نے جو خطبہ ارشاد فرمایا اس میں فرمایا:

"اے لوگو! جو مجھے جانتا ہے وہ تو جانتا ہے اور جو نہیں جانتا (وہ جان لے کہ) میں حسن علیہ السلام بن علی علیہ السلام ہوں' میں ابن النبیؐ ہوں میں ابن الوصی ہوں' میں ابن البشیر ہوں'

میں ابن النذیر ہوں' میں خدا کی طرف بلانے والے کا بیٹا ہوں' میں سراج منیر کا فرزند ہوں' میں ان اہل بیتؑ سے ہوں جن کے یہاں جبرئیل اترتے تھے اور جہاں سے صعود کرتے تھے۔ میں ان اہل بیت میں سے ہوں جن سے خدا نے رجس کو دور کر دیا ہے اور ان کو پاک و پاکیزہ قرار دیا ہے۔"

مجمع الزوائد اور تفسیر ابن کثیر میں ہے لیکن ترجمہ اول الذکر کا ہے:

"حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد جب امام حسن علیہ السلام خلیفہ ہو گئے تو ایک دن آپ علیہ السلام نماز پڑھا رہے تھے کہ ایک شخص نے آکر آپ علیہ السلام کے کولہے پر خنجر کا وار کیا جس سے آپ علیہ السلام بیمار پڑ گئے اور کئی مہینے بیمار رہے پھر ایک دن آپ علیہ السلام نے منبر پر آکر خطبہ دیا اور فرمایا: اے عراق والو! ہمارے بارے میں خدا سے ڈرو۔ ہم تمہارے امیر اور مہمان ہیں۔ ہم وہی اہل بیتؑ ہیں جن کے بارے میں خدا نے آیت تطہیر **انما یرید اللہ لیذھب عنکم** الخ نازل فرمائی ہے۔ اس دن آپ کا خطبہ جاری تھی اور مسجد میں کوئی ایسا شخص نہیں تھا جو رو نہ رہا ہو۔"

طبرانی نے بھی اس کی روایت کی ہے اور اس کے سب راوی معتبر ہیں۔

2۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا۔

طحاوی کی مشکل الاثار میں عمرۃ الھمدانیہ سے مروی ہے وہ کہتی ہیں:

"میں ام سلمہ کے پاس آئی اور ان کو سلام کیا تو انہوں نے پوچھا تم کون ہو؟ میں نے کہا: عمرۃ ہمدانیہ (عمرۃ کہتی ہے) مجھے اس شخص کے بارے میں بتایئے جو ہمارے قتل کر دیا گیا جس کے کچھ لوگ دوست ہیں اور کچھ لوگ دشمن ہیں۔ میری مراد علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے ہے۔ ام سلمہ نے کہا: تم ان سے محبت کرتی ہو یا ان سے بغض رکھتی ہو؟ میں نے جواب دیا: نہ میں ان کو محبوب رکھتی ہوں اور نہ ہی ان سے بغض رکھتی ہوں۔ ام سلمہ نے فرمایا: جب آیت تطہیر نازل ہوئی ہے یعنی **انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس** الخ تو اس وقت (میرے) گھر میں جبرئیل' رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم' علی علیہ السلام' فاطمہ علیہ السلام' حسن علیہ السلام' حسین علیہ السلام کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ میں نے کہا: اے خدا کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کیا میں بھی اہل بیت سے ہوں؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے لئے خدا کے پاس خیر ہے۔ اگر رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہاں کہہ دیتے تو یہ بات

ساری دنیا سے زیادہ میرے نزدیک محبوب ہوتی۔"

3۔ سعد بن ابی وقاص

خصائص نسائی میں عامر بن سعد ابی وقاص سے مروی ہے کہ:

معاویہ نے سعد کو حکم دیا اور کہا:

"تم ابو تراب (علیؑ) پر سب وشتم کیوں نہیں کرتے ہو

سعد نے کہا:

"میں انہیں گالی نہیں دے سکتا۔ کیونکہ تین باتیں جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان (علی علیہ السلام) کے لئے فرمائی ہیں وہ مجھے یاد آ جاتی ہیں اور اگر ان میں سے ایک بات بھی میرے لئے ہوتی تو وہ سرخ اونٹوں سے زیادہ مجھے محبوب ہوتی۔ میں نے خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس وقت جبکہ وہ علی علیہ السلام کو کسی غزوہ میں اپنا خلیفہ بنا کر گئے تھے اور علی علیہ السلام نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا مجھے عورتوں اور بچوں پر خلیفہ بنا رہے ہیں؟ تو فرماتے ہیں ہوئے سنا: اے علیؑ کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ مجھ سے تم کو وہی نسبت حاصل ہو جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔ بس اتنا فرق ہے کہ میرے بعد نبوت ختم ہے۔ اور خیبر کے دن فرماتے ہوئے سنا: کل علم ایسے مرد کو دوں گا جس کو اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوست رکھتے ہوں گے اور جو خدا و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوست رکھتا ہو گا۔ ہم لوگوں نے ایڑی اونچی کر کر کے اپنے کو لمبا کیا مگر آپؐ نے فرمایا: علیؑ کو بلاؤ۔ علیؑ کو لایا گیا مگر وہ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپؑ کی آنکھوں میں لعاب دہن لگایا اور پرچم اسلام ان کے حوالہ کیا اور جب آیت تطہیر نازل ہوئی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی علیہ السلام و فاطمہ علیہ السلام و حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام کو بلا کر کہا: خدایا! یہی میرے اہل بیت ہیں۔

آیت تطہیر کی تفسیر جو تفسیر ابن جریر اور ابن کثیر اور مستدرک حاکم اور مشکل الاثار میں ہے۔ اس میں ہے ترجمہ اول الذکر کتاب کا ہے:

"سعد نے کہا: جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام اور ان کے دونوں بیٹوں (حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام) اور فاطمہ علیہ السلام سب کو (بلا کر) ایک کپڑے کے نیچے داخل کر لیا۔ پھر فرمایا: یہی

میرے اہل ہیں اور میرے اہل بیت ہیں۔

4۔ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ

الف: تاریخ طبری اور تاریخ ابن اثیر میں ہے۔ ترجمہ اول الذکر کتاب سے ہے کہ:

"جب عمر نے ابن عباس سے کہا: اے بنی ہاشم افسوس واللہ تمہارے دلوں میں ہمیشہ حسد و کینہ رہا اور ہمیشہ ایسا کھوٹ رہا جو کبھی دور نہیں ہوا۔ تو اس کے جواب میں ابن عباس نے کہا: امیر المومنین ذرا ٹھہریئے! جس قوم کے دل سے خدا نے رجس کو دور کر دیا ہو اور دھوکے اور عداوت سے پاک کر دیا ہو اس کے لئے آپ نہ کہئے کہ اس میں دھوکہ اور عداوت ہے۔ آخر قلب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی بنی ہاشم ہی کے قلوب میں سے تھا۔"

ب: مسند امام احمد' خصائص النسائی' ریاض النضرۃ' مجمع الزوئد' میں ہے ترجمہ اول الذکر کتاب سے ہے۔

"عمرو بن میمون کہتے ہیں: میں ابن عباس کے پاس بیٹھا تھا کہ ان کے پاس نو قبیلوں کے لوگ آئے اور آتے ہی انہوں نے کہا: اے ابن عباس یا تو ہمارے پاس اٹھ کر آیئے یا ان لوگوں کو ہٹایئے تاکہ تنہائی ہو سکے۔ ابن عباس نے کہا میں ہی اٹھ کر تمہارے پاس آتا ہو۔ راوی کہتا ہے ابن عباس اس وقت ٹھیک تھے نابینا نہیں ہوئے تھے۔ پھر ان لوگوں نے کیا باتیں کیں مجھے نہیں معلوم۔ لیکن ابن عباس اپنے کپڑے جھاڑتے ہوئے آئے اور بولے: اف اور تف ہو یہ لوگ ایسے شخص کی برائی کرتے ہیں جس میں دس خصلتیں پائی جاتی ہیں اور پھر گناتے گناتے کہا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا کپڑا لیا اور اس کو علی علیہ السلام و فاطمہ علیہ السلام و حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام پر ڈالا اور فرمایا: **انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا**

5۔ واثلہ بن الاسقع

طبری نے آیت تطہیر کی تفسیر میں' ابن حنبل نے اپنی مسند میں' حاکم نے اپنی مستدرک میں کہا ہے یہ شیخین (بخاری و مسلم) کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ بیہقی نے اپنی سنن میں' طحاوی ن مشکل الاثار میں ہیثمی نے مجمع الزوائد میں لکھا ہے۔ ترجمہ اول الذکر کتاب کا ہے۔

ابو عمار کہتے ہیں۔

"میں واثلہ بن الاسقع کے پاس بیٹھا تھا کہ لوگوں نے علی علیہ السلا کا ذکر چھیڑ دیا اور ان

پر سب و شتم کرنے لگے جب سب لوگ اٹھ کر چلے گئے تو واثلہ نے مجھ سے کہا: تم بیٹھو تاکہ میں تم کو اس شخص کے بارے میں بتاؤں جس کو یہ لوگ ابھی گالیاں دے رہے تھے (سنو) میں رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس تھا کہ اتنے میں رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس علی علیہ السلام، فاطمہ علیہ السلام، حسن علیہ السلام، حسین علیہ السلام آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان پر اپنی چادر ڈال دی اور فرمایا: خدایا یہی میرے اہل بیت ہیں۔ پروردگار ان سے رجس کو دور کر دے اور ان کو پاک کرنے کی طرح پاک قرار دے۔

ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اس کو اچھی خاصی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اسد الغابہ میں شداد بن عبداللہ سے منقول ہے وہ کہتے ہیں:

"میں نے واثلہ بن الاسقع سے اس وقت سنا جب امام حسین علیہ السلام کا سر لایا گیا اور ایک شخص نے ان پر لعنت کی کہ وہ کھڑے ہو گئے اور فرمایا: خدا کی قسم جب سے میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سنا ہے کہ آپؐ نے علی علیہ السلام و فاطمہ علیہ السلام و حسن علیہ السلام حسین علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: **انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت** الخ۔ تب سے میں ان پانچوں تن کو دوست رکھتا ہوں۔

جناب ام سلمہ سے بھی ہے۔

مسند احمد، تفسیر طبری، مشکل الاثار میں ہے۔ ترجمہ مسند احمد کی عبارت کا ہے:

"شہر بن حوشب بیان کرتے ہیں: میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زوجہ جناب ام سلمہ سے اس وقت سنا جب حسین علیہ السلام بن علی علیہ السلام کی شہادت کی خبر آئی تو ام سلمہ نے اہل عراق پر لعنت فرمائی اور کہا: انہوں نے حسین علیہ السلام کو قتل کیا خدا ان کو قتل کرے۔ انہوں نے حسین علیہ السلام کو دھوکہ دیا اور ذلیل کیا خدا ان پر لعنت کرے۔ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دیکھا ہے........ یہاں تک کہ فرمایا: ان کے اوپر خیبری کساء ڈال دی اور اس میں سب کو لے لیا پھر فرمایا: پالنے والے (یہی) میرے اہل بیت ہیں ان سے رجس کو دور کر دے اور ایسا پاک کر دے جیسا پاک کرنے کا حق ہے۔"

۶: امام زین العابدین علیہ السلام

طبری، ابن کثیر، سیوطی نے اپنی اپنی تفسیروں میں آیت تطہیر کے ضمن میں لکھا ہے:

"امام زین العابدین علیہ السلام نے ایک شامی سے فرمایا: کیا تم نے سورہ احزاب میں آیت

تطہیر نہیں پڑھی؟ اس نے کہا: کیا آپ علیہ السلام لوگ وہی ہیں؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں۔"

پوری روایت اس طرح ہے جیسا کہ مقتل خوارزمی میں ہے:

"امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد جب ان کے اہل و عیال کو قیدی بنا کر شام لے گئے تو ساتھ میں امام زین العابدین علیہ السلام کو بھی ہتھکڑی و بیڑی پہنا کر لے گئے اور جامع مسجد دمشق کی سیڑھیوں پر ان قیدیوں کو روکا گیا۔ اس وقت ایک بڈھا س شامی اما ساجد علیہ السلام کے قریب گیا اور بولا: اس خدا کا شکر ہے کہ جس نے تم لوگوں کو قتل کیا اور ہلاک کیا اور اپنے بندوں کو تمہارے مردوں سے راحت عطا کی اور امیر المومنین کو تم پر فتح مرحمت کی۔ امام سجاد علیہ السلام نے پوچھا: اے شیخ کیا تو نے قرآن پڑھا ہے؟

شیخ: ہاں پڑھا ہے۔

امام: کیا اس میں آیت مودت۔ **قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربی۔** "کہہ دیجیے کہ تم سے اس تبلیغ رسالت کو کوئی اجر نہیں چاہتا علاوہ اس کے کہ میرے اقرباء سے محبت کرو۔" پڑھی ہے؟"

شیخ: ہاں پڑھی ہے۔

امام: خدا کا قول: **وات نا القربی حقه**' اور **واعلمو انما غنمتم من شی فان لله خمسه وللرسول ولذی القربی**۔ اور جان لو کہ جو کچھ تم حاصل کرو اس کا پانچواں حصہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور (رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے) قرابتداروں اور یتیموں' مسکینوں' مسافروں کے لیے مخصوص ہے۔ والی آیت پڑھی ہے؟

شیخ: ہاں یہ سب پڑھا ہے۔

امام: خدا کی قسم ان آیات (مذکورہ بالا) میں قربیٰ سے مراد ہم ہی ہیں۔ کیا تو نے آیت تطہیر بھی پڑھی ہے؟

شیخ: ہاں پڑھی ہے۔

امام: ہم ہی وہ اہل بیت علیہ السلام ہیں جن کے بارے میں آیت تطہیر نازل ہوئی ہے۔

شیخ: تمکو خدا کی قسم۔ کیا تم لوگ وہی ہو؟

امام: اپنے جد رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حق کی قسم ہم وہی ہیں۔ اس میں

کوئی شک نہیں ہے۔

یہ سنکر شیخ اپنی کہی ہوئی بات پر نادم و پشیمان ہو کر چپ کھڑا رہا پھر اپنے سر کو آسمان کی طرف بلند کر کے کہا: "خداوندا میں ان حضرات کے بغض و عداوت سے توبہ کرتا ہوں اور جن و انس میں جو بھی محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دشمن ہوں ان سے برات کرتا ہوں۔"

حدیث کساء کے بارے میں اس قدر روایت پر اکتفا کرتا ہوں۔ اور یہ مقدار اس کے لیے کافی ہے جو قرآن سے اور اس کی تفسیر سے تمسک کرنا چاہے۔ جو رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خدا سے منقول ہے۔

ان بی ذالک لذکری لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شہید۔

اس میں شک نہیں جو شخص آگاہ دل رکھتا ہے یا کان لگا کر حضور قلب سے سنتا ہے اس کے لیے اس میں کافی نصیحت ہے۔

پہلی روایتوں کا خلاصہ

مذکورہ روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جناب ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی باری میں ان کے گھر میں تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دیکھا رحمت کا نزول ہو رہا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:

"میرے پاس بلاؤ میرے پاس بلاؤ۔"

لوگوں نے کہا: کس کو؟

فرمایا:

"میرے اہل بیت علیہ السلام کو یعنی علی علیہ السلام و فاطمہ علیہ السلام، حسن علیہ السلام وہ حسین علیہ السلام کو۔"

جب یہ سب فرش رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ارد گرد جمع ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے اوپر اور ان سبھوں کے اوپر خیبری چادر ڈال دی جو کالے بالوں سے بنی ہوئی تھی۔ اس کے بعد فرمایا:

"پالنے والے یہی میرے آل ہیں لہٰذا تو محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و آل محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر اپنی رحمت نازل فرما۔"

تو خدا نے آیت تطہیر نازل فرمائی....... جب یہ لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اطراف جمع تھے اسی وقت آیت نازل ہوئی۔ نزول آیت کے بعد رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:

"پالنے والے یہی میرے اہل بیت علیہ السلام ہیں پالنے والے اہل بیت علیہ السلام سے رجس کو دور کردے اور ان کو پاک کرنے کی طرح پاک کردے۔"

ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے سامنے پردا پڑا ہوا تھا۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

"میں دروازے پر تھی اور گھر میں سات افراد جرائیل' میکائیل' علی علیہ السلام' فاطمہ علیہ السلام' حسن علیہ السلام' حسین علیہ السلام (رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تو معلوم ہی ہے کہ تھے لہٰذا ذکر نہیں کیا۔ مترجم) میں نے اپنا سر گھر میں ڈال کے کہا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم! کیا میں اہل بیت میں سے نہیں ہوں؟"

جناب ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

"خدا کی قسم رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ہاں نہیں کہا بلکہ فرمایا: تم خیر پر ہو تم خیر پر ہو۔ تم نبیؐ کی بیوی ہو۔"

دوسری روایت میں ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

"کیا میں اہل بیت سے نہیں ہوں؟ تو فرمایا: تم خیر پر ہو اور یہ میرے اہل بیت ہیں۔ پالنے والے میرے اہل بیت علیہ السلام سب سے زیادہ حقدار ہیں۔"

اس قصہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اہل بیت علیہ السلام کو دوسروں سے جدا کر دیا اور اپنے قول و عمل سے آیت کی شرح کر دی اور ارشاد فرمایا: میں اور میرے اہل بیت گناہوں سے پاک ہیں اور عملی طور پر ہی اس سے طرح بھی تشریح کر دی کہ علی الاعلان روزانہ ہر نماز کے وقت علی علیہ السلام و فاطمہ علیہ السلام کے دروازے پر جا کے کہا کرتے تھے: السلام علیکم رحمۃ اللہ و برکاتہ' اہل البیت **انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا**

اور ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ نہیں بلکہ جب نماز صبح کے لئے نکلتے تھے علی علیہ السلام کے دروازے پر آکر دروازے کے دونوں بازو پکڑ کے کہا کرتے تھے .... الحدیث۔

بعض صحابہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا حضرت علی علیہ السلام و فاطمہ علیہ السلام کے دروازہ پر آنے کو شمار کیا ہے تو چھ ماہ بتایا ہے بعض نے سات ماہ' بعض نے آٹھ ماہ' بعض نے نو ماہ' بعض نے کم بعض نے زیادہ بتایا ہے۔ یہ سب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس لئے کرتے تھے تاکہ اپنے امت کے لئے عملی اور قولی دونوں طریقوں سے بیان کر جائیں کہ وہ اہل بیت علیہ السلام کون ہیں جن کے بارے میں آیت تطہیر نازل ہوئی ہے اور آیت کا مطلب کیا ہے اور یہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خداوند عالم کے اس قول: **وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس مانزل الیھم و لعلھم یتفکرون** "اور ہم نے تمہارے پاس قرآن نال کیا تاکہ تم احکام لوگوں کے لئے نازل کئے گئے ہیں تم ان سے صاف صاف بیان کردو تاکہ وہ لوگ خود سے کچھ غور و فکر کریں۔" کی بناء پر کیا اور یہ بات اتنی مشہور ہوئی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد اس آیت سے ان کے اہل بیت و اصحاب نے استدلال کیا ہے جیسے امام حسین علیہ السلام جو اصحاب کساء کے ایک فرد تھے۔ حضرت علی علیہ السلام کے انتقال کے بعد اپنے خطبہ میں آیت تطہیر سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"میں ان اہل بیت علیہ السلام میں سے ہوں جن سے خدا نے رجس کو دور کردیا ہے اور ان کو پاک کرنے کی طرح پاک کردیا ہے۔"

اسی طرح جب آپ علیہ السلام پر خنجر سے حملہ کیا گیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا:

"ہم وہ اہل بیت ہیں جن کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے **انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا**

اور جب عمرۃ ہمدانیہ نے حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں جناب ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تو جناب ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آیت تطہیر کی تلاوت فرمائی تھی۔

اور جب معاویہ نے سعد بن ابی وقاص سے حضرت علی علیہ السلام کو سب و شتم کرنے کو کہا تو اس نے بھی آیت تطہیر سے استدلال کرکے کہا کہ میں ان پر سب و شتم نہیں کرسکتا۔

ابن عباس کے پاس کے جب وہ رھط چلا گیا جس نے حضرت علی علیہ السلام کی برائی کی تھی تو انہوں نے حضرت علی علیہ السلام کے دس فضائل ذکر کئے جن میں آیت تطہیر سے بھی استدلال تھا۔

صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واثلہ بن الاسقع کے پاس جب لوگ آئے اور حضرت علی علیہ السلام کو برا بھلا کہا تو انہوں نے ابو عمار کو اپنے پاس بٹھالیا اور آیت تطہیر سے استشہاد پیش کیا۔

خود جناب ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو جب امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر ملی تو آپ نے اہل عراق پر لعنت فرمائی اور آیت تطہیر کا ذکر فرمایا۔

واثلہ نے بھی یہی کیا تھا۔

ایک شامی مرد نے جب یزید کی تعریف کی اور اہل بیت کو برا کہا تو امام زین العابدین علیہ السلام نے بھی آیت تطہیر کی تلاوت فرمائی تھی۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

آیات

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اهل البیت و یطھر کم تطھیرا (سورہ احزاب)
ترجمہ: نہیں چاہتا ہے اللہ مگر یہ کہ دور کرے تم سے نجاست کو اے گھر والو اور پاک کرے تم کو خوب پاک کرنا۔

(۱) عن عائشہ قالت خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غداة علیہ مرطمر حل من شعر اسود فجاء الحسن بن علیفد خلہ ثم جاء الحسین فد خلہ معہ ثم جاء ت فاطمتہ فد خلھا ثم جاء علی فد خلہ ثم قال۔ انما یر ید اللہ لیذ ھب عنکم الر جس اهل البیت و یطھر کم تطھیرا (اخرجہ احمد و المسلم و الترمذی) و ابن ابی شیبتہ و ابن جریر و ابن ابی حاتم و الحاکم و السیوطی فی الدر المنثور) جناب ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتی ہیں ایک روز جناب رسالت ماٰب صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو ایک سیاہ بالوں کی کلیم منقش اوڑھے ہوئے باہر تشریف لائے پس جناب امام حسن بن علی آئے حضرت نے ان کو اس میں داخل کر لیا۔ پھر جناب امام حسین آئے ان کو بھی آپ نے داخل کر لیا۔ پھر جناب فاطمہ تشریف لائیں حضرت نے ان کو بھی لے لیا پھر جناب علی تشریف لائے آپ نے ان کو بھی اس میں لے لیا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ نہیں چاہتا ہے اللہ مگر یہ کہ دور لے جائے تم سے نجاست کو اے گھر والو اور پاک کرے تم کو خوب پاک کرنا۔

(۲) عن ام المو منین ام سلمہ قالت ان ھذہ الایتہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اهل البیت و یطھر کم تطھیرا۔ نزلت فی بیتی و انا جالستہ عند والباب فی البیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و علی و فاطمتہ و حسن و حسین فجللھم بکساء و قال اللھم ھئو لاء اھل بیتی و حامتی اذ ھب عنھم الرجس و طھر ھم تطھیر القلت و انا معھم یا رسول اللہ قال انک علی الخیر (اخرجہ المسلم و الترمذی۔ و صححہ۔ و الدو لابی۔ والبیھقی۔ و ابن جریر ابن المنذر و الحاکم و صححہ و ابن مردویہ و السیوطی فی الدر المنثور) ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بہ تحقیق یہ آیت کہ (نہیں چاہتا ہے اور مگر یہ کہ دور لے جائے تم سے نجاست کو اے گھر والو اور پاک کرے تم کو خوب پاک کرنا) میرے گھر میں نازل ہوئی ہے میں دروازے کے قریب بیٹھی ہوئی تھی اور گھر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور علی اور فاطمہ اور حسنین علیہم السلام تھے حضرت نے ان کو چادر اوڑھا کر فرمایا۔ اے میرے پروردگار یہ میرے اہل بیت اور میرے مددگار ہیں ان سے نجاست کو دور کر اور ان کو پاک کر خوب پاک کرنا۔ پس میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں بھی ان کے ساتھ ہوں فرمایا تم بھتری پر ہو۔

(۳) عن عمر بن ابی سلمتہ قال نزلت ھذہ الایتہ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اهل البیت و یطھر کم تطھیرا فی بیت ام سلمتہ و انا فی بیت ام سلمتہ فدعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاطمتہ و علیا و حسنا و حسینا و جللھم بکساء ثم قال الھم ھو لاء اھل بیتی فاذھب عنھم الرجس و طھر ہم تطھیر او قالت ام سلمتہ انا معھم یا رسول اللہ قال انت علی مکانک انت علی الخیر (اخرجہ احمد و الترمذی و ابن جریر و الطبرانی و ابن مردویہ و السیوطی فی الدر المنثور) عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ ناقل ہیں کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت (کہ نہیں چاہتا ہے اللہ مگر یہ کہ دور کرے تم سے نجاست کو اے گھر والو اور پاک کرے تم کو خوب پاک کرنا) امام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں نازل ہوئی ہے اور میں بھی انہیں کے گھر میں تھا کہ حضرت نے جناب فاطمہ اور علی اور حسنین علیہم السلام کو بلوا کر ان پر چادر ڈال دی پھر دعا کی اے میرے پروردگار یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے نجاست کو دور کر اور پاک کر ان کو خوب پاک کرنا۔ ام سلمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں بھی انہیں کے ساتھ ہوں فرمایا تو اپنی جگہ پر ہے اور تو بھی نیکی پر ہے۔

(۴) عن واثلہ بن الاسقع قال اتیت فاطمتہ اسالھا عن علی فقالت توجہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجلست انتظرہ

و اذا بر سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد اقبل و معہ علی و الحسن و الحسین فاخذ بید کلو احد منھم حتی دخل الحجرۃ فاجلس الحسن علی فخذہ الیمنی و الحسین علی فخذہ الیسری و اجلس علیا و فاطمۃ بین یدیہ ثم القی علیھم الکساء ثم قراء انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھر کم تطھیرا (اخرجہ احمد و ابو حاتم و الحاکم و صححہ و البیھقی و الدیلمی) و ابن ابی شیبۃ و ابن جریر و ابن المنذر و السیوطی فی الدر المنثور) واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں جناب امیر علیہ السلام کی تلاش میں جناب فاطمہ علیہما السلام کی خدمت میں گیا۔ وہ فرمانے لگیں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں تشریف لے گئے ہیں میں ان کے انتظار میں وہیں بیٹھ گیا۔ ناگہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جناب امیر اور حسنین علیہم السلام کا ہاتھ پکڑے ہوئے تشریف لائے اور حجرے میں داخل ہو گئے اور بیٹھ گئے۔ حسن علیہ السلام کو داہنے زانو پر اور حسین علیہ السلام کو بائیں زانو پر اور جناب امیر اور سیدہ کو اپنے سامنے بٹھالیا اور ان پر چادر ڈال کر اس آیت کو پڑھا کہ (نہیں چاہتا ہے اللہ مگر یہ کہ لے جائے تم سے نجاست کو اے گھر والو اور پاک کرے تم کو خوب پاک کرنا۔)

(۵) عن سعد قال لما نزل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذہ الآیۃ ادخل علیا و فاطمۃ و ابنیھما تحت ثوبہ ثم قال اللھم ھو لاء اھلی و اھل بیتی (اخرجہ ابن جریر و ابن مردویہ و الحاکم و السیوطی فی الدر المنثور) سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جب یہ آیت نازل ہوئی حضرت نے علی اور فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹوں کو اپنی چادر اوڑھا کر فرمایا اے میرے پروردگار یہ ہی میرے اہل اور میرے گھر کے لوگ ہیں۔

(۶) عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال لما دخل علی بفاطمۃ جاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم اربعین صباحا الی بابھا یقول السلام علیکم و رحمۃ اللہ و بر کاتہ۔ الصلواۃ رحکم اللہ۔ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھر کم تطھیرا انا حرب لمن حار بکم و سلم لمن سالمکم (اخرجہ ابن مردویہ و السیوطی فی الدر المنثور) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب جناب امیر کا نکاح جناب سیدہ سے ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چالیس روز تک برابر صبح کو جناب سیدہ کے دروازے پر تشریف لا کر فرماتے رہے السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ نماز کا وقت ہے خدا تم پر رحم کرے۔ نہیں چاہتا ہے اللہ مگر یہ کہ لے جائے تم سے نجاست کو اے گھر والو اور پاک کرے تم کو خوب پاک کرنا۔ میں جنگ کرنے والا ہوں اس سے جو تم سے جنگ کرے اور صلح کرنے والا ہوں اس سے جو تم سے صلح کرے۔

(۷) عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یمر بباب فاطمۃ ستۃ اشھر اذا خرج الی صلوۃ الفجر یقول الصلواۃ یا اھل البیت انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھر کم تطھیرا (اخرجہ احمد و الترمذی و ابن ابی شیبۃ و حسنہ۔ ابن المنذر و صححہ الحاکم و ابن مردویہ و السیوطی فی الدر المنثور) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بہ تحقیق چھ مہینے تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جناب فاطمہ علیہما السلام کے دروازے پر صبح کی نماز کے وقت گذرتے رہے اور فرماتے تھے۔ اے اہل بیت نماز کا وقت ہے نہیں چاہتا ہے اللہ مگر یہ کہ لے جائے تم سے نجاست کو اے گھر والو اور پاک کرے تم کو خوب پاک کرنا۔

(۸) عن ابی الحمراء قال صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تسعۃ اشھر فکان اذا اصبح الی علی باب فاطمۃ و ھو یقول اھل البیت یرحمکم اللہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھر کم تطھیرا (اخرجہ الطبرانی و فی روایۃ ابن جریر و ابن مردویہ ثمانیۃ اشھر ھکذا اخرجہ السیوطی فی الدر المنثور) ابو الحمراء رضی اللہ عنہ ناقل ہیں کہ میں نو مہینے تک جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں رہا جب صبح ہوتی تو حضرت جناب فاطمہ علیہما السلام کے دروازے پر تشریف لے جا کر فرماتے اے اہل بیت خدا تم پر رحم کرے۔ نہیں چاہتا اللہ مگر یہ کہ لیجائے تم سے

نجاست کو اے گھروالو اور پاک کرے تم کو خوب پاک کرنا۔

(۹) عن ابن عباس قال شهد نا رسول الله صلی الله علیه وسلم تسعة اشهر یا تی کل یوم باب علی ابن ابی طالب عند وقت کل صلوٰۃ فیقول السلام علیکم و رحمۃ اللہ و بر کاتہ اهل البیت انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و یطهر کم تطهیرا (اخرجه ابن مردویه و السیوطی فی الدر المنثور) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نو مہینے تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے رہے کہ آپ ہر روز ہر ایک نماز کے وقت جناب امیر کے دروازے پر تشریف لا کر فرماتے السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ اے اہل بیت نہیں چاہتا ہے اللہ مگر یہ کہ لے جائے تم سے نجاست کو اے گھروالو اور پاک کرے تم کو خوب پاک کرنا۔

(۱۰) عن ابی سعید الخدری رضی الله تعالی عنه فی قوله تعالی انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و یطهر کم تطهیرا قال انها نزلت فی خمسة النبی صلی الله علیه وسلم و علی و فاطمة و الحسن و الحسین علیهم السلام (اخرجه احمد و الطبرانی و الطبری و عند ابن جریر مرفوعا الی النبی صلی الله علیه وسلم بلفظ قال رسول الله صلی الله علیه وسلم هذه الآیة انزلت فی خمسة فی و علی و الحسن و الحسین و فاطمة کذا فی الصواعق المحرقة و هذا الحدیث حسن علی رای اکثر العلماء قاله البد خشی فی نزل الا برا رو ایضا اخرجه السیوطی فی تفسیره الدر المنثور) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تطہیر پنج تن پاک یعنی جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب علی اور حضرت سیدہ اور حسنین علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

ابن جریر نے اس حدیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعا روایت کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ جناب سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ آیت پانچ شخصوں کے حق میں نازل ہوئی ہے یعنی میرے اور علی اور فاطمہ اور حسنین کے (یہ حدیث اکثر علماء کے نزدیک حسن ہے)

(۱۱) عن الحسن بن علی قال نحن اهل بیت الذی قال الله تعالی انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و یطهر کم تطهیرا (اخرجه بن سعد و ابن ابی حاتم و الطبرانی و ابن مردویه و السیوطی فی الدر المنثور) جناب حسن بن علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ وہ اہل بیت ہم لوگ ہیں جن کے حق میں یہ آیت تطہیر نازل ہوئی ہے۔

(۱۲) فقل تعا لو ا ند ع ا بنا ئنا و ا بنا ئکم و نسا ئنا و نسا ئکم و ا نفسنا و ا نفسکم ثم نبتهل فنجعل لعنة الله علی الکاذبین☆ (ترجمہ) اے محمد کہ جھگڑنے والوں سے آؤ بلا دیں ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جان اور تمہاری جان کو پھر دعا کریں اللہ کی پس لعنت ڈالیں جھوٹوں پر۔

فہرست